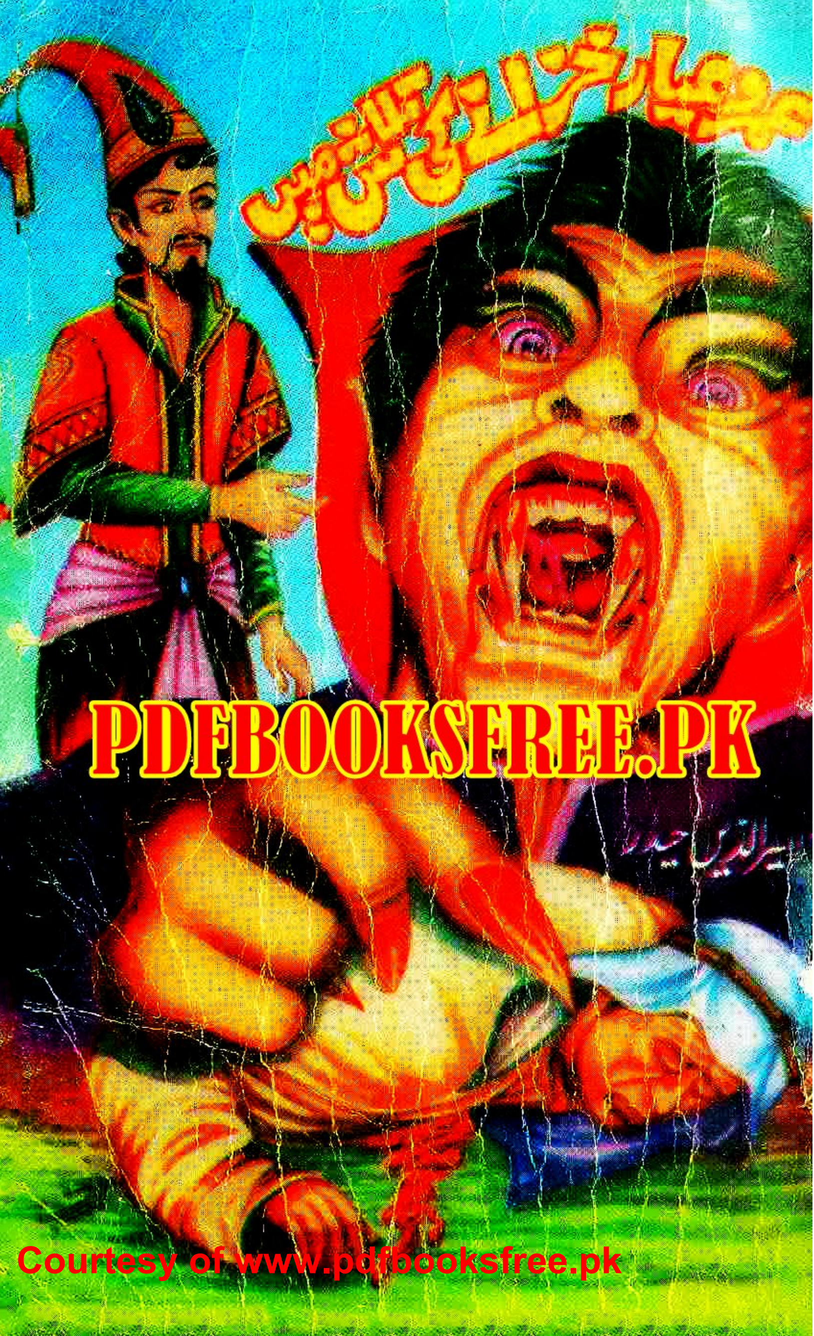

عمرو عیار خزانے کی تلاش میں
PDFBOOKSFREE.PK
Courtesy of www.pdfbooksfree.pk

ناول کے کردار

عمرو عیار
فضل بن سنذر
سہدیو
کُنتی
ضلر
رالقر
ہشام
ابی یاثر
عمی ایل
نحت
ادنان
راخل
ابن خُرمہ
بکبیر
بوعز
عزرہ

الاسود بن یعفر
بشامہ
حموبر
حمیرہ
الاضبط
عثمان
قورح
حنوک
ربیع بن واسع
خازم
عابدہ
مہلب
قاضی معد
صالح
عبلیب
مسرح

ابن خُرمہ
سفیان

وادیٔ تیہ کی آبادی

یمن میں ذلت آمیز شکست کے بعد ایک بار پھر یہودیوں کا شیرازہ بکھر کر رہ گیا تھا۔ مگر جہاں کہیں اِن کے مرکزی مقامات تھے۔ وہاں کے یہودی سازشیں کرنے سے پھر بھی باز نہ آئے۔

اب ان سازشی یہودیوں نے یمن کو چھوڑ کر مصر اور اُس کے ایک حصہ وادیٔ تیہ کو اپنی سازشوں کا مرکز بنا لیا تھا۔ وہ قارون کا خزانہ پانے کے لیے سخت بے چین تھے۔ اور یہ بات اب ثابت ہو چکی تھی کہ مصر سے کچھ دُور تیہ نامی مقام پر قارون کا خزانہ غرق ہوا تھا اور وہیں کھدائی کرنے کے بعد خزانہ مل سکتا ہے۔ یہودی خزانے کی تلاش میں بے حد حساس تھے۔

علاقہ تیہ مصر کی حکومت کے زیر نگران تھا۔ وہاں کی آبادی برائے نام ہی تھی۔ مگر جتنے لوگ بھی آباد تھے۔ وہ سب کے سب جفاکش، بہادر اور بہترین شہ سوار تھے صرف ایک گھر چھوڑ کر تمام گھر مسلمانوں کے تھے۔ سبھی مسلمان آپس میں اتفاق اور محبت سے رہتے تھے۔ ان میں کبھی کسی بات پر کوئی جھگڑا نہیں ہوا تھا۔ وہ زمین کی تمام پیداوار کو آپس میں بانٹ لیا کرتے تھے۔ وہ روپے پیسے کے محتاج نہیں تھے۔ وہ سکوں سے لین دین کرنے کو بُرا سمجھتے تھے۔ یہ لوگ اُس دَور کو زندہ کئے ہوئے تھے۔

جب انسان نے سکّے سے چیزیں خریدنی اور بیچنی شروع نہیں کی تھیں۔ وہ چیز کے بدلے چیز سے لیا کرتے تھے۔ کسی قسم کے سکّے سے وہ آگاہ نہیں تھے۔ حکومتِ مصر کو بھی اُن کے بارے میں علم تھا سب جانتے تھے۔ کہ تیہ نامی بستی والے لوگ انتہائی پاکباز اور راستباز ہیں۔ کسی کو دھوکہ نہیں دیتے۔ اور نہ ہی سکّے سے لین دین کرتے ہیں۔ وہ سچے مسلمان ہیں۔

حکومتِ مصر نے اُن کی نیکیوں کی بدولت اُنہیں اُن کے حال پر چھوڑ رکھا تھا۔ اُن کے کسی بھی معاملے میں حکومت دخل نہیں دیتی تھی۔ حکومتِ مصر نے نہ وہاں اپنی سپاہ کبھی بھیجی۔ اور نہ ہی کسی عامل کو اُن پر مقرر کیا۔ اُن کی زمینوں سے کبھی لگان بھی حاصل نہیں کیا جاتا تھا۔ گویا تیہ پر وہیں کے لوگ حکمران بھی تھے اور رعایا بھی ——

—— (تیہ کے لغوی معنی بھٹکنے والے کے ہیں۔ اور اسی کو صحرائے سینا بھی کہتے ہیں۔ روایات میں ہے کہ یہودیوں پر من و سلوٰی اسی وادی میں نازل ہوا تھا۔ بنی اسرائیل چالیس سال تک اس وادی میں سرگرداں رہے۔ یہ وادی مصر اور بیت المقدس کے درمیان ہے)

تیہ میں جو گھر غیر مسلم کا تھا۔ وہ زیادہ لوگوں پر مشتمل نہیں تھا دو میاں بیوی اور ایک اُن کا خوبصورت اور گول مٹول سا بچہ تھا۔ اُس بچے کی آنکھیں بڑی خوبصورت تھیں۔ جیسے کسی شہزادے کی ہوں نیلی نیلی اور گہری۔ آدمی کا نام سہدیو اور بیوی کا نام کُشمی تھا۔ اور ان کے بچے کا نام ارجن تھا۔ مگر دونوں میاں بیوی پیار سے اُسے "راج کمار" پکارتے تھے۔ سہدیو ایک ہندی النسل تھا۔ جب یمن کے ایک بادشاہ حارث رائش نے ہندوستان پر حملہ کیا تھا۔ تو وہ اپنے ساتھ بہت سے ہندیوں کو غلام بنا کر یمن لے آیا تھا۔ بادشاہ کی موت کے بعد ہندی غلاموں کا شیرازہ بکھر گیا۔

کسی کو کوئی خرید کر لے گیا اور کسی کو کوئی۔ مگر سہدیو کے دادا کا آقا بہت ہی نیک دل انسان تھا۔ اُس نے اُسے کسی نیکی پر اُسے آزاد کر دیا تھا جس پر سہدیو بھی دادا کی بدولت آزاد تھا۔ سہدیو نے یمن میں ایک ہندی عورت سے شادی کر رکھی تھی۔ کچھ عرصہ بعد اُسے بیوی کے ہمراہ مقام تیہ میں آکر آباد ہو گیا۔ جب وہ تیہ آیا تھا۔ تو گرد و نواح میں صرف گنتی کے کچھ گھرانے مسلمانوں کے تھے۔ اس کے بعد آبادی میں مزید اضافہ ہوا۔

مسلمانوں کو جب پتہ چلا۔ کہ اُن کی بستی میں ایک ہندی اپنی بیوی سمیت رہتا ہے تو انہوں نے اُسے مل کر مشورہ دیا۔ کہ وہ بُت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہو جائے۔ مگر وہ نہ مانا۔ اُس نے اُنہیں صاف صاف کہہ دیا کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کو کسی صورت بھی چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہے۔

اس کے بعد مسلمانوں نے نہ تو اُسے مسلمان ہونے کے لیے مجبور کیا۔ اور نہ ہی اُس کے کسی معاملے میں دخل دیا۔ البتہ زمینوں کی پیداوار سے جو کچھ حاصل ہوتا تھا۔ اس میں سے اُسے برابر کا حصہ ملتا رہتا تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی مسلمانوں کو جو سہولتیں تھیں وہ سہدیو کو بھی حاصل تھیں۔ یہ حالت اُس علاقہ کی تھی۔ جنہیں یہودیوں نے اپنا مرکز بنانے کا فیصلہ کیا ہوا تھا۔

یمن میں یہودیوں کی شکست اور شاہ یمن کی موت کے بعد عمر عیار اپنی بیوی بلقیس کے ہمراہ بصرہ واپس پہنچ چکا تھا۔ اور بھی جتنے لوگ یمن گئے تھے۔ وہ بھی بصرہ واپس پہنچ چکے تھے۔ فضل بن منذر بھی یمن سے بصرہ واپس پہنچ چکا تھا۔ وہ ایک کیمیا گر تھا۔ اور ایک عرصہ سے سونا بنانے کے جنون میں مبتلا تھا۔ اس نے آج تک جو کچھ کمایا تھا۔ اپنے اِسی جنون کی نظر کر دیا تھا۔ مگر سونا اُس سے آج تک نہ بن سکا تھا۔ جب وہ ناکام ہو گیا۔ تو اُس کی سوچ نے ایک نیا رُخ اختیار کر لیا۔ اُس نے اپنے آپ میں سوچا کہ حضرت موسیٰؑ کے دور میں ایک اُن کا چچازاد بھائی قارون گزرا ہے جس کے پاس اتنا سونا تھا کہ شاید ہی اُس عہد میں کسی کے پاس ہو۔ اپنی اسی دولت مندی پر وہ متکبر ہو گیا۔ وہ اپنے سے بڑھ کر کسی کو کچھ سمجھتا ہی نہیں تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے اُسے کئی بار سمجھایا اور مال کی زکوٰۃ دینے کو بھی کہا۔ مگر وہ حق بات سمجھنے کی بجائے اُلٹا حضرت موسیٰؑ کا دشمن بن گیا۔ اِسپر خدا کا قہر اُس پر نازل ہوا۔ اور وہ اپنے خزانے سمیت زمین میں غرق ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ پہلے قارون زمین میں دفن ہوا تھا۔ اُس کے بعد اُس کا خزانہ دفن ہوا۔

فضل نے سوچا کہ اگر زمین کے اس حصے کا پتہ چل جائے۔ جہاں خزانہ غرق ہوا تھا۔ تو وہ قارون کا خزانہ پانے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ مگر وہ زمین کا کونسا حصہ ہے۔ فضل

اس کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔ اُس نے اپنے طور پر کئی لوگوں سے پوچھا۔ مگر کسی نے بھی وثوق سے اُسے کچھ نہ بتایا۔ پھر کسی نے اُسے بتایا کہ وہ اِس بارے میں عمرو سے بات کرے۔ عمرو کو اگر اُس مقام کا پتہ نہیں بھی ہوگا۔ تو وہ اپنے جنات سے پوچھ کر اُس مقام کا پتہ چلائے گا کیونکہ عمرو کی بعض جنوں سے دوستی ہے۔

اِسی بات پر فضل نے عمرو کو اپنا دوست بنایا ہوا تھا۔ فضل ایک چرب زبان انسان تھا اور اپنی چرب زبانی ہی کی بدولت وہ عمرو کو اپنا گہرا دوست بنانے میں جلد کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ یمن سے واپسی کے بعد کئی دِنوں تک فضل نے عمرو سے خزانے کے بارے میں کوئی بات نہ کی۔ آخر ایک دن اُس نے عمرو سے خزانے کے بارے میں پوچھ ہی لیا کہ وہ کس مقام پر غرق ہوا تھا۔ عمرو عیار سمجھ گیا۔ کہ ابھی تک فضل کے ذہن سے قارون کے خزانے کا بھوت نہیں اترا ہے۔ اُس نے حیران نظروں سے فضل کی جانب دیکھا۔

فضل نے اُسے یقین دلاتے ہوئے کہا۔ کہ اُسے خزانے سے کوئی دلچسپی نہیں۔ محض معلومات میں اضافے کی خاطر اُس سے پوچھ رہا ہے۔ اسپر عمرو نے اُسے صاف صاف بتا دیا کہ اُسے اس خزانے کی غرقابی کے مقام کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ وہ اس سے پہلے بھی اُس سے خزانے کے بارے میں بات کر چکا ہے اور وہ اُسے بتا چکا ہے کہ اُسے قارون کے خزانے کی غرقابی کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے۔

اسپر فضل نے چپ سادھ لی۔ کچھ عرصہ بعد فضل نے پھر سے عمرو کے سامنے قارون کے خزانے کا ذکر چھیڑتے ہوئے اُسے مجبور کیا۔ کہ وہ کسی نہ کسی طرح سے اُسے اس مقام کا پتہ کروا دے۔ جہاں قارون کا خزانہ غرق ہوا تھا۔ عمرو پہلے تو اِس بات

پر راضی نہ ہوا۔ کیونکہ اُس کے نزدیک یہ ایک بے معنی سی بات تھی۔ مگر فضل کے پیہم اصرار پر عمرو نے اُس سے وعدہ کر ہی لیا کہ وہ کبھی نہ کبھی سے خزانے کی غرقابی کے مقام کے بارے میں پتہ کر کے اُسے بتا دے گا۔ عمرو کے وعدہ کر لینے پر فضل اپنی جگہ مطمئن ہو گیا تھا۔

اس کے بعد کچھ ایسے حالات ہوئے کہ جن کے مدِنظر فضل عمرو سے خزانے کے بارے میں کوئی بات نہ کر سکا۔ جب فضل کی کئی دِنوں کے بعد عمرو عیار سے دوبارہ ملاقات ہوئی تو فضل عمرو کو دیکھتے ہی اُس کی جانب لپکا۔ دونوں نے ایک دوسرے کی خیریت دریافت کی۔ اس کے بعد عمرو عیار نے فوراً ہی فضل سے کہا۔

"دیکھو فضل بھائی! تم مجھ سے دنیا بھر کی باتیں کرنا۔ مگر قارون کے خزانے کے بارے میں کوئی بات نہ کرنا۔ کیونکہ میں اس وقت کسی فضول بات کے سُننے کے حق میں نہیں ہوں۔"

"توبہ کرو دوست! بھلا مجھے کیا مصیبت پڑی ہے کہ میں ہر وقت تم سے خزانے کے بارے میں باتیں کرتا اور پوچھتا رہوں۔ اور پھر میں یہ بات اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ کہ جب تمہیں خزانے کی غرقابی کے مقام کے بارے میں پتہ چلے گا تو مجھے خود ہی بتاؤ گے۔ اور اس بات کا تم نے مجھ سے وعدہ بھی کر رکھا ہے۔"

عمرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ضرور کر رکھا ہے۔ مگر اس وقت خزانے کا ذکر نہ کرو۔ کوئی اور بات کرو۔"

اس پر فضل نے اُس سے کہا۔

"چلو پھر گھر چل کر بیٹھتے ہیں۔ قہوہ پئیں گے اور مزے سے ادھر اُدھر کی باتیں کریں گے۔"

عمرو نے جواب میں کہا۔

"اگر گھر بیٹھنے والی بات ہوتی۔ تو میں اپنے گھر ہی نہ بیٹھ جاتا۔ اپنی بیوی کی دلجوئی کرتا۔ جس کے دِل سے اپنے باپ کی موت کا صدمہ ابھی تک نہیں گیا۔"

فضل نے کچھ حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"کیا شہزادی صاحبہ ابھی تک اُداس ہیں؟"

"ہاں، شاہ یمن کی موت کا صدمہ کوئی معمولی صدمہ نہیں کہ جسے آسانی سے بھلا دیا جائے۔ میں ابھی تک اُن کی موت کو نہیں بھولا۔ پھر بھلا ایک بیٹی اپنے باپ کی موت کو کیسے بھول سکتی ہے۔"

فضل بولا۔ "پھر تو تمہارے لئے شہزادی صاحبہ کی دلجوئی کرنا بہت ضروری ہے۔"

جس پر عمرو نے ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے کہا۔

"فضل بھائی، اب تو ایک ہی بات سے شہزادی کا دِل بہل سکتا ہے۔"

"وہ کیسے؟"

فضل کے پوچھنے پر عمرو عیار نے جواب دیا۔

"خدا کے فضل و کرم سے شہزادی کی گود ہری ہونے والی ہے۔ اللہ سے دُعا کرو۔ کہ اب کی بار اُس کے ہاں بیٹا ہو۔ اگر خدا نے اُسے بیٹا دے دیا۔ تو وہ اپنے سارے غم بھول جائے گی ۔۔۔ اس سے پہلے اللہ نے اُسے چاند سی بیٹی* دی تھی۔ مگر جب وہ جوان ہوئی۔ تو یہودیوں نے اُسے شہید کر ڈالا۔"

* دیکھئے ناول "عمرو عیار کی بیٹی"۔

"ہاں - میں اس بات کو خوب اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ آپ کی وہ ب
بہت ہی دلیر اور بہادر تھی - اُس نے اپنی جان قربان کر کے پورے بصرہ کے مسلم
کو برباد ہونے سے بچا لیا تھا۔"

ایک بار پھر عمرو عیار نے ٹھنڈا سانس بھرا۔ بیٹی کے ذکر پر وہ خود اداس
ہو کر رہ گیا تھا۔ پھر فضل نے اُس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"خدا کو جو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے، آؤ چل کر کسی قہوہ خانہ میں بیٹھتے
عمرو عیار نے فضل کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے - شاید وہاں کسی مغنیہ سے اچھے اشعار بھی سننے
نصیب ہو جائیں۔"

عمرو نے اتنا کہا۔ اس کے بعد وہ فضل کے ہمراہ قہوہ خانہ کی جانب
چل پڑا۔

عمرو عیار عاشق ہو گیا

قہوہ خانہ میں پہنچتے ہی اُن کی نظر ایک ایسی مغنیہ پر پڑی۔ جسے اس
قبل عمرو عیار نے قہوہ خانہ میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مغنیہ انتہائی خوبصورت او

حُسن میں بے مثل تھی۔ لمبی لمبی بھنوئیں، نیلی گہری آنکھیں۔ پتلے پتلے ہونٹ۔
ل چہرہ لمبی زلفیں۔ اور سیب کی مانند سُرخ گال۔ مغنیہ کیا تھی۔ سراپا قیامت
ی عمرو عیار تو اُسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ فضل نے اُسے شانے سے ہلا کر کہا۔

"کس سوچ میں غرق ہو؟"

"صدیق! یہ عورت ہے یا قیامت؟ اس سے قبل اس قہوہ خانہ میں میں نے
ی خوبصورت مغنیہ کبھی نہیں دیکھی تھی۔"

"مگر میں اسے پہلے بھی دیکھ چکا ہوں۔ ایک مرتبہ ہشام کے ہمراہ قہوہ خانہ میں
تھا۔ تو میں نے اسے موجود پایا تھا۔ بڑا اچھا گاتی ہے۔"

"کیا کسی کے گھر میں بھی جا کر گاتی ہے؟"

عمرو عیار کے پوچھنے پر فضل نے جواب دیا۔

"یہ میں وثوق سے نہیں کہہ سکتا —— اگر تم کہو تو پوچھ لیتے ہیں۔"

"ضرور پوچھو۔ میں اس کا گانا تنہائی میں سننے کا خواہش مند ہوں۔"

اس پر فضل نے حیران نظروں سے عمرو عیار کی جانب دیکھا اور اُس سے بولا۔

"دوست! کسی خوبصورت عورت کی خواہش کرنا - اچھی خواہش نہیں۔"

"ہر خوبصورت شے کی تعریف کرنی چاہیئے۔ جب کسی خوبصورت شے کی تعریف
جائے، تو پھر اُسے پانے کی خواہش بھی کرنی چاہیئے - اس بات میں کوئی برائی
یں ہے فضل۔"

عمرو عیار کی اس بات پر فضل نے اُسے تو کچھ نہ کہا۔ البتہ مغنیہ سے بات
ے کی خاطر اُس کی جانب چل پڑا۔ جب نزدیک پہنچ کر اُس نے چاہا۔ کہ وہ اُس

بات کرے کہ ایک بھاری بھرکم ہاتھ نے اُس کی گردن کو دبوچ لیا۔

فضل نے بڑی مشکل سے اپنی گردن کو اس ہاتھ سے چھڑوایا۔ پھر مُڑ کر دیکھا تو اپنے سامنے ایک بھاری بھرکم سیاہ فام حبشی کو کھڑے پایا۔

فضل نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا جہالت ہے۔ کیا تم جانتے نہیں کہ میرا تعلق بصرہ کے معززین میں سے ہے۔"

حبشی فضل کو جواب دینا چاہتا تھا کہ مغنیہ نے فوراً اُسے روک دیا۔ ہاتھ کے اشارے سے اُسے جانے کو کہا۔ اور حبشی اسی وقت پیچھے ہٹ گیا پھر مغنیہ نے فضل کی جانب ایسی نظروں سے دیکھا کہ فضل خود اُس سے متاثر ہوئے بغیر رہ نہ سکا۔

فضل بولا۔ "میرا دوست عمرو عیار میرے ساتھ ہے۔ وہ بصرہ کے بہترین انسانوں میں شمار ہوتا ہے۔ دولت اُس کے گھر کی باندی ہے۔ وہ تنہائی میں آپ کا گانا سُننے کا خواہش مند ہے۔ اگر آپ کسی کی لونڈی ہیں تو ہم رقم دے کر اُس سے معاملہ طے کر لیں گے؟"

مغنیہ نے جواب دیا۔ "میں کسی کی لونڈی نہیں ہوں۔ میرے اپنے پاس خدمت کے لیے ایک غلام اور ایک لونڈی موجود ہے۔ دونوں وفادار اور جان نثار ہیں۔ میں اس قہوہ خانہ میں اپنی خوشی سے گا رہی ہوں۔ جب گانے سے جی بھر جائے گا۔ تو اپنے وطن مصر روانہ ہو جاؤں گی۔ میں نے آج تک کسی کے ہاں جا کر نہیں گایا۔ اگر آپ کے دوست عمرو عیار کو تنہائی میں میرا گانا سُننے کا شوق ہے تو ایک لاکھ اشرفی لا کر مجھے دے دیں۔ وہ جہاں کہیں گانے کو کہیں گے میں جا کر سنا دوں گی۔"

"ایک لاکھ اشرفی؟" ـــــ فضل کا منہ حیرت سے کُھلے کا کُھلا رہ گیا۔

"ایک لاکھ اشرفی زیادہ تو نہیں ہے۔ آپ ابھی تو کہہ رہے تھے کہ دولت عمرو عیار کے گھر کی لونڈی ہے۔ اگر دولت کسی کی لونڈی ہو سکتی ہے۔ تو پھر ایک لاکھ اشرفی اُس انسان کے نزدیک کیا حیثیت رکھتی ہوگی۔"

فضل نے اُسے ناصحانہ انداز میں کہا۔

"دولت کا لونڈی ہونے سے یہ مطلب نہیں کہ انسان دونوں ہاتھوں سے اپنی دولت لٹاتا پھرے۔ ایک لاکھ اشرفی بہت ہے کچھ کم کرو۔"

اس پر مغنیہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"چلو ایک دو اشرفیاں کم دے دیں۔ اس سے زیادہ میں کم قیمت پر ہرگز راضی نہیں ہوں گی۔"

"کیا یہ آپ کا حتمی فیصلہ ہے"

"حتمی اور غیر متبدل!"

اس کے بعد فضل نے مغنیہ سے اور کوئی بات نہ کی۔ وہ سیدھا عمرو عیار کے پاس پہنچا۔ اور اُسے مغنیہ کی بات سے آگاہ کیا۔ جس پر عمرو عیار نے اپنے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"خدا کی قسم! ایک لاکھ تو کیا۔ میں دو لاکھ اشرفیاں بھی دے کر اس کا گانا تنہائی میں سنوں گا۔"

فضل عمرو کی بات پر بڑا حیران ہوا۔ اُس نے پہلے تو مغنیہ کی جانب دیکھا

یروشلم پر بھی ہماری حکومت ہوگی اور ...."

ابی یاتر بات مکمل کرتے کرتے رُک گیا۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ عمی ایل سے بولا۔

"خیر چھوڑو ان باتوں کو جو بات میرے پیشِ نظر ہے۔ اُسے غور سے سنو"

اسپر عمی ایل ہوشیار ہو کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک یہودی قہوہ لے کر حاضر ہوا۔ تو ابی یاتر نے اُسے قہوہ سمیت یہ کہہ کر واپس بھیج دیا کہ جب قہوہ کی ضرورت پڑے گی۔ اسے بلا لیا جائے گا

اس کے بعد ابی یاتر نے عمی ایل سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"اگر ضروری باتوں کے دوران کھانا پینا شروع ہو جائے تو کئی اہم باتوں سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔ اس لیے میں نے قہوہ واپس بھیج دیا ہے"

اتنا کہنے کے بعد ابی یاتر نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر سامنے والی بند کھڑکی کو کھول دیا۔ پھر خلاؤں میں گھورا۔ اس کے بعد اُس نے کھڑکی سے پلٹ کر عمی ایل کی جانب دیکھا۔ آگے بڑھ کر اُس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

"عمی ایل مایوس نہ ہو" دُور دُور تک ہمارا میدان ہے۔ ہم زمین پر بھی کامیاب ہوں گے۔ اور خلا میں بھی۔ خداوند خدا ہمیں کبھی ناکام نہیں ہونے دے گا۔ وہ ہمارے ہر قدم کے ساتھ ساتھ ہے۔ یمن ہم سے چھن گیا۔ تو کیا ہوا۔ پوری دنیا ہمیں آغوش میں لینے کے لیے سخت بے قرار ہے ـــــ اپنے چند وفادار ساتھیوں کے ہمراہ بستی تیسر کی جانب بڑھو۔ وہیں قارون کا خزانہ دفن ہے ـــــ اُس بستی کے مسلمان بڑے جفاکش اور اپنے مذہب کے پابند ہیں۔ مساوات پر ایمان

رکھتے ہیں۔ ایک رائی کا دانہ بھی کسی سے زائد کھانا اچھا نہیں سمجھتے۔ تم ان کے اتحاد کی مضبوط دراڑ میں رخنہ پیدا نہیں کر سکتے۔ بلکہ کوئی بھی یہودی اُن کے اتفاق اور اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

مگر انہوں نے اپنی بستی میں ہی اپنے لیے ایک عذاب پیدا کر رکھا ہے۔ اُن کے اتحاد کی دیوار کو زمین بوس کرنے والا کلہاڑا انہیں کی بستی میں موجود ہے۔ وہ ایک ہندو ہے۔ برہمن زادہ ہے۔ جس کا نام سہدیو ہے۔ اُس کے بچے کا نام ارجن اور بیوی کا نام کنتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو مسلمانوں سے افضل اور بہتر سمجھتا ہے۔ سہدیو بیوقوف ہے حالانکہ اُسے اس بات کا علم ہی نہیں کہ یہودی قوم سب سے زیادہ افضل اور قابلِ احترام ہے۔

سہدیو مسلمانوں سے شدید نفرت کرتا ہے۔ انہیں اچھوت سمجھتا ہے۔ وہ کبھی اُن کے قریب خوشی سے نہیں جاتا۔ اناج کی مجبوری اُسے اُن تک لے جاتی ہے وہ اپنا حصّہ لے کر واپس آ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اُس وقت تک اُن کے قریب نہیں جاتا جب تک اُس کے حصے کا اناج ختم نہیں ہو جاتا ـــــ وہ مسلمانوں سے انتقام لینے کے لیے سخت بے چین رہتا ہے۔ حالانکہ مسلمانوں نے اُس سے کبھی بُرا سلوک نہیں کیا۔ یمن کے قدیم بادشاہ حارث ذُلیش۔ نے ہند پر حملہ کیا تھا اور وہی بیشمار ہندو مردوں اور عورتوں کو غلام بنا کر اپنے وطن لے آیا تھا مسلمانوں نے انہیں غلام نہیں بنایا تھا۔ سہدیو کا باپ دادا بھی انہیں میں سے ایک تھا ـــــ جب مسلمانوں کا دَور شروع ہوا۔ تو سہدیو کو خریدا۔ مگر اُس کی مسکین صورت پر اُسے ترس آ گیا۔ اور اُسے آزاد کر دیا۔ سہدیو نے یمن ہی میں ایک

ہندی عورت سے شادی کی اور اُسے لے کر تیسہ کی بستی میں چلا آیا۔ یہاں اُس کے ہاں ارجن پیدا ہوا۔ جسے وہ پیار سے راج کمار کہہ کر پکارتا ہے —— سہدیو کی بیوی کنتی ایسے منتر بھی جانتی ہے۔ کہ جن سے وہ دیوتاؤں کی روحوں سے ہمکلام ہو سکتی ہے۔ اُس کے ہاں کئی قسم کے بت رکھے ہیں۔ دونوں میاں بیوی ان کی عبادت کرتے ہیں۔ نرسنگھا بجاتے ہیں۔ سہدیو وہاں سے کبھی کا چل دیتا۔ مگر اُس کے دل میں مسلمانوں سے انتقام لینے کی آگ بھڑک رہی ہے۔ اُس نے اپنے آپ میں عہد کر رکھا ہے کہ وہ جب تک مسلمانوں سے انتقام نہیں لے لیتا۔ اُس وقت تک تیسہ سے کبھی نہیں جائے گا —— میں نے یہ تمام معلومات اپنے ایک شاگرد نحت کو سہدیو کے ہاں بھیج کر حاصل کی ہیں۔ میرے شاگرد نے اُس کے گھر پہنچ کر صاف صاف اُسے بتا دیا تھا۔ کہ وہ ایک یہودی ہے۔ اور مسلمانوں کا سخت دشمن ہے۔ اس پر سہدیو نے خوب اپنے دل کا بخار نکالا۔ اور اُسے تیسہ کے مسلمانوں کی ساری باتوں سے آگاہ بھی کر دیا —— " اتنا کچھ بتانے کے بعد ابی یاتر چُپ ہو گیا۔ عمی ایل مزید کچھ جاننے کے لیے سخت بے چین تھا مگر ابی یاتر نے اُسے سہدیو کے بارے میں مزید کچھ نہ بتایا۔ وہ اُس سے بولا۔

" عمی ایل تم اپنے ساتھ ادنان اور راخل کو لے کر سہدیو کے ہاں پہنچ جاؤ۔ اُسے کسی ایسی سازش سے آگاہ کرو۔ کہ جس پر سہدیو عمل کرتے ہوئے مسلمانوں سے کچھ زمین ہتھیانے میں کامیاب ہو جائے۔ اگر معمولی سا ٹکڑا بھی مسلمانوں نے اُسے دے دیا۔ تو کام بن جائے گا۔ تم لوگ مزید زمین ہتھیانے کے قابل ہو جاؤ گے۔ اِتنی بات یاد رکھنا۔ تیسہ کے مسلمانوں سے ٹکرانے والی کوئی بات نہ کرنا۔

اور نہ ہی اُن کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالنے کی حماقت کرنا۔ بالکل نرم اور خوش گفتار رہنا۔ مسلمانوں کو تمہارا کردار دیکھ کر یہ کہنا پڑے کہ تم جیسا نیک یہودی کوئی نہیں ہو سکتا۔ اپنے ساتھیوں کو بھی یہ ساری باتیں سمجھا دینا —— "

ابی یاتر چپ ہوا۔ تو عمی ایل نے جھٹ سے کہا۔

" کیا زمین کو حاصل کرنے کے بعد ہم وہاں سے قارون کا خزانہ نکالنے کی کاروائی شروع کر دیں —— "

" ہرگز نہیں۔ جب تک ایک بھی مسلمان تیسہ کی زمین پر آباد رہے گا۔ تم ایسا کام ہرگز نہیں کر پاؤ گے —— جب تم لوگ مسلمانوں کے مابین نفاق پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے تو وہ خود بخود اُس علاقے کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں گے —— "

اس پر عمی ایل سوچ میں پڑ گیا۔ ابی یاتر نے اُس کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

" اگر کسی قوم کو تباہ کرنا ہو تو اُس کے پیداواری ذرائع پر قابض ہو جاؤ۔ وہ قوم خود بخود تمہاری محتاج اور تباہ ہو جائے گی اور تم نے سہدیو کے ساتھ مل کر یہی سازش کرنی ہے کہ مسلمانوں کے ذرائع پیداوار کسی طرح سے تمہارے قبضہ میں آ جائیں —— "

عمی ایل نے اس پر بھی کوئی بات نہ کی۔ وہ بدستور سوچ میں پڑا رہا۔ اس پر ابی یاتر نے زوردار الفاظ میں اُس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

" کیا تمہاری جگہ مجھے کسی اور کا انتخاب کرنا ہو گا؟ تمہارے جواب نے

دیتے سے مجھے یہ کہنا پڑا ہے۔"

"نہیں ابا جی۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ میں تیسر ضرور جاؤں گا اور سہید کے ساتھ مل کر وہی کچھ کروں گا۔ جس کی آپ نے ہدایات دی ہیں — میں صرف سوچ رہا تھا۔ کہ مجھے اپنے ساتھ کسی عورت کو بھی لے جانا ہوگا۔ یا نہیں۔"

ابی یاتر نے جواب دیا۔

"نہیں۔ تمہیں اپنے ساتھ کسی عورت کو نہیں لے جانا ہوگا۔ کتنی بڑھی مکار اور چالاک عورت ہے۔ اسکو جو سمجھا دیں گے وہ اُس پر پورا پورا عمل کرے گی۔ وہ تمہارے لیے دوسری خفیہ ثابت ہوگی۔ ہاں اگر اتفاق سے کچھ پتہ چل گیا۔ اور وہ میرے ہاں آ گئی۔ تو میں اُسے فوراً تمہارے پاس روانہ کر دوں گا۔"

اسپر عمی ابی نے ضدّ کی سلامتی کے لیے دعا مانگتے ہوئے کہا۔

"عظیم تر اسرائیل کی عظیم بیٹی کو خداوند ہمیشہ سلامت رکھے۔ اور وہ جلد ہمیں آن ملے۔"

اس کے بعد دونوں کے درمیان اور بھی باتیں ہوئیں۔ پھر عمی ابی نے سفر کی تیاری کے لیے ابی یاتر سے اجازت لی۔ اور اپنے گھر چلا گیا۔

مغنیہ کی زندگی

جب مغنیہ ایک لاکھ اشرفی وصول کرنے کے بعد فنفس کے ہاں پہنچی۔ تو اُس نے رالفہ کے نام سے اپنا تعارف کرواتے ہوئے کہا۔

"مصر میرا وطن ہے۔ میرے ماں باپ انتہائی غریب تھے۔ مفلسی نے اُن کا جینا دوبھر کر رکھا تھا۔ بچوں کی پرورش اُن کے لیے سب سے بڑا مسئلہ تھا۔ میں اپنے بہن بھائیوں میں سب سے بڑی تھی۔ اس لیے مجھے بھی اپنے ماں باپ کیساتھ اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کا خیال کرنا پڑتا تھا۔ خدا نے مجھے لحن داؤدی عطا کیا ہوا ہے۔ میری آواز بڑی اچھی ہے۔ ایک بار یونہی میں نے کسی کے اشعار ترنم میں ادا کیے۔ تو میرا باپ میری آواز سن کر حیران رہ گیا۔ پھر وہ مجھے ایک رئیس کے پاس لے گیا۔ جس کا نام [illegible] تھا۔ جب اُس نے بھی میری زبان سے اشعار سنے۔ تو جھوم کر رہ گیا۔ میرے باپ سے بولا کر وہ اُس سے منہ بولی رقم لے لے اور اپنی بیٹی کو ہمیشہ کے لیے اُس کے پاس چھوڑ جائے۔ مگر میرا باپ نہ مانا۔ اسپر اس شخص میرے باپ سے جلنے لگا۔ اور انتقام لینے پر اُتر آیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ اُس نے ایک روز موقعہ پا کر اپنے ہمراہیوں سمیت میرے ماں باپ اور بہن بھائیوں کو جان سے مار ڈالا۔ مجھے وہ مارنا نہیں چاہتا تھا۔ مجھے وہ اپنے ہاں قید رکھنے کے بعد اپنی مرضی کے مطابق [illegible]

میں گانا گانے کے لیے لے جانا چاہتا تھا۔ مگر میں اُس کے ہتھے نہ چڑھی۔ اپنے گھر سے فرار ہونے میں کامیاب ہوگئی۔ مصر سے میں یمن کے علاقہ میں جا داخل ہوئی۔ وہاں ایک نیک بندے نے مجھ پر ترس کھاتے ہوئے مجھے اپنی تحویل میں لے لیا۔ اتفاق سے وہ بھی ایک گویا تھا۔ جب اُسے میری آواز سننے کا اتفاق ہوا۔ تو وہ عش عش کر اُٹھا ـــــــ اس پر اُس نے مجھے اپنی بیٹی بنالیا۔ اُس کا نام بکیر تھا۔ وہ بڑا نیک دل تھا۔ اپنے بیتے ہوئے حالات کی بناء پر میرے دل میں دولت مندوں کے خلاف ایک نفرت سی بیٹھ چکی تھی۔ میرے ماں باپ اور بہن بھائیوں کے قتل ہو جانے پر مجھے ہر شے سے نفرت ہو چکی تھی۔ اس حادثے کی وجہ سے میری آواز میں پہلے سے بھی زیادہ سوز اور درد پیدا ہو گیا تھا۔ میرے جوان ہوتے ہی بکیر مر گیا۔ اب اُس کے گھر میں ٹھہرنا میرے لئے مشکل ہو چکا تھا ـــــ کیوں کہ اُس کی بیوی مجھے اچھا نہیں سمجھتی تھی۔

اس پر میں نے اپنے آپ میں عہد کیا۔ کہ میں آئندہ تنہا زندگی بسر کروں گی۔ قہوہ خانوں میں جا کر گایا کروں گی۔ اور اس سے جو دولت پیدا ہوگی۔ اُس سے دوسرے دولت مندوں کو اپنی نفرت کا نشانہ بناؤں گی۔

چنانچہ اس خیال کو لے کر میں نے ایک لونڈی اور ایک غلام خریدا۔ میرے غلام کا نام بوعز ہے۔ اور لونڈی کا نام عزہ۔ دونوں ہر وقت ہر دم میرے ساتھ رہتے ہیں۔ اس وقت بھی وہ میرے ساتھ آئے ہیں۔ اور دونوں مکان کی دہلیز پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یمن میں میں نے کئی قہوہ خانوں میں گا کر اپنے لیے دولت پیدا کی۔ اس کے بعد جب میرا دل یمن سے بھر گیا۔ تو میں بصرہ چلی آئی۔"

اس کے بعد رائقہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب میں بصرہ میں آپ کے سامنے کھڑی ہوں۔"

"اور سرمایہ داروں کو لوٹنے کے خیال سے کھڑی ہو؟" عمرو عیار نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کے بعد فضل نے رائقہ کو بیٹھنے کے لیے کہا۔

جب وہ تینوں اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ تو رائقہ عمرو عیار سے مخاطب ہوتے ہوئے بولی۔

"میں ایک لٹی ہوئی عورت ہوں۔ کسی کے لُٹنے کا احساس مجھے کیا ہو سکتا ہے؟ بہر حال میں اپنے فن کی قیمت آدمی کی حیثیت دیکھ کر وصول کیا کرتی ہوں۔"

عمرو عیار کچھ کہنے لگا۔ تو فضل نے اُسے روکتے ہوئے کہا۔

"اب مزید باتوں میں وقت کیوں ضائع کر رہے ہو؟ رائقہ کا گانا سنو۔ اور اسے رخصت کرو۔ ہمیں اور بھی کئی کام کرنے ہیں۔"

"تمہیں ہر وقت بے معنی کاموں کی پڑی رہتی ہے۔ تمہیں بھلا قارون کے خزانے سے ہٹ کر بھی کوئی بات آتی ہے۔ میں جانتا ہوں تم نے خزانے کے سوا اور کوئی بات نہیں کرنی۔"

اس پر رائقہ نے عمرو عیار سے فوراً پوچھا۔

"قارون کا خزانہ؟ ــــــــ وہ کہاں ہے؟"

"کیا تم نے بھی اُسے حاصل کرنا ہے؟" فضل نے طنزیہ لہجہ میں اُس سے پوچھا۔

عمرو عیار نے رائقہ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"چھوڑو اس بات کو۔ یہ فضل کا فضول موضوع ہے۔ خواب میں بھی یہ قارون

کا خزانہ ہی دیکھتا رہتا ہے ـــــــ تم گانا شروع کرو۔"

اِس پر رالقہ نے اور کوئی بات نہ کی۔ اور عمرو عیار کی فرمائش پر الاسود بن یعفر کے ایک قصیدے کے چند اشعار گانے شروع کر دیے۔

اُن اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

"جو شخص عشق میں مبتلا نہیں۔ وہ مزے کی نیند سو رہا ہے۔ لیکن میں نیند محسوس ہی نہیں کر رہا۔ غم میرے بستر پر چھایا ہوا ہے ـــــ"

"یہ ناز و نعمت اور ہر وہ چیز جس سے انسان دل بہلاتا ہے۔ ایک نہ ایک دن بوسیدہ اور ختم ہو جائیں گے۔"

یہ اشعار سُن کر عمرو عیار تڑپ اُٹھا۔ اُس نے جی بھر کر رالقہ کے گانے کی داد دی۔ ایک لاکھ اشرفیاں تو وہ پہلے ہی ادا کر چکا تھا۔ لیکن گانے کے دوران بھی اُس نے بیشتر اشرفیاں رالقہ پر نثار کر دیں۔

فضل نے اُسے روکنے کی کئی بار کوشش کی۔ مگر عمرو عیار تو پاگل ہوا جاتا تھا۔ اُس نے رالقہ کی زبان سے الاسود کے اشعار کئی بار سُنے۔ اور ہر بار اشرفیوں کی بوچھاڑ کے ساتھ اُسے داد دی۔

آخر جب عمرو عیار کے پاس تمام اشرفیاں ختم ہو گئیں۔ تو اُس نے رالقہ کو گانے سے روک دیا۔ وہ بولا۔

"تمہارے لب کی ایک ایک جنبش پر اگر دولت نثار نہ کی جائے۔ تو گانا سُننے کا لُطف ہی کیا۔ میرے پاس اشرفیاں ختم ہو گئی ہیں۔ کل پھر تمہارا گانا سُننے کے لیے تمہیں یہاں بلواؤں گا۔"

"آپ کو پھر ایک لاکھ اشرفی ادا کرنی ہو گی۔"

"کوئی بات نہیں .... میں ایک لاکھ اشرفی کل پھر ادا کر دوں گا۔"

فضل بن منذر عمرو عیار کا مُنہ دیکھ رہا تھا۔ کہ اسے ہو کیا گیا ہے۔ یہ کیا کہہ رہا ہے؟" اور کیا کر رہا ہے؟ کیا اس کی عقل تو نہیں ماری گئی۔ اُس نے رالقہ کے سامنے تو عمرو عیار سے کوئی بات نہ کی۔ مگر جب رالقہ دولت سمیٹ کر چلی گئی تو فضل عمرو کے گلے پڑ گیا۔ وہ اُس سے بولا۔

"میرے خیال میں عمرو تمہارا دماغ چل گیا ہے؟"

"یار کیسی بیہودہ بات کہہ رہے ہو۔ تم نے میری ساری عمر بیت گئی ہے۔ جنوں اور بھوتوں سے جھگڑتے اور لڑتے ہوئے۔ اگر زندگی میں ایسا خوبصورت موقع مل ہی گیا ہے تو میں اسے ضائع کیوں کروں۔ دو چار لاکھ اشرفیاں اگر رالقہ کو میں نے دے دیں۔ تو اس سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا؟"

"تم بے وقوف ہو۔ مجھے تو خطرہ ہے۔ کہیں تم اس کی محبت میں گرفتار ہی نہ ہو کر رہ جاؤ۔"

"تو کیا ہو گا۔ میں اس سے شادی کر لوں گا۔ آخر اسلام میں چار شادیوں کی اجازت ہے۔ میں اگر دو کر لوں گا تو کونسا تیر مار لوں گا۔"

فضل بولا۔ "شہزادی بلقیس نہیں کہ بیاہی جائے گی۔"

"بلقیس محبت ہے۔ جبرائیل نہیں ہے۔ تم اُس کی فکر نہ کرو۔ وقت آنے پر میں اُس سے بھی نپٹ لوں گا۔"

"اِس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہارا رالقہ سے شادی کرنے کا ارادہ ہو گیا ہے۔"

عمرو عیار نے فضل سے اپنا پیچھا چھڑواتے ہوئے کہا۔

"یار تم نے تو گانے کا سارا مزہ ہی کرکرا کر دیا ہے۔ چھوڑو اس فضول بات کو۔ وقت پر جو ہونا ہوگا۔ ہو جائے گا۔"

اتنا کہنے کے بعد عمرو عیار نے فضل کو سلام کیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا۔ اس کے گھر سے باہر نکل گیا۔ فضل اُسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

عمی ایل اپنے سفر پر

عمی ایل اپنے دو ساتھیوں راخل اور اوزان کے ہمراہ یہودیوں کی ایک بستی میں پہنچا۔ اس بستی میں ضلہ کی چچازاد بہن بشامہ رہتی تھی۔ وہ عمی ایل کو خوب اچھی طرح سے جانتی تھی۔

بشامہ نے جب عمی ایل کو بستی میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ تو وہ اُس کی جانب یہ کہتے ہوئے دوڑی۔

"اے ربی ۔ ۔ ۔ خداوند خدا کا سایہ ہمیشہ تم پر سلامت رہے۔ میری بہن ضلہ کو نہیں لائے۔"

عمی ایل گھوڑے پر سے نیچے اُترا۔ اوزان اور راخل بھی اپنے اپنے گھوڑے

سے نیچے اُتر پڑے۔ عمی ایل نے شفقت سے بشامہ کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"وہ آئے گی ۔ ۔ ۔ ۔ بالکل اسی طرح جس طرح سے سورج کی پہلی مقدس کرن ہمارے گھروں کو چھوتی ہوئی پھسلتی ہے۔ وہ عظیم اسرائیل کی بیٹی ہے۔ موت اسے وقت سے پہلے اپنی سیاہ چادر میں لپیٹ نہیں سکتی۔ بشامہ تم فکر نہ کرو۔ ضلہ ضرور آئے گی۔"

بشامہ بولی۔ "اے ربی! تیری باتوں سے پتہ چلتا ہے۔ کہ تجھے ضلہ کے بارے میں کوئی علم نہیں۔ جمور نے مجھے بتایا تھا۔ کہ مین کی زمین یہودیوں کے ہاتھوں سے یوں پھسل نکلی ہے۔ جیسے کسی کے ہاتھ سے تڑپتی ہوئی مچھلی نکل جاتی ہے۔ کیا ضلہ کو مین کی زمین نے اپنا لقمہ تو نہیں بنا لیا۔"

"نہیں بشامہ نہیں۔ ایسا نہ کہو۔ ہیکل سلیمانی کی قسم! ضلہ اپنے دشمن کے ہاتھوں مرنے والی نہیں ہے۔ وہ زندہ ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ موت نے ابھی اُس پر سایہ نہیں کیا ہے۔ وہ عنقریب ہمیں آ کر ملے گی ۔ ۔ ۔"

بشامہ کو عمی ایل کی باتوں سے اطمینان تو نہ ہوا۔ لیکن اُس نے ضلہ کے بارے میں دوبارہ اُس سے بات بھی نہ کی۔ وہ اُن تینوں کو اپنے گھر لے آئی۔ جہاں اُس کے ضعیف العمر باپ جیرو نے اُن کا استقبال کیا۔

جیرو کی عمر سو سال سے اوپر تھی۔ اُسے تاریخ پر عبور حاصل تھا۔ دراصل عمی ایل اُسے ہی ملنے کی خاطر اس بستی میں آیا تھا۔ وہ جیرو سے مل کر اس بات کا پتہ چلانا چاہتا تھا۔ کہ قارون کا خزانہ واقعی مقام تیمہ پر غرق ہوا تھا۔ یا کہیں اور غرق ہوا تھا۔ اُسے اب ابی یاتر کی تحقیقات پر بھی بھروسہ نہیں تھا۔ وہ اب اپنے طور پر خزانے کی غرقابی کے مقام کا پتہ چلانے کے بعد آگے بڑھنا

چاہتا تھا۔۔۔ یمن میں جو کچھ اُس کے اور اُس کے ساتھیوں کے ساتھ پیش آچکا تھا۔ اب وہ اُسے دوہرانا نہیں چاہتا تھا۔۔۔ نہ ہی اس قسم کے حالات سے دوچار ہونے کے لیے تیار تھا۔ وہ اب جلد از جلد خزانے کو پانا چاہتا تھا تاکہ عظیم تر اسرائیل کے لیے کام شروع کر دیا جائے۔ اُن تمام زمینوں اور مقامات کو مسلمانوں سے پھر سے خرید لیا جائے۔ جن کو مسلمانوں نے کوڑیوں کے مول اُن سے خریدا تھا۔

اب وہ زیادہ عرصہ تک مسلمانوں کے اقتدار کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس لیے اب وہ ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھا رہا تھا۔

جب وہ تینوں آرام سے جیرو کے سامنے بیٹھ گئے تو بشامر نے اُن کے سامنے قہوہ لا رکھا۔ اوناں نے قہوہ پیالیوں میں ڈالا۔ ازمل نے سب سے پہلے جیرو کی خدمت میں قہوہ پیش کیا۔ مگر جیرو نے قہوہ کی پیالی لینے سے انکار کرتے ہوئے کہا۔

"ربی، ہمارے لیے محترم ہے۔ سب سے پہلے اسے قہوہ پیش کرو۔"

اس پر ازمل نے عمی ایل کو قہوہ کی پیالی دے دی۔ پھر چارڈل نے کوئی بات کرنے سے پہلے ایک ایک چسکی قہوہ کی لی۔ پھر عمی ایل نے بات کا آغاز کیا۔

"ہم ہیکل سلیمانی کی تعمیر اور عظیم تر اسرائیل کے لیے قارون کا خزانہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ربی ابی یاتر کا خیال ہے کہ وہ خزانہ مقام تیہ پر غرق ہوا تھا۔ چونکہ آپ کو بزرگوں کی تاریخ پر عبور حاصل ہے۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ کہ وہ خزانہ مقام تیہ پر غرق ہوا تھا۔ یا کہیں اور۔۔۔۔۔۔"

جیرو نے قہوہ کی ایک اور چسکی لی۔ اس کے بعد اس نے پُرسکون لہجہ میں

جواب دیا۔

"ربی ابی یاتر، عظیم تر اسرائیل کا وفادار خادم ہے۔ شاید اُسے تاریخ پر عبور حاصل نہیں ہے لیکن اُس نے مقام تیہ درست ہی بتایا ہے۔ لیکن۔۔۔"

جیرو نے اگلا جملہ مکمل نہ کیا۔ جس پر عمی ایل نے پوچھا۔

"آپ بات کرتے کرتے رُک کیوں گئے ہیں؟ آپ کھل کر بات کریں۔ ہم آپ کی ہر بات کھلے دل سے سنیں گے۔"

اس پر جیرو نے اُسے جواب دیا۔

"میں اس بات کے حق میں نہیں ہوں۔ کہ عظیم تر اسرائیل اور ہیکل سلیمانی کے لیے قارون کا خزانہ تلاش کیا جائے۔ اور جب وہ مل جائے تو اُس کی دولت سے دونوں کی تعمیر ہو۔"

عمی ایل نے جیرو کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس بارے میں بحث یہودیوں کے ایک بڑے اجلاس میں ہو چکی ہے۔ چونکہ قارون ہمارے خداوند موسیٰ ہی کی بدولت سرمایہ دار ہوا تھا اس لیے اُس کی دولت پر ہمارا حق ہے۔ خداوند خدا کے عذاب کی بدولت قارون پر اُس کے قبیلہ پر وہ دولت حرام ہو چکی ہے۔ مگر ہم پر وہ حلال ہے۔ اس لیے اُسے پانا ہمارا موروثی حق ہے۔"

اس پر جیرو نے چند لمحوں تک عمی ایل سے کوئی بات نہ کی۔ پھر اُس نے عمی ایل سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"وہ خزانہ مسلمانوں کے علاقہ میں موجود ہے کیا تم لوگ وہاں سے خزانہ پانے

میں کامیاب ہو جاؤ گے؟"

عمی ایل نے قہوہ کی پیالی طشت میں رکھتے ہوئے جواب دیا۔

"اگر ہم لوگ مسلمانوں کے درمیان نفاق پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ تو پھر خزانہ پانے میں مشکل نہ ہو گی۔"

"جن مسلمانوں کا ایمان کمزور ہوتا ہے۔ اُن کے درمیان نفاق پیدا کرنا کچھ مشکل نہیں۔ مگر مضبوط ایمان والے مسلمان اپنے دشمن کی ہر سازش کو ناکام بنا دیتے ہیں۔"

اس پر عمی ایل نے جواب دیا۔

"آپ کا یہ خیال کسی حد تک درست ہے مگر ہم نے بھی کچی گولیاں نہیں کھیلیں۔ ہم بڑے بڑے شہ زور مسلمانوں کو چت گرانے کا گُر خوب اچھی طرح سے جانتے اور سمجھتے ہیں۔"

"یہودا کی اولاد، خداوند خدا کی پیاری مخلوق ہے۔ اُس نے ہمیشہ یہودا کی نسل پر رحم کیا ہے اور اُسے اچھی سے اچھی زمین اور ملک دیا ہے۔ اب کی بار بھی ہم ضرور کامیاب ہوں گے۔"

اتنا کہنے کے بعد حیرو نے دو چار چسکیاں قہوہ کی لیں۔ اس کے بعد اُس نے مزید کہا۔

"اسلام ایک عارضی مذہب ہے۔ جلد ہی مسلمانوں کی توجہ اس سے ہٹ جائے گی صرف رسموں تک مذہب محدود ہو کر رہ جائے گا۔ قوم پرستی کا جذبہ بھی فرقوں میں بٹ کر ختم ہو جائے گا۔ یہ سب کچھ عنقریب ہو جائے گا۔ اس لیے ہمیں نا اُمید نہیں ہونا چاہیئے۔ عظیم تر اسرائیل کی حکومت میں ہیکل سلیمانی کے مینار

ضرور بلند ہوں گے۔"

حیرو کی اس بات پر عمی ایل کے ایک ساتھی اوزان نے خوش ہو کر فتح کا نرسنگھا بجایا۔ راحیل نے اُٹھ کر نعرہ مارا۔ اور عمی ایل نے اپنی کامیابیوں کے لیے دعا مانگی۔ اس کے بعد وہ تینوں حیرو سے ہاتھ ملانے کے بعد اُس کے مکان سے باہر نکل آئے۔ مکان سے باہر بشامہ کھڑی تھی۔ اُس نے عمی ایل کو دیکھتے ہی کہا۔

"اے ربّی! میری بہن ضدّہ کی تلاش کرو۔ ہم اُس کے بغیر ادھورے ہیں۔"

عمی ایل نے اس کے دونوں شانوں پر اپنے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارا باپ حیرو ایک باحوصلہ انسان ہے۔ اُس نے اپنی پوری گفتگو میں ضدّہ کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ وہ خود بھی اُداس نہیں ہوا۔ اور نہ ہی اُس نے ہمیں غمگین کیا ہے۔

اے خوبصورت عورت! تو بھی حوصلے اور ہمت سے کام لے۔ خداوند خدا نے چاہا تو ضدّہ بھی اور تمہیں جلد آ کر ملے گی۔"

اتنا کہنے کے بعد عمی ایل اور اُس کے ساتھی اپنے اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اور بستی سے باہر نکل گئے۔

بشامہ اپنی جگہ پر کھڑی اُس وقت تک انہیں جاتا ہُوا دیکھتی رہی جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو گئے۔

عمرو عیار کے ارادے

فضل بن منذر دروازہ سے باہر کھڑا تھا۔ اور شہزادی بلقیس دروازے کی اوٹ میں کھڑی فضل بن منذر کی باتیں بڑے غور سے سن رہی تھی۔ فضل بن منذر اُسے عمرو عیار کے بارے میں بتاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اب تو عمرو میرے ہوتے ہوئے رائقہ سے کوئی بات بھی نہیں کرتا۔ اس کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ میں ان دونوں کے درمیان سے ہٹ ہی جاؤں تو بہتر ہے۔ میں بھی سمجھ جاتا ہوں کہ وہ دونوں میری موجودگی سے بیزار ہیں۔ اس پر میں خود ہی اُن کے پاس سے اُٹھ کر باہر چلا جاتا ہوں۔"

"کیا عمرو اُس سے شادی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے؟" بلقیس کے پوچھنے پر فضل نے جواب دیا۔

"میں نے اس بارے میں عمرو سے خود بات کی تھی۔ کہ وہ رائقہ پر کیوں اتنا مائل ہے؟ کیا وہ اُس سے شادی کا خواہش مند تو نہیں۔"

"پھر اُس نے جواب کیا دیا۔" بلقیس نے کچھ بے چین ہوتے ہوئے پوچھا۔

فضل بولا۔ "آپ اُس کا جواب نہ ہی سُنیں تو بہتر ہے۔ آپ کو سُن کر دکھ ہوگا۔"

اس پر بلقیس نے بُجھی ہوئی آواز میں کہا۔ "فضل بھائی اب تو اپنے باپ

کی موت کے دُکھ کے سامنے ہر دکھ معمولی معلوم ہوتا ہے۔ آپ کھُل کر بات کریں۔ مجھ میں برداشت کا حوصلہ موجود ہے۔"

فضل نے جواب دیا۔ "عمرو نے مجھ پہ واضح کر دیا کہ وہ رائقہ سے شادی کر کے رہے گا۔ اس پر میں نے اُسے آپ کی وفاداریوں کا احساس دلایا۔ مگر عمرو نے میری کسی بھی بات کو کوئی اہمیت نہ دی۔"

"بس کرو فضل بھائی۔ اب کوئی بھی بات کرنا فضول ہے۔ آپ جائیں۔ میرا اللہ حافظ ہے۔"

اس پر فضل نے بلقیس کو سلام کیا اور عمرو کے گھر سے اپنے گھر کی جانب چل پڑا۔

فضل کے جانے کے کچھ دیر بعد عمرو عیار گھر میں داخل ہوا۔ اُس نے بلقیس کی جانب دیکھا تو اُسے سخت غصے کی حالت میں پایا۔ عمرو نے کسی بندر کی طرح بتیسی نکالتے ہوئے کہا۔

"خیر تو ہے۔ آج منہ پر سوجن کیوں پڑی ہے؟"

بلقیس نے پہلے سے بھی زیادہ غصے کے ساتھ عمرو کی جانب دیکھا۔ تو وہ اُچھل کر دُور جا کھڑا ہوا اور بولا۔

"اللہ رحم کرے ——— آج تو کچھ ضرورت سے زیادہ ہی نرم گرم دکھائی دے رہی ہو۔"

"میں پوچھتی ہوں رائقہ کون ہے؟" بلقیس نے انتہائی غصے کے ساتھ پوچھا۔ بلقیس کے پوچھنے پر ہی عمرو عیار ساری بات سمجھ گیا کہ اسے کسی نے اگر

رائقہ کے بارے میں بتا دیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود عمرو نے انجان بنتے ہوئے کہا،

"رائقہ؟ کون رائقہ؟ کس کی رائقہ؟"

بلقیس بولی۔ "بے وقوف بنانے کی کوشش نہ کرو عمرو۔ میں ساری بات جان چکی ہوں۔ تم رائقہ نامی فاحشہ عورت سے شادی کرنے کے خواہش مند ہو۔ تم اُس کا گانا بھی ہر روز سنتے ہو۔"

اب عمرو کے لیے اپنی بُرائی پر پردہ ڈالنا مشکل ہو گیا تھا۔ اُس نے سنبھل کر کہا۔

"تمہاری معلومات کی میں داد دیتا ہوں۔ مگر تم اتنا تو بتاؤ کہ یہ ساری معلومات تمہیں فراہم کس نے کی ہیں؟"

بلقیس بولی۔ "تم اِس بات کو چھوڑو۔ صرف میری بات کا جواب دو۔ کیا یہ سچ نہیں کہ تم رائقہ سے شادی کرنا چاہتے ہو؟"

بلقیس کی اِس بات پر عمرو سوچ میں پڑ گیا۔ ایک طرف رائقہ تھی جس سے عمرو بے حد متاثر تھا۔ اور اُس سے شادی کرنے کا خواہشمند تھا۔ دوسری طرف اُس کی اپنی بیوی تھی۔ جس نے ہر مشکل اور مصیبت میں اُس کا ساتھ دیا تھا۔ وہ اُسے کیا جواب دے کیا نہیں۔ اُس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

بلقیس نے جب اُسے مسلسل خاموش پایا۔ تو رہ نہ سکی۔ آگے بڑھ کر اُس نے عمرو کو کاندھے سے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

"کیا تمہیں سانپ سونگھ گیا ہے۔ میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتے۔"

عمرو نے غور سے بلقیس کی جانب دیکھا۔ پھر اُسے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔ "بلقیس میں رائقہ سے ضرور شادی کروں گا۔ میں نے اُس سے وعدہ

کر رکھا ہے۔"

عمرو کی اِس بات پر بلقیس نے اپنے دونوں کانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے چلّا کر کہا۔ "نہیں! ایسا نہیں ہو سکتا۔"

"ایسا ہو کر رہے گا۔ یہ میری عزّت کا معاملہ ہے۔"

"اگر تم نے رائقہ سے شادی کی تو مجھے چھوڑنا ہوگا۔"

بلقیس کی اِس بات پر عمرو نے ایک بار پھر اُس کی جانب غور سے دیکھا۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بولا۔

"اسلام میں چار شادیوں کی اجازت ہے۔ اور پھر میں تو دوسری شادی ہی کر رہا ہوں۔ تیسری یا چوتھی شادی تو نہیں اور تم یہ بات بھی خوب اچھی طرح سے جانتی ہو۔ کہ میں اگر چار شادیاں بھی کر لوں۔ تو چاروں بیویوں کے حقوق پورے پورے ادا کر سکتا ہوں۔"

"میں حقوق کی بات نہیں کر رہی۔ اپنی عزّت اور اپنے وقار کی بات کر رہی ہوں۔ اگر تمہیں رائقہ سے شادی کرنے کا اتنا ہی شوق ہے۔ تو مجھے اپنے راستے سے ہٹا دو۔"

"ٹھیک ہے۔ تم اپنے بھائی کے پاس مِن چلی جاؤ۔"

"یہ تمہارا اٹل فیصلہ ہے؟"

عمرو نے تن کر کہا۔

"ہاں۔ یہ میرا اٹل اور حتمی فیصلہ ہے۔" اتنا کہہ کر عمرو اسی وقت گھر سے باہر نکل گیا اور بلقیس نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔

عمرو عیار رائقہ کے جنگل میں

رائقہ کو عمرو عیار کا پیغام پہنچ چکا تھا۔ مگر وہ ابھی تک گانے کے لیے نہیں پہنچی تھی۔ عمرو عیار فضل کے پاس بیٹھا بڑی بے چینی سے اُس کا انتظار کر رہا تھا۔

فضل نے عمرو عیار کی بے چینی کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"آخر ایسی بھی بے چینی کیا؟"

"رائقہ دولت کی بھوکی ہے۔ وہ ایک لاکھ اشرفیاں لینے کی خاطر ضرور یہاں آئے گی۔"

"یار! آج میرا دل بڑا بے چین ہے۔ نہ جانے کس بدبخت نے میرے گھر جا کر شہزادی کو میرے اور رائقہ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے۔ شہزادی کل سے آگ کا انگارہ بنی ہوئی ہے۔ آج جب میں اپنے گھر سے چلا۔ تو اُن کے تیور کچھ اچھے دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ اس لیے میں رائقہ کا گانا سن کر جلد از جلد گھر واپس جانا چاہتا ہوں۔"

"اچھا تو یہ بات ہے۔" فضل نے کچھ حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"تمہارے خیال میں وہ کون ہو سکتا ہے۔ جس نے شہزادی صاحبہ کو جا کر تمہارے ان حالات سے آگاہ کیا؟"

"تمہارے سوا دوسرا اور کون ہو سکتا ہے؟"

اس پر فضل ہکلاتے ہوئے بولا۔

"کیا ۔۔۔۔ کہا ۔۔۔ میں ۔۔۔"

"نہیں تو، اور تمہارے فرشتے، تم نے میرے نزدیک یہ کوئی بُرا کام نہیں کیا ہے۔ ہر اچھے دوست کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے دوست کو بُرائی سے روکنے کے لیے کوئی نہ کوئی قدم ضرور اُٹھائے۔ تم نے اگر شہزادی کو جا کر میرے ان حالات سے آگاہ کیا ہے۔ تو تم نے بُرا نہیں کیا۔ میری بھلائی ہی کی خاطر ایسا کیا ہے۔ مگر آج ہی تمہیں اپنے اس فیصلہ سے آگاہ کیے دیتا ہوں۔ کہ میں شہزادی کو ناراض کیے بغیر رائقہ سے شادی کر لوں گا۔"

"ناممکن ۔۔۔۔۔۔" فضل نے بھی پورے وثوق سے کہا۔ "شہزادی صاحبہ اِس بات پر کبھی رضامند نہ ہوں گی۔"

"بڑا مان ہے تمہیں اپنی بات پر؟"

عمرو عیار نے اتنا ہی کہا تھا کہ رائقہ مٹکتی ہوئی ہاتھ میں رباب لئے کمرے میں داخل ہوئی۔

عمرو عیار اُسے دیکھتے ہی اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ آگے بڑھ کر اُس کے ہاتھ کو پکڑ کر اُسے بوسہ دیا۔ پھر بڑے احترام سے اُسے اپنے سامنے بٹھایا۔

فضل عمرو کی ایک ایک حرکت پر اپنے دل میں ہنس رہا تھا۔

رائقہ نے بیٹھتے ہی اپنے غلام عنبر کو آواز دی۔ قوی الجثہ حبشی کمرے

میں داخل ہُوا۔ تو راُلقہ نے اُس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"عنبر، امیر عمرو سے ایک لاکھ اشرفی لے کر اپنے پاس سنبھال لو۔"

راُلقہ کی اِس بات پر عمرو نے مُسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا تمہیں میری ذات پر اعتماد نہیں۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ میں تمہارا گانا سننے کے بعد تمہیں ایک لاکھ اشرفی نہیں دوں گا۔"

راُلقہ نے ایک ہلکا سا قہقہہ مارتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ پر اعتماد ہے۔ لیکن آپ کے نام کے ساتھ جو لفظ عیّار ہے۔ اُس پر اعتماد نہیں۔"

"میری عیّاری اُن کے لیے ہے۔ جہاں دوستوں میں دھوکہ اور فریب دکھائی دے۔ میں عیّاروں کو اپنی عیّاری دکھاتا ہوں تم جیسی نازک اندام حسین عورتوں کو نہیں۔"

اس پر راُلقہ بولی۔ "میں بھی تو آپ سے عیّاری کر سکتی ہوں۔"

عمرو مُسکراتے ہوئے بولا۔ "تمہاری عیّاری پر تو میں مر مٹوں گا لیکن تمہیں اپنی عیّاری نہیں دکھاؤں گا۔"

فضل کے نزدیک یہ سب فضول اور بے معنی باتیں تھیں۔ اس لیے اُس نے عمرو سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"یار ان فضول باتوں کو چھوڑو۔ اپنے وعدے کے مطابق ایک لاکھ اشرفیاں راُلقہ کے کہنے پر عنبر کے حوالے کرو۔ اور گانا سنو ــــــ"

امیر عمرو نے ایک لاکھ اشرفیوں کے تھیلے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے عنبر غلام

سے کہا۔ "لو اُٹھا لو۔ گناہوں کا یہ بوجھ۔"

راُلقہ ہنستے ہوئے بولی۔

"حضور۔ یہ گناہوں کا بوجھ نہیں۔ میرے فن کی قیمت ہے۔"

پھر راُلقہ نے الاضبط کے یہ اشعار گائے۔ جن کا مطلب یہ ہے۔ "اگر کوئی اجنبی کبھی تعلقات پیدا کرے، تو تُو اس کے ساتھ تعلقات قائم کر۔ اور اگر قریبی رشتہ دار بھی تعلقات منقطع کرے۔ تو تُو اُسے دُور پھینک دے۔

جو کچھ بھی زمانہ تجھے دے۔ اسے قبول کر۔ جو شخص اپنی زندگی سے خوش ہوتا ہے۔ اُسے اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔"

یہ اشعار عمرو عیّار کے حسبِ حال اور انتہائی پسندیدہ تھے۔ اُس نے بار بار ان اشعار کو سُنا اور سُننے کے ساتھ ساتھ اشرفیاں بھی راُلقہ پر نثار کیں۔ راُلقہ کی لونڈی عزہ اشرفیاں سمیٹنے اور سنبھالنے میں پیش پیش تھی۔ جب راُلقہ خوب اچھی طرح گا چکی تو عمرو عیّار نے فضل کو اشارہ کیا کہ وہ باہر چلا جائے تاکہ وہ تنہائی میں راُلقہ سے کوئی بات کر سکے۔ مگر راُلقہ نے عمرو کے اشارے کو بھانپ لیا تھا۔ اس لیے جب فضل عمرو کے اشارے پر اُٹھ کر جانے لگا۔ تو راُلقہ نے اسے روکتے ہوئے کہا۔

"جسے اپنے دوست پر اعتماد نہیں۔ اُسے کسی پر اعتماد نہیں ہو سکتا۔" پھر اُس نے عمرو سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"اے امیر عمرو۔ میں تیری ہر بات تیرے دوست ہی کے سامنے سنوں گی تاکہ اگر تیرے اور میرے درمیان کوئی معاملہ طے ہو جائے۔ تو تیرا یہ دوست ہم دونوں کا گواہ رہے۔"

"اگر یہ بات ہے تو میری بات غور سے سنو۔ میں تم سے شادی کا خواہش مند ہوں۔" پھر اس نے رائقہ کے جواب کا انتظار کئے بغیر کہا۔

"دیکھو رائقہ میری بات کا انکار نہ کرنا۔ خدا کے فضل و کرم سے میرے پاس اتنی دولت ہے۔ کہ وہ دولت ہماری سات پشتوں تک بھی ختم نہیں ہو سکتی۔"

عمرو کی بات پر فضل بن سند تڑپ کر رہ گیا وہ عمرو سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ مگر کوئی بات کئے بغیر اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

رائقہ نے فضل کو جاتے ہوئے دیکھا تو عمرو سے بولی۔

"غالباً تمہارے دوست کو تمہاری بات اچھی نہیں لگی۔"

"مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ یہ تو محض کیمیاگر ہے۔ جو سونا بنانے اور تلاش کرنے کے لالچ میں اپنی دولت برباد کر رہا ہے۔ اسے ایسی باتوں سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔"

عمرو کی اس بات پر رائقہ نے کہا۔

"امیر عمرو، میں اپنی شادی کا فیصلہ اتنی جلد نہیں کر سکتی۔ مجھے کچھ سوچنے کی مہلت دیجئے۔"

"سوچنے کی مہلت؟ وہ کس لیے؟" عمرو اپنی بات منوانے پر تلا ہوا تھا۔ رائقہ نے اپنے غلام عنبر اور لونڈی عزہ کی جانب دیکھا۔ دونوں رائقہ کا مطلب سمجھ گئے۔ اور اسی وقت کمرے سے باہر نکل گئے۔

رائقہ اٹھ کر کمرے کی کھڑکی کے پاس پہنچ کر کھڑی ہو گئی۔ کچھ سوچتی رہی۔

ہاں یا ناں سننے کے لیے سخت مضطرب تھا۔

پھر رائقہ نے عمرو سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"امیر عمرو، تمہاری ایک بیوی ہے جو بچہ جننے والی ہے۔ تمہاری بیوی شاہ یمن کی بیٹی بھی ہے۔ کیا وہ اپنے گھر میں میرے وجود کو برداشت کر لے گی؟"

رائقہ کی اس بات پر عمرو نے حیران نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔ رائقہ بولی۔

"اس میں حیران ہونے کی کیا بات ہے۔ میری لونڈی عزہ اس معاملے میں کافی ہوشیار ہے۔ اس نے پہلے دن ہی آپ کے بارے میں ساری باتوں کا پتہ چلا لیا تھا۔"

"تم اپنی جگہ کافی ہوشیار اور چالاک عورت ہو۔" عمرو نے بھی اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ اس پر رائقہ اس سے بولی۔

"یا امیر! میں نے زمانے کی مار کھائی ہے۔ اس لیے میں ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھاتی ہوں۔ میں شہزادی بلقیس کی جانب سے قطعاً غیر مطمئن ہوں اگر آپ مجھ سے شادی کے خواہش مند ہیں تو اس کے لیے آپ کو شہزادی بلقیس کو چھوڑنا ہوگا۔"

عمرو جواب میں بولا۔ "شہزادی کے بارے میں تمہاری سوچ غلط ہے۔ میں اس کی طبیعت سے آگاہ ہوں۔ اگر کسی نے تم سے شادی کر لی۔ تو وہ برا تو ضرور منائے گی۔ مگر تمہیں اپنے گھر میں خوش آمدید کہتے ہوئے بخل سے کام نہیں لے گی۔"

"عورت سب کچھ برداشت کر سکتی مگر سوکن کا وجود برداشت نہیں کر سکتی۔" رائقہ نے اتنا کہنے کے بعد مزید کہا۔

"یا امیر! میں بھی اپنی جگہ سوچتی ہوں۔ آپ بھی اچھی طرح سوچ لیں۔ جب ہم دونوں اپنی اپنی جگہ سوچ لیں گے تو پھر کسی نتیجہ پر بھی پہنچ جائیں گے۔ اس وقت میں جاتی ہوں پھر کسی دوسری ملاقات میں آپ سے اِس بارے میں ضرور گفتگو ہو گی۔"

اتنا کہنے کے بعد رانقہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ عمرو اُسے دیکھتا رہ گیا۔

رانقہ کا اصلی رُوپ

رانقہ جب بصرہ میں داخل ہوئی تھی تو اُس کی حقیقت سے کوئی بھی آگاہ نہیں تھا کہ وہ کون ہے؟ کون نہیں! سب اُسے مصر کی رہنے والی مغنیہ ہی تصور کرتے تھے۔ اور اس مغنیہ پر عمرو عیار دل و جان سے فدا تھا۔ لیکن یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ رانقہ اصل میں ایک یہودن ہے۔ اور اس کا اصلی نام ضلہ ہے۔ جو یمن سے زندہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ کچھ عرصہ تک صحراؤں میں دھکے کھاتی پھری۔ اس کے بعد مصر چلی گئی۔ مصر میں اُس نے ایک مسلمان دولت مند سے شادی کر لی۔ پھر بہت سا مال اُس سے ہتھیانے کے بعد اُس نے اُس دولت مند سے طلاق حاصل کر لی۔ وہ دولت مند بھی جس کا نام عثمان تھا۔ رانقہ کی اصلیت

کو جان نہ سکا۔ کچھ عرصہ تک مصر میں رہنے کے بعد اُس نے ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت یمن کا سفر کیا۔ یمن میں امن و امان ہو چکا تھا۔ اُس نے بھیس بدل کر یہ سفر محض اپنے ساتھیوں سے ملنے کی غرض سے کیا۔ مگر اُسے وہاں کوئی بھی نہ ملا۔ پھر اُس نے عمرو سے انتقام لینے کی غرض سے بصرہ کا سفر کیا جو غلام اور لونڈی اس کے ہمراہ بصرہ میں موجود تھے۔ ان دونوں کو اس نے مصر ہی میں خرید کیا تھا۔ وہ بصرہ میں محض عمرو عیار کو ہتھیانے اور تباہ کرنے کے لیے آئی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ عمرو عیار ایک ایسا انسان ہے جو یہودیوں کے لیے بیحد خطرناک اور خوفناک ہے۔ اور یہی شخص یمن میں یہودیوں کو شکست کا سبب بنا تھا۔ اُس کے پاس ایک ایسا تھیلا ہے۔ جس سے وہ بڑے بڑے جنوں کو اس میں قید کر لیتا ہے۔ انسان کی اُس تھیلے کے سامنے کوئی حیثیت نہیں۔ وہ اُس سے ہر قیمت پر زنبیل ہتھیانا چاہتی تھی۔ اس کے علاوہ اُسے اس حد تک بے بس کر دینا چاہتی تھی کہ وہ آئندہ یہودیوں کے لیے خطرے کا سبب نہ بن سکے۔ عمرو کے بارے میں مکمل معلومات اُس نے یمن ہی میں فراہم کر لی تھیں۔ اب رانقہ اپنے آپ میں خوش تھی۔ وہ جان چکی تھی کہ اب عمرو اس کے جال سے بچ کر نہیں نکل سکتا۔ وہ اس کے دامِ فریب میں پوری طرح سے پھنس چکا ہے۔ اب اُس کی زندگی اور موت کی باگ ڈور اُس کے اپنے ہاتھوں میں ہے۔ مگر عمرو اُس کی حقیقت سے قطعاً آگاہ نہیں تھا۔ وہ اُسے ایک مسلمان مغنیہ ہی تصور کیے ہوئے تھے۔ اور یہی عمرو کی سب سے بڑی کم عقلی تھی۔

رانقہ اپنے مکان میں بڑی تمکنت کے ساتھ ایک شاندار قالین پر گاؤ تکیے

کے سہارے بیٹھی تھی ۔ وہ قہوہ پینے کے ساتھ ساتھ کچھ سوچ بھی رہی تھی ۔ پھر اُس نے اپنے غلام اور لونڈی کو آواز دے کر اپنے پاس بلوایا۔ جب وہ دونوں آ گئے ۔ تو ضستہ نے اُن دونوں کو اپنے سامنے بیٹھنے کو کہا۔ جب وہ بیٹھ گئے ۔ تو ضستہ نے اُن دونوں کی جانب غور سے دیکھتے ہوئے اپنے دل میں کہا۔ یہ بدبخت بھی مسلمان ہیں۔ اگر میں نے ان دونوں پر اپنا آپ ظاہر کر دیا۔ تو یہ کبھی میرا ساتھ نہیں دیں گے۔ ممکن ہو سکتا ہے۔ یہ میری کسی بات سے ناراض ہو کر میرا راز ہی فاش کر دیں۔ اس لیے ان دونوں کو حقیقتِ حال سے آگاہ نہیں کرنا چاہیئے ۔ بلکہ کوئی ایسی چال چلنی چاہیئے ۔ کہ جس پر یہ دونوں خود ہی مسلمانوں کے لیے عذاب بن جائیں۔ اور میرا حکم مانتے ہوئے ہر اُس مسلمان کو دھوکہ دینے اور تباہ کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ جس کی جانب میں اشارہ کروں ـــــ پھر اُس نے عزّہ کی جانب دیکھتے ہوئے اپنے دِل میں یہ بھی سوچا۔ کہ عزّہ خوبصورت عورت ہے ۔ اس سے بھی میں کئی کام لے سکتی ہوں ۔ خوبصورت عورت مسلمان کی کمزوری ہے ۔ اس لیے مسلمانوں کو اِسی کمزوری میں مُبتلا کر کے انہیں تباہ کرنا چاہیئے ۔ جس طرح خداوند خدا نے مجھے یمن میں کامیاب کیا تھا۔ اسی طرح میں بصرہ میں کامیاب ہوں گی۔ مگر کامیاب ہونے سے پہلے اپنی تباہی کے وہ تمام دروازے بند کر دینا چاہتی ہوں۔ جن کی بدولت مجھے یمن میں تباہ ہونا پڑا تھا۔

اپنے دِل میں اتنا کچھ سوچنے کے بعد اُس نے ان دونوں سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"میں تُم دونوں کے لیے کیسی مالکن ہوں ؟"

اس غیر متوقع سوال پر عزّہ اور عنبر دونوں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا پھر عنبر نے ضستہ کو سلام کرتے ہوئے کہا۔

"آپ ہمارے لیے شبنم کی طرح تر و تازہ اور ریشم کی طرح ملائم ہیں۔ ہم آپ سے بے حد خوش ہیں۔ آپ نے ضرورت سے بڑھ کر کبھی ہم پر بوجھ نہیں ڈالا۔ اور نہ ہی کبھی حکم عدولی اور نقصان پر ڈانٹا ہے ۔"

اس پر ضستہ نے زیرِ لب مسکراتے ہوئے کہا۔

"شاید اب ڈانٹنے اور بُرا بھلا کہنے کا وقت آ جائے ۔"

ضستہ کی اس بات پر دونوں نے ایک بار پھر ایک دوسرے کی جانب دیکھا ۔ پھر عزّہ بڑے ادب سے بولی۔

"لونڈی اور غلام کے لیے مالک کی ڈانٹ ڈپٹ بھی اُس کی اصلاح اور بہتری کے لیے ہوتی ہے ۔ ہم حضور کی جھڑکیاں سہنے کے باوجود خدمت کرنا اور حکم بجا لانا اپنا فرض سمجھیں گے ۔"

عزّہ کے جواب سے ضستہ خوش ہو گئی ۔ وہ بولی۔

"تُم دونوں ذہین اور دُور اندیش ہو۔ میں نے تُم سے اس لیے ایسی باتیں کی ہیں کہ میں تُم دونوں کو آنے والے وقت سے خبردار کرنا چاہتی ہوں۔ بصرہ کا رئیس عمرو عیار مجھ سے شادی کا خواہش مند ہے ۔ وہ مجھے شادی کے لیے کہہ بھی چُکا ہے ۔ میں نے اُس سے سوچنے کے لیے مہلت طلب کی ہے۔ میں نے خوب اچھی طرح سے سوچنے کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ مجھے اس رئیس سے شادی کر لینی چاہیئے ۔"

اس پر عزہ جھٹ سے بولی۔

"مگر حضور، اُس کی ایک بیوی پہلے بھی ہے اور شاہ یمن کی بیٹی ہے۔ اس بارے میں میں پہلے ہی آپ کو آگاہ کر چکی ہوں۔"

"مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ عمرو عیار میرے کہنے پر اُسے چھوڑ دے گا۔ اگر وہ اُسے چھوڑ نہ سکا۔ تو پھر میں اُسے چھڑوا دوں گی۔ اُسے ایسے تہہ خانے کے غار میں دفن کروں گی۔ کہ جہاں سے وہ دوبارہ باہر نہیں آسکے گی ——— وہ شاہ یمن کی بیٹی ہے۔ اُس شاہ کی۔ جس نے کبھی میرے آباؤ اجداد کو تباہ کیا تھا۔ اب میں اُس سے انتقام لوں گی۔ اور اُسے تباہ کر کے چھوڑوں گی۔"

"آپ اس بارے میں بہتر سمجھتی ہیں۔ ہم تو حکم کے غلام ہیں۔ آپ جو کچھ ہیں فرمائیں گی۔ ہم اُسی پر عمل کریں گے۔"

عزہ کے اتنا کہنے پر ضستہ نے کہا۔

"میں نے تم دونوں کو اس لیے اپنے پاس بلوایا ہے کہ عمرو سے شادی کے بعد تم دونوں میرے ساتھ ہی رہو گے۔ اور میرے حکم کے تابع۔ جو بات میں تم دونوں سے راز کی کروں گی۔ وہ تم دونوں کو ہر حال میں راز ہی میں رکھنا ہو گی۔ کسی کو اُس کے بارے میں آگاہ نہیں کرنا ہو گا۔"

ضستہ کی اس بات پر دونوں نے اُس کے سامنے جھک کر اُس کی بات پر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ ہم وہی کچھ کریں گے۔ جس کا آپ حکم دیں گی۔"

اس پر ضستہ دونوں پر بے حد خوش ہوئی۔ پھر انہیں اپنے پاس سے جانے کا

حکم دے کر وہ عمرو عیار سے ملاقات کے لیے تیار ہونے لگی۔

شہزادی بلقیس روٹھ گئی

عمرو پریشان حالت میں فضل کے پاس بیٹھا تھا۔ فضل نے اُس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"عمرو۔ اب تمہیں دو راستوں میں سے ایک راستہ اختیار کرنا ہو گا یا تو رائقہ کو چھوڑ کر شہزادی کے پیچھے یمن چلے جاؤ۔ اور اُسے منا کر واپس لے آؤ۔ اگر ایسا نہیں کرنا چاہتے تو پھر رائقہ سے شادی کر لو۔ اور شہزادی کا خیال ہمیشہ کے لیے اپنے دل سے نکال دو۔" شہزادی بلقیس عمرو کی غیر حاضری میں اپنے غلام اور لونڈی کے ہمراہ یمن جا چکی تھی۔ اسی وجہ سے عمرو پریشان حال تھا۔

عمرو عیار نے فضل کی جانب دیکھا۔ پھر ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے بولا۔

"میں رائقہ سے ضرور شادی کروں گا۔ لیکن شہزادی کو بھی چھوڑ نہیں سکتا۔ اس نے میری ذات پر بہت سے احسانات کئے ہیں۔ وہ ایک باوفا اور باحیا بیوی ہے۔ قدم قدم پر اس نے میرا ساتھ دیا ہے۔ میری خاطر مصیبتوں کے پہاڑ اُس نے اپنے اُوپر برداشت کئے ہیں۔ فضل بھائی، میں شہزادی کو کسی قیمت

پر بھی چھوڑ نہیں سکتا۔ مجھے صرف دُکھ اِس بات پر ہُوا ہے۔ کہ وہ مجھ سے پوچھے بغیر یمن چلی گئی ہے۔ اور یہ اُس نے اچھا نہیں کیا ——"

"اب بھی وہ لوگ زیادہ دُور نہیں گئے ہوں گے ہم دونوں ابھی گھوڑوں پر جاکر شہزادی کو واپس لا سکتے ہیں۔"

"نہیں، میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ شہزادی جس طرح یہاں سے گئی ہے اُسی طرح سے واپس بھی آئے گی۔ میرا ایمان ہے کہ میری خاطر وہ ضرور واپس آئے گی۔"

فضل بولا۔ "اگر تمہارا یقین سچا ہے تو پھر اطمینان سے بیٹھو جو کرنا چاہتے ہو کرو۔ باقی کام اللہ پر چھوڑ دو۔"

فضل نے بات ختم ہی کی تھی کہ ضلّہ اپنی لونڈی کے ہمراہ کمرے میں داخل ہوئی۔ عمرو نے فوراً آگے بڑھ کر اُس کا استقبال کیا۔ پھر بڑے احترام کے ساتھ اُسے اپنے دائیں ہاتھ بٹھاتے ہوئے کہا۔

"مجھے اُمید ہے تم نے فیصلہ میرے حق میں کیا ہوگا۔"

ضلّہ نے عمرو کو جواب دینے سے پہلے فضل کی جانب دیکھا۔ پھر مُسکراتے ہوئے عمرو سے بولی۔

"اب انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ شہزادی صاحبہ آپ کے گھر سے یمن کے لیے روانہ ہو چکی ہے۔ اب آپ کے گھر کو میری ضرورت ہے۔"

"تو پھر تم شادی کے لیے تیار ہو نا ——" عمرو نے بے چینی سے پوچھا۔

"ہاں —— اے امیر عمرو، میں شادی کے لیے تیار ہوں۔ لیکن اس کے لیے میری چند شرطیں ہیں۔ جو آپ کو ہر قیمت پر قبول کرنی ہوں گی۔"

عمرو ضلّہ کی اِس بات پر پہلے تو سوچ میں پڑ گیا۔ پھر اُس نے فضل کی جانب دیکھا ضلّہ جھٹ سے بولی۔ "اِدھر اُدھر دیکھنے سے کیا ہوگا۔ میری شرطیں ایسی نہیں ہیں کہ جو نہ سمجھنے والی ہوں۔"

پھر اُس نے عمرو کے جواب کا انتظار کیے بغیر خود ہی کہنا شروع کر دیا۔

"جب تک میں آپ کے گھر رہوں گی۔ شہزادی اس گھر میں داخل نہ ہو سکے گی۔ یہ میری پہلی شرط ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ تمہارے تمام معاملاتِ زندگی میرے مشورے سے طے ہوں گے۔ تم کاروبار بھی میری منشاء کے مطابق کرو گے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اگر میرے بطن سے تمہاری کوئی اولاد ہوئی۔ تو وہ تمہاری تمام جائیداد از قسم منقولہ اور غیر منقولہ کی مالک ہوگی۔ شہزادی کی اولاد تمہاری جائیداد کی وارث نہیں ہوگی۔ بس یہ ہیں میری تین شرطیں۔ اگر آپ کو قبول ہیں تو ابھی کسی قاضی کو بُلوا کر مجھ سے نکاح پڑھوا لیجئے۔ میں حاضر ہوں۔"

ضلّہ کی اِن باتوں پر عمرو ایک بار پھر سوچ میں پڑ گیا۔ فضل اُسے غور سے تک رہا تھا۔ فضل کو یقین تھا۔ کہ عمرو ضلّہ کی اِن شرائط کو تسلیم نہیں کرے گا اور ہو سکتا ہے کہ وہ اِن شرائط پر ضلّہ سے نکاح کرنے پر بھی راضی نہ ہو۔

مگر عمرو نے فوراً ہی سر اُٹھا کر اور ضلّہ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"مجھے تمہاری یہ شرطیں منظور ہیں۔ میں تُم سے شادی کروں گا۔ اور تمہاری ہر شرط پُوری کروں گا۔"

فضل عمرو کی اس بات پر حیران ہو کر رہ گیا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ مگر کہہ نہ سکا۔ پھر عمرو نے فضل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو فضل تم ابھی جاؤ۔ اور قاضی کو لے آؤ۔ میں اسی وقت زالقہ سے نکاح پڑھوانے کے بعد اُسے اپنے گھر لے جانا چاہتا ہوں۔"
فضل کا جی تو نہیں چاہتا تھا کہ وہ اُٹھ کر جائے اور قاضی کو بلوا لائے۔ مگر عمرو کی دوستی کے خیال سے اُسے جانا ہی پڑا۔ پھر کچھ دیر کے بعد وہ قاضی کی بجائے ایک معلّم کو لے کر حاضر ہو گیا۔ معلّم نے ضلّہ اور عمرو کا نکاح پانچ لاکھ اشرفی کے حق مہر پر پڑھا دیا۔ اس کے بعد عمرو ضلّہ، اس کی لونڈی کو لے کر اپنے مکان میں چلا آیا۔

سازشوں کا آغاز

ضلّہ کا غلام عنبر اپنے گھوڑے پر اُڑا چلا جا رہا تھا وہ ضلّہ کا پیغام ابی یاتر کو پہنچانا چاہتا تھا۔ ضلّہ نے اُسے ابی یاتر کی بستی کا پورا پورا پتہ دیا تھا۔

عنبر ایک مسلمان تھا چونکہ وہ ضلّہ کی حقیقت سے آگاہ نہیں تھا۔ اس لیے وہ اس کا وفادار اور جانثار تھا۔ اُس کا ہر حکم ماننا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ ضلّہ نے جب اُسے ابی یاتر کا نام اور پتہ بتاتے ہوئے اُسے ایک خفیہ خط جو کہ عبرانی زبان میں تھا۔ اُسے دیا تو وہ پہلے تو حیران ہوا۔ کہ اس کی مسلمان مالکن کا ایک یہودی ربی سے کیا واسطہ؟ مگر ضلّہ نے فوراً ہی اُس کی حیرانی کو بھانپ لیا تھا۔ اس لیے اُس نے بات بناتے ہوئے اُسے بتایا۔ کہ کسی زمانے میں جبکہ اُس کا دادا مسلمان نہیں ہوا تھا۔ اُس نے چند چیزیں ابی یاتر کو امانت کے طور پر رکھنے کے لیے دی تھیں۔ مرنے سے پہلے اُس کے دادا نے اپنے بیٹے یعنی میرے باپ کو بتا دیا تھا۔ کہ ابی یاتر کے پاس کیسی کیسی چیزیں امانت کے طور پر رکھی ہوئی ہیں۔ اب میں نے خط کے ذریعے وہی اشیاء ابی یاتر سے منگوائی ہیں۔ ضلّہ کی ان باتوں سے مطمئن ہو گیا۔ اور وہ اُسی وقت خط لے کر ابی یاتر کی اُس بستی کی جانب چل پڑا جو فلسطین کے نزدیک تھی۔

جان لیوا سفر کے بعد عنبر ابی یاتر کی بستی میں داخل ہوا۔ اُس بستی میں یہودیوں کے سوا اُسے کوئی بھی مسلمان یا عیسائی دکھائی نہ دیا۔ عنبر پہلے تو گھوڑے پر سوار اِدھر اُدھر غور سے ہر شے کو دیکھتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ لیکن جب اُس نے دیکھا کہ یہودی اُس کی جانب بڑی خونخوار اور نفرت بھری نظروں سے دیکھ رہے ہیں تو وہ گھوڑے سے اُتر پڑا۔ پھر ایک یہودی سے مخاطب ہوتے ہوئے اُس نے ابی یاتر کے گھر کا پتہ پوچھا۔ یہودی نے حیران نظروں سے اُس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ "او غلام ابنِ غلام تمہیں ابی یاتر سے کیا کام ہے؟"

عنبر نے ادب سے جواب دیا۔ "حضور، میرے پاس میری مالکن کا ایک پیغام ہے جو میں اُن تک پہنچانا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔"

اس پر یہودی اور بھی حیران ہوا۔ اُس نے کہا۔ "تمہاری مالکن؟ کون ہے

"اور تم آئے کہاں سے ہو؟"

عنبر نے جب دیکھا کہ یہودی خواہ مخواہ بات کو طول دینے کے درپے ہے۔ اور اس سے سوائے تضیع اوقات کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس لیے اس نے سربمہر لفافہ اپنے جبّہ کی جیب سے نکالا۔ اور وہ اسے یہودی کو دکھاتے ہوئے بولا۔

"اِس لفافے میں میری مالکن کا پیام بند ہے۔ میں اسے ابی یاتر ہی کو دینا چاہتا ہوں۔"

یہودی نے غور سے لفافے کی جانب دیکھا۔ تو اسے لفافے کے ایک کونے پر چھ کونوں والے ستارے کا نشان دکھائی دیا۔ جو یہودی قوم کا مخصوص نشان ہے اُن کے جھنڈے پر بھی چھ کونوں والا ستارہ ہوتا ہے۔ وہ فوراً سمجھ گیا کہ جس مالکن کا ذکر یہ غلام کر رہا ہے۔ وہ یقیناً یہودی نسل سے تعلق رکھتی ہے۔ اور اُس کا یہ پیغام ضرور کوئی اہمیت رکھتا ہے۔ پھر بھی اُس نے غلام سے پوچھ ہی لیا کہ اُس کی مالکن کون ہے؟ مگر عنبر نے اس خیال سے اُسے کچھ نہ بتایا کہ شاید وہ اُس کی مسلمان مالکن کے بارے میں سُن کر کوئی اوٹ پٹانگ بجنا شروع نہ کر دے۔ اس لیے اُس نے بات بناتے ہوئے کہا۔

"آپ میری مالکن کی بات چھوڑیئے۔ مجھے ابی یاتر کا پتہ بتایئے۔ میں اُن سے مل کر فوراً ہی واپس چلا جانا چاہتا ہوں۔"

اسی عرصۂ قلیل میں اور بھی بہت سے یہودی اُس کے اردگرد اکٹھے ہوگئے تھے اور ہر کوئی اُن دونوں کی باتیں بڑے غور سے سُن رہا تھا۔

جب انہوں نے عنبر کے مُنہ سے بار بار ابی یاتر کا نام سُنا۔ تو ایک یہودی نے

اُس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"ربی تو اس بستی میں موجود نہیں ہے۔ تمہارے پاس جو بھی پیام اُسے دینے کے لیے ہے وہ ہمیں دے دو۔ جب وہ آئے گا تو ہم اُسے دے دیں گے۔"

مگر عنبر نے انکار کرتے ہوئے کہا۔

"معاف کیجئے گا۔ میں یہ پیام اُن کے سوا کسی اور کو نہیں دے سکتا۔"

"تو پھر آپ ہمارے دوسرے ربی حنوک کو یہ پیام دے دیں۔ وہ پوری ذمہ داری کے ساتھ آپ کا یہ پیام اُسے پہنچا دیں گے۔" پہلے والے یہودی کی اس بات پر عنبر سوچ میں پڑ گیا۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ بولا۔ "ٹھیک ہے۔ آپ مجھے اُس کے پاس لے چلیں۔"

اس پر وہ یہودی عنبر کو لیے حنوک کے گھر کی جانب چل پڑا۔ حنوک کی رہائش اس بستی میں نہیں تھی۔ مگر اُس کی بیٹی ابی یاتر کی بستی میں ایک یہودی سے بیاہی ہوئی تھی اور وہ اس سے ملنے کے لیے یہاں آیا ہوا تھا۔ چونکہ یہودی نے عنبر کے ہاتھ کا لفافہ بھانپ لیا تھا۔ کہ یہ کسی یہودی عورت یا مرد کا پیام ابی یاتر کے نام ہے اور وہ اس بستی میں موجود نہیں ہے۔ اس لیے وہ نہیں چاہتا تھا کہ غلام اس پیام کو لے کر واپس چلا جائے۔ وہ ہر قیمت پر اس پیام کو کسی ذمہ دار یہودی کے ہاتھوں میں دے دینا چاہتا تھا اور اس وقت حنوک سے بڑھ کر کوئی بھی ذمہ دار یہودی اس بستی میں موجود نہیں تھا۔ اس لیے وہ عنبر کو لے کر حنوک کے پاس جا پہنچا۔

حنوک اُس وقت اپنی بیٹی کے مکان کی چوکھٹ پر کھڑا کسی یہودی سے کوئی بات کر رہا تھا۔ جب اُس نے عنبر اور ایک یہودی کو اپنی جانب بڑھتے ہوئے

دیکھا۔ تو وہ بھانپ گیا کہ ضرور کوئی اہم بات ہے۔ جو ایک یہودی ایک مسلمان غلام کو لئے اُس کی جانب بڑھتا چلا آ رہا ہے۔ اس پر اُس نے آگے بڑھ کر یہودی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"فورح کیسے آئے ہو؟ تم پر خدا دند خدا کا سایہ ہو۔ ضرور کوئی اہم بات ہے۔"

فورح اُس یہودی کا نام تھا جو عنبر کو اپنے ہمراہ لایا تھا۔ حنوک کے پوچھنے پر فورح نے اپنی بائیں آنکھ کو دباتے ہوئے واضح کر دیا کہ اس غلام کے پاس کوئی اہم بات ہے۔ پھر اُس نے کہا۔

"حضور! یہ غلام ابی یاتر ربی کے لیے کوئی اہم پیام لایا ہے۔ وہ تو یہاں موجود نہیں ہیں۔ آپ اُن کا پیام لے لیں۔ شاید اس میں اُن کی کوئی بہتری ہو۔"

فورح کے آنکھ دباتے ہی حنوک ساری بات سمجھ چکا تھا اس لیے اُس نے فوراً بات بناتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں فورح۔ ابی یاتر اپنا بھائی ہے۔ ہم اُس کا پیام حفاظت سے اُسے نہیں پہنچائیں گے تو اور کون پہنچائے گا۔"

اس پر عنبر آگے بڑھا۔ اور سر بمہر لفافہ حنوک کی جانب بڑھاتے ہوئے بولا۔

"حضور! اسی سر بمہر لفافہ میں ابی یاتر ربی کے لیے پیام ہے۔ اگر آپ اس لفافہ کو اُن تک پہنچانے کا وعدہ کریں۔ تو میں آپ کو یہ لفافہ دئے جاتا ہوں"

اس پر حنوک نے عنبر کو یقین دلاتے ہوئے کہا۔

"میرے بھائی! تم کوئی فکر نہ کرو۔ ہم اس لفافہ کو ایک امانت سمجھتے ہوئے

اُس وقت تک سنبھال کر رکھیں گے۔ جب تک ابی یاتر یہاں آنہیں جاتا۔ جب وہ آجائے گا۔ تو ہم یہ لفافہ اُس کو دے دیں گے۔"

"شکریہ۔۔۔۔۔۔" یہ کہتے ہوئے عنبر نے لفافہ حنوک کے ہاتھوں میں دے دیا۔ لفافہ لینے کے بعد حنوک نے غور سے اُسے اُلٹ پلٹ کر دیکھا۔ پھر اُسے بھی چھ کونوں والا ستارہ دکھائی دے گیا۔ حنوک نے نشان کو دیکھا۔ تو اُس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اُس نے چند اشرفیاں اپنی جیب سے نکالیں۔ اور اُسے عنبر کو دیتے ہوئے بولا۔

"لو یہ تمہاری عظیم خدمت کا حقیر سا معاوضہ ہے۔ اس سے اپنے لیے کوئی اچھا سا لباس خرید لینا۔"

"کیا میرے لیے یہاں ٹھہر کر اپنے سفر کی تھکاوٹ کو دُور کرنا ضروری نہیں؟"

عنبر کی اِس بات پر حنوک نے بات بناتے ہوئے کہا۔

"میرے دوست! یہ عظیم یہودیوں کی بستی ہے۔ یہاں کوئی بھی گھر تمہارے وجود کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہ ہوگا۔ اس لیے تمہارے لیے اِسی میں بہتری ہے کہ تم یہاں سے نکل جاؤ اور قریب ترین کی ایک مسلمان بستی میں جا ٹھہرو۔ وہیں آرام کرنے کے بعد اپنے سفر پر روانہ ہو جانا اور اپنے مالک کو جا کر بتا دینا کہ اُن کا پیام محفوظ ہاتھوں میں پہنچ گیا ہے۔ اور وہ سب آپ کے لیے دعا گو ہیں۔"

اس پر عنبر نے جھک کر حنوک کو سلام کیا۔ پھر اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر یہودیوں کی بستی سے چل پڑا۔ حنوک خود بھی نہیں چاہتا تھا کہ عنبر زیادہ دیر تک یہاں ٹھہرے۔ وہ جلد از جلد سر بمہر لفافہ کو چاک کرنے کے بعد دیکھنا چاہتا تھا کہ

اس میں کیا لکھا ہے؟ اور کس کے ہاتھوں کا لکھا ہوا ہے؟ چنانچہ جب عنبر بستی سے نکل گیا۔ تو حنوک نے فوریح کے سامنے لفافہ چاک کیا۔ جلد جلد اُس کی تحریر پڑھی پڑھتے ہی اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور چہرہ خوشی کے مارے دمکنے لگا۔ اُس نے فوریح سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"فوریح جشن مناؤ۔ عظیم ترا سرائیل کی عظیم بیٹی ضلّہ زندہ ہے اور وہ بصرہ کے اس عمرو عیار کو برباد کر رہی ہے جس نے اپنے پیر و مرشد امیر حمزہ کی مدد سے یمن میں یہودیوں کے منصوبوں کو ناکام بنایا تھا۔ اسی عمرو خبیث کی بدولت ہمارے عظیم ساتھی یمن میں مارے گئے تھے۔ ضلّہ نے اپنی مدد کے لیے چند جان نثار یہودیوں کی مدد طلب کی ہے۔ ہم اُس کی ضرور مدد کریں گے۔ تم سب سے پہلے یہ کام کرو۔ کہ کسی کو بھیج کر جبیرہ کو اطلاع کر دو کہ اس کی بیٹی ضلّہ زندہ ہے اور ابی یاتر کو بھی اطلاع کر دو" اس پر فوریح نے بھی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے عظیم ربّی! میں ابھی چند معتبر یہودیوں کو ابی یاتر اور جبیرہ کی جانب روانہ کیئے دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر فوریح حنوک کے پاس سے چل پڑا۔ حنوک ضلّہ کے بارے میں اپنی بیوی کو بتانے کی غرض سے اُس کے مکان میں داخل ہو گیا۔

عمی ایل وادئ تیہ میں

عمی ایل اپنے دونوں ساتھیوں سمیت سہدیو کے گھر میں بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ عمی ایل نے سہدیو کو ہر بات سے آگاہ کر دیا تھا اور اُسے بتا دیا تھا کہ وہ کن ارادوں کو لے کر تیہ کی وادی میں داخل ہوا ہے۔ سہدیو اور اسکی بیوی کنتی نے بڑے غور سے اُس کی تمام باتیں سُنیں۔ جب وہ اپنی بات مکمل کرنے کے بعد چُپ ہو گیا تو سہدیو نے اُس سے کہا۔

"یہ تو وہی وادی ہے۔ جہاں قارون اور اس کا خزانہ دفن ہوا تھا۔ اور میرے آبا و اجداد چالیس برس تک اس وادی میں سرگرداں رہے تھے لیکن تعجب ہے کہ تم لوگوں کو اپنی تاریخ اور حقیقت کا علم نہ ہو سکا۔"

اس پر عمی ایل نے اُسے بتایا۔ "مقدس توریت کا اصل نسخہ گم ہو جانے کی وجہ سے ہمیں بھول بھلیوں میں بھٹکنا پڑا۔ صحیح روایات کا علم نہ ہو سکا۔ بہر حال اب ہماری کتاب مکمل اور جامع ہے۔ اور جو کچھ اس میں زمین اور آسمان کے بارے میں بتایا گیا ہے۔ وہ ہمارا ہے ہم اسے پا کر رہیں گے۔"

کنتی بولی۔ "یہ آپ کا مذہبی معاملہ ہے ہمیں اس سے کچھ غرض نہیں۔ میں صرف اتنا جاننا چاہتی ہوں کہ قارون کے خزانہ میں ہمارا کتنا حصہ ہوگا۔"

عمی ایل نے بڑے غور سے گنتی کی جانب دیکھا۔ اُس نے اپنے راجا پر

کرایل یاتر نے جو کچھ اس عورت کے بارے میں بتایا تھا۔ وہ سچ ہے۔ واقعی ضلقہ سے بھی بڑھ کر تیز اور ہوشیار ہے۔ اُس نے گنتی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"ابھی ہم نے کامیابی کے لیے کوئی اینٹ نہیں رکھی۔ بنیاد کے لیے زمین نہ ملی۔ اس لیے قبل از وقت کوئی وعدہ یا کوئی یقین دہانی کیسے کرائی جا سکتی ہے"

گنتی نے کہا۔ "ہمارا بیٹا راج کمار ہے اسپر دیوتاؤں کا سایہ ہے۔ بھی کام کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے شایانِ شان کرنا چاہتے ہیں۔ ہم دو باتوں خواہش مند ہیں۔ ایک مسلمانوں کے زوال کی خواہش اور دوسری دولت حاصل کی۔ ہم مسلمانوں کو تباہ کرنے کے بعد یہاں سے خالی ہاتھ اپنے ملک واپس جانا چاہتے۔ ہم دولت سے مالا مال ہو کر اپنے ملک جائیں گے تاکہ راج کمار کو وہاں کسی بات کی کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ وہ زیادہ یا تھوڑے پر اچھے طریقے سے حکومت کر سکے۔"

"میں آپ کی دونوں خواہشوں کا احترام کرتا ہوں۔ اور ان خواہشوں کو تک پہنچانے کے لیے ہم آپ کا پورا پورا ہاتھ بٹائیں گے۔ دنیا میں دو قومیں سمجھدار اور دور اندیش ہیں۔ ایک ہماری قوم اور دوسری آپ کی۔ لیے اگر آپ کے اور ہمارے درمیان کوئی معاہدہ ہو گیا تو ہم ناکامی کا منہ نہیں دیکھیں گے ـــ اب میں آپ سے اتنا پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ ایک مدت ہو گئی یہاں رہتے ہوئے۔ اب تک آپ نے مسلمانوں کے

پیدا کرنے کے لیے کیا کچھ کیا ہے؟"

عمی ایل کی اس بات پر گنتی زیرِ لب مسکرائی۔ پھر اُس نے سپہ یو کی جانب دیکھا پویو نے عمی ایل سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"اے ربی! ہم پرمیشور کے بھگت کہلاتے ہیں۔ ہماری شکتی (طاقت) دیکھنا چاہتے ہو۔ تو آج رات ہمارے پاس ہی رہنا۔ ہم اپنے چولہے کی راکھ سے اندر کو حاضر نہ کر دکھائیں تو ہمیں شکتی مان نہ کہنا۔"

"یہ تو تمہاری قوت اور تمہارے علم کی بات ہے۔ میں آپ سے یہ پوچھ رہا تھا کہ آپ نے آج تک مسلمانوں کے خلاف کیا کاروائی کی ہے؟" عمی ایل کے پوچھنے پر گنتی نے اپنے خاوند کو بات نہ کرنے دی۔ اُس نے خود عمی ایل سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"ہم نے یلیپہ مسلمانوں کا رزق زمین کی تہوں میں دفن کر دیا ہے۔ اب اُن کے کھیت اناج نہیں اُگاتے۔ پانی کے کنوئیں بھی سوکھ رہے ہیں۔ مسلمان عنقریب اس بستی سے کوچ کرنے والے ہیں۔ اسی لیے میں نے آپ سے پوچھا کہ گرفتاروں کے خزانے میں سے ہمیں کتنا ملے گا۔"

گنتی کی اس بات پر عمی ایل کی باچھیں کھل گئیں۔ اُس نے اپنے ساتھیوں کی جانب دیکھا پھر گنتی سے بولا۔

"خوب تیر چلایا ہے۔ ہمارے ربی ایلیا تر نے یوں ہی تمہاری تعریف نہیں کی تھی۔ یہاں چلنے سے پہلے ہی اُس نے ہمیں بتا دیا تھا کہ گنتی بے حد ذہین اور ہوشیار عورت ہے۔"

اس پر کُنتی نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا ۔

"آپ لوگوں سے پہلے بھی دو یہودی ہمارے ہاں آکر ٹھہرے تھے۔ غا اُنہوں نے واپس جا کر ہمارے بارے میں آپ کے ربّی ابی یاتر کو بتایا ہوگا ۔"

"بالکل ٹھیک کہا آپ نے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔" عمی ایل بولا ۔

کُنتی نے کہا ۔ "اس کا مطلب یہ ہُوا ۔ کہ آپ لوگ ہماری جاسوسی بھی ک ہیں ۔ آپ ضرور ہماری کمزوریوں سے آگاہ ہوں گے ۔" اتنا کہتے ہی کُنتی نے غصے سے اپنا منہ پھیر لیا ۔ کیونکہ اُسے عمی ایل کی بات بُری لگی تھی ۔ عمی ایل تاڑ گیا کہ کُنتی کو اُس کی یہ بات بُری لگی ہے ۔ اس لیے اُس کے سامنے ہا تھ جوڑتے ہوئے بولا ۔

"کُنتی بہن تم نے تو ہماری بات کا بُرا ہی منا لیا ۔ خداوند خدا کی قسم ا کوئی بھی فعل آپ لوگوں کے خلاف نہیں ہے ۔ ہم تو صرف اور صرف آپ تعاون اور خلوص کو جاننے کی خاطر سب کچھ کر رہے ہیں ؟"

اسپر ادنان نے کہا ۔

"ربّی جنے بالکل درست فرمایا ہے ۔ ہم لوگ تو آپ کے تعاون کے بغیر ایک قدم بھی اس وادی میں اُٹھا نہیں سکتے ۔ ہم اگر قارون کا خزا نکالنا چاہیں گے تو آپ کے تعاون ہی سے نکالیں گے ۔ پھر آپ کو ا میں سے نصف خزانہ بھی دینے میں بخل سے کام نہیں لیں گے ۔"

ادنان کی بات پر کُنتی نے غور سے عمی ایل کی جانب دیکھا ۔ پھر اُس کہنے لگی ۔

"کیا آپ کے ساتھی نے جو کچھ کہا ہے ۔ ہمیں اس پر یقین کر لینا چاہیئے ۔"

"بالکل ہم میں سے کوئی شخص بھی جھوٹ نہیں بولتا ۔ اور نہ کسی سے کوئی جھوٹا وعدہ کیا ہے ۔ اس بات پر پابند رہیں گے ۔ جونہی ہم لوگ مل کر خزانہ زمین سے برآمد کریں گے ۔ فوراً اُسے نصف نصف کریں گے ۔

اس پر سہدیو نے خوش ہوتے ہوئے کہا ۔

"پھر ٹھیک ہے ۔ آج سے ہم آپ کا پورا پورا ساتھ دیں گے ۔ اور جو کچھ آپ کہیں گے ۔ اُس پر عمل بھی کریں گے ۔"

سہدیو کے بعد کُنتی نے عمی ایل سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا ۔

"آپ صرف چند دنوں تک صبر کریں ۔ اور خاموشی سے ہمارے ہاں رہیں ۔ مسلمان جلد ہی اس وادی سے رخصت ہونے والے ہیں ۔ کیونکہ قحط اور بھوک کو وہ زیادہ دنوں تک برداشت نہیں کر سکتے ۔ جونہی وہ زمینیں ویران اور برباد چھوڑ کر یہاں سے جائیں گے ۔ ہم فوراً اپنا کام شروع کر دیں گے ۔"

عمی ایل نے کُنتی کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا ۔

"بالکل ٹھیک ہے ۔ ہم لوگ اُس وقت تک نہ تو آپ کے گھر سے باہر نکلیں گے ۔ اور نہ ہی کسی سے کوئی بات کریں گے ۔ جب تک مسلمان یہاں سے کوچ نہیں کر جاتے ۔ اُن کے جانے کے بعد ہم اپنا قدم اُٹھائیں گے ۔"

سہدیو ہندا اور عمی ایل یہودی میں اتفاق ہوگیا ۔ دونوں نے اس خوشی کے موقع پر شراب نکالی ۔ اور پینی شروع کر دی ۔ کافی رات گئے تک وہ شراب پیتے اور خوشی مناتے رہے ۔

عمرو عیار کی سازش

عمرو عیار نے ضلّہ عرف رالقہ سے شادی تو کر لی۔ لیکن چند دنوں کے اندر اندر ہی اُسے پتہ چل گیا کہ رالقہ بہت ہی ہشیار اور چالاک عورت ہے۔ اُس کے خوبصورت چہرے کے پیچھے ایک ایسا مکار چہرہ بھی چھپا ہوا ہے۔ جس کے بارے میں ہر کسی کو علم نہیں ہو سکتا۔ عمرو عیار بہت جلد ضلّہ سے بدظن ہو گیا۔ اب اُس نے ضلّہ سے پیچھا چھڑوانے کی کوششیں شروع کر دی تھیں۔ ضلّہ نے عمرو عیار کے گھر پہنچنے کے دوسرے دن ہی اُس کی زنبیل قبضہ میں لینے کے بعد اُسے کہیں چھپا دیا تھا۔ عمرو نے ایک دو بار اُسے دیکھنے اور پانے کی کوشش کی مگر وہ اُسے نہ ملی۔ پھر وہ اپنے دل میں اس بات کا خیال کرتے ہوئے رہ گیا۔ کہ زنبیل کو شہزادی بلقیس اپنے ساتھ لے گئی ہو گی۔ اگر وہ اپنے ساتھ لے کر نہیں گئی۔ تو ضرور اُس نے کہیں چھپا دی ہے۔ شہزادی نے یہ کام محض اس لیے کیا ہو گا کہ عمرو اگر کسی اور بات کے لیے نہیں تو زنبیل کے بارے میں پوچھنے کے لیے ضرور اُس کے پیچھے آئے گا۔ لیکن اب عمرو کے لیے زنبیل کو پانا اتنا ضروری نہیں تھا۔ جتنا کہ ضلّہ سے پیچھا چھڑوانا ضروری تھا۔

ضلّہ نے ایک کام اور بھی کیا تھا۔ وہ یہ کہ اُس نے اپنی لونڈی عزّہ کی شادی فضل بن منذر سے کر دی تھی۔ وہ بھی ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت۔

چونکہ ضلّہ کو اِس بات کا علم ہو چکا تھا۔ کہ فضل بن منذر بھی قارون کا خزانہ پانے کے لیے بیتاب رہتا ہے۔ اور ایسا نہ ہو کہ وہ کسی روز اپنے ارادہ میں کامیاب بھی ہو جائے۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ اُسے اس راستے سے ہمیشہ کے لیے ہٹا دیا جائے۔ اس بات کو سوچتے ہوئے اُس نے عزّہ کی شادی فضل سے کر دی اور ساتھ ہی عزّہ کو ایک موثر زہر بھی دے دیا کہ وہ کسی روز فضل کو اپنے اعتماد میں لیتے ہوئے کسی شے میں یہ زہر ملا کر اُسے کھلا دے۔ ابھی تک عزّہ کو زہر دینے کا موقعہ نہیں ملا تھا۔ گو عمرو عیار عزّہ کی شادی فضل کے ساتھ کرنے کے حق میں نہیں تھا۔ مگر فضل کی خود اپنی رضامندی پر عمرو عیار خاموش ہو کر رہ گیا تھا۔ لیکن دونوں کو ضلّہ کی سازش کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔

ایک روز عمرو عیار جب فضل بن منذر کے گھر پہنچا۔ تو اُس نے دروازے پر ضلّہ اور عزّہ کو کھسر پھسر کرتے ہوئے پایا۔ دونوں ہی بڑی ہشیاری سے باتیں کر رہی تھیں۔ عمرو سمجھ گیا۔ کہ ضرور کچھ دال میں کالا کالا ہے۔ وہ اس بات پر بھی حیران تھا۔ کہ اُس نے کچھ دیر پہلے ہی ضلّہ کو اپنے گھر پر چھوڑا تھا۔ پر اتنی جلد یہاں کیسے پہنچ گئی۔ پھر اُسے فضل کے باغ میں ضلّہ کا گھوڑا بھی چرتے ہوئے دکھائی دے دیا۔ وہ جان گیا۔ کہ ضلّہ گھوڑے پر سوار ہو کر فضل کے گھر آئی ہے۔ پہلے تو عمرو نے چاہا۔ کہ وہ آگے بڑھ کر ضلّہ سے ملے اور اُس سے پوچھے کہ وہ کس کام کے لیے یہاں آئی ہے؟ لیکن پھر وہ کچھ سوچ کر خاموش ہو رہا۔ اور اُس نے خود کو ایک جھاڑی کے پیچھے چھپا لیا۔

جب ضلّہ عزّہ سے باتیں کرنے کے بعد اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر واپس چلی گئی۔

اور عزہ بھی گھر میں داخل ہوگئی۔ تو عمرو جھاڑی سے باہر نکلا۔ ادھر اُدھر دیکھا۔ اس کے بعد آواز دے کر فضل کے مکان میں داخل ہوا۔ گھر کے اندر عزہ کے سوا کوئی نہیں تھا۔ ایک لونڈی تھی۔ جو گھر کی صفائی وغیرہ کرنے میں مصروف تھی۔ عزہ اپنے کمرے میں بیٹھی تھی اور فضل کہیں گیا ہوا تھا۔ عمرو نے لونڈی سے فضل اور عزہ کے بارے میں پوچھا۔ تو اس نے بتایا کہ آقا صبح سے کہیں گئے ہوئے ہیں۔ اور مالکن اپنے کمرے میں موجود ہیں۔ عمرو عزہ کے کمرے میں داخل ہوا۔ تو عزہ نے پریشان نظروں سے اُس کی جانب دیکھا۔ عمرو اُس کے دل کی چوری کو بھانپ گیا۔ مگر عمرو نے اُس پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ کہ اُسے اُس کی کسی بات کا علم ہے۔

عزہ نے بات بناتے ہوئے کہا۔ "فضل نے مجھے بتایا تھا کہ وہ آج آپ سے ملیں گے۔ کیا وہ ملے نہیں ہیں؟"

عمرو نے ایک چوکورسی شہ نشین پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "فضل ایک سرمایہ دار انسان ہے۔ وہ بھلا ہم سے کیوں ملنے لگا۔ میں خود اُس سے ملنے کی خواہش لے کر آیا تھا۔ مگر یہاں آکر پتہ چلا کہ وہ صبح سے کہیں گئے ہوئے ہیں۔"

"کوئی بات نہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ وہ ابھی آتے ہی ہوں گے۔" عزہ اتنا کہہ کر دروازے کی جانب یہ کہتے ہوئے بڑھی۔ "میں ابھی آپ کے لیے قہوہ بنا کر لاتی ہوں۔"

عمرو نے عزہ کو روکتے ہوئے کہا۔ "قہوہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم بیٹھ جاؤ۔ میں ایک بہت ضروری بات تم سے کرنا چاہتا ہوں۔"

عزہ نے کچھ فکرمند ہوتے ہوئے پوچھا۔ "وہ کیا؟"

عمرو نے غور سے عزہ کی جانب دیکھا پھر ایک سوچی سمجھی بات پر عمل کرنے کی غرض بولا۔ "کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ فضل جعلی سکے بنا رہا ہے۔"

عزہ کو پہلے تو اس بات کی فکر تھی کہ شاید عمرو اُس سے خط کے بارے میں کوئی بات نہ کرے لیکن جب یہ بات نہ ہوئی۔ تو وہ نئی بات سن کر تقریباً اپنی جگہ سے اچھل پڑی اور بولی۔ "نہیں" یا امیر عمرو! ایسی تو کوئی بات نہیں۔ وہ تو اِس قسم کے دھندے کو سخت ناپسند کرتے ہیں۔"

"مگر میں قاضی سے مل کر آ رہا ہوں۔ اُس نے مجھے فضل اور تمہارے بارے میں تفصیل سے بتایا ہے کہ حکومت اس سلسلے میں تمہیں بھی موردِ الزام ٹھہرا رہی ہے۔ قاضی عنقریب اپنے سپاہی تم دونوں کی گرفتاری کے لیے روانہ کرنے والا تھا۔ مگر میں نے اُسے روک دیا۔ اور کہا کہ وہ ایک دو روز تک کوئی کارروائی نہ کرے۔ میں خود اپنے طور پر ساری بات کا پتہ کر لوں گا۔"

"یا امیر!...." عزہ پریشان ہوتے ہوئے بولی "فضل۔ تو ایسا۔۔۔ انسان نہیں ہے۔ اور نہ ہی۔۔۔۔ میں نے کبھی کوئی ایسا کام کیا ہے۔ جو قانون اور حکومت کے خلاف ہو۔"

"عزہ تم نہ سہی۔ مگر سارا بصرہ اِس بات کو خوب اچھی طرح سے جانتا ہے کہ فضل ایک کیمیاگر ہے اُس کے لیے جعلی سکے بنا لینا کچھ مشکل نہیں ہے اور پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ فضل اپنے اِس راز سے تمہیں آگاہ کرے۔ لوگ اس ڈھب سے بھی تو سوچتے ہیں۔"

"خدا کی قسم! مجھے کسی بات کا کوئی علم نہیں۔" عزہ تقریباً ادھلسی آواز میں بولی۔

عمرو نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"گھبراؤ نہیں عزہ۔ اگر کوئی بات ہے تو مجھے بتا دو۔ انشاء اللہ میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گا۔"

"خدا کی قسم! کوئی بات نہیں ہے۔ نہ مجھے فضل کے جعلی سکے بنانے کا کوئی علم ہے اور نہ ہی میں اُس کے اس کاروبار میں ملوث ہوں۔"

"اچھا تو پھر تم ایسا کرو کہ ایک دو روز کے لیے میرے ہاں چلی چلو۔ جب یہ معاملہ ٹھنڈا ہو جائے گا تو چلی آنا۔ تمہارے جانے کے بعد میں یہیں ٹھہروں گا۔ فضل کا انتظار کروں گا۔ جب وہ آ جائے گا تو اسے لے کر اپنے گھر چلا آؤں گا۔"

عزہ سے اور کوئی بات نہ ہو سکی۔ وہ اُسی وقت عمرو کے ہاں جانے کے لیے ضروری چیزیں سمیٹنے اور ساتھ لے جانے کے لیے تیاری کرنے لگی۔ مگر عمرو نے اُسے روکتے ہوئے کہا۔

"کوئی بھی شے اپنے ہمراہ لے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے گھر میں اللہ کا دیا سب کچھ ہے تم خالی ہاتھ جاؤ۔"

"مگر۔۔۔۔۔"

"اگر مگر چھوڑو۔ تم یہاں سے نکلنے والی بات کرو۔ باقی سب میں سنبھال لونگا۔"

عمرو نے یہ کہتے ہوئے عزہ کا ہاتھ پکڑا اور لونڈی کے سامنے جا کھڑا کیا۔ وہ اُس سے بولا۔

"عزہ کو فوراً میرے گھر چھوڑ آؤ۔"

عزہ نے بھی اثبات میں سر ہلایا۔ پھر وہ لونڈی کے ہمراہ اپنے مکان سے باہر نکل گئی۔ عزہ کے جانے کے بعد عمرو بھی مکان سے باہر آ کر باغ میں ٹہلنے لگا۔ اب وہ شدت سے فضل کا انتظار کر رہا تھا۔ کیونکہ جو کچھ اُس کے ذہن میں تھا اور جو کچھ وہ کرنا چاہتا تھا۔ وہ سب کچھ فضل کی موجودگی میں ہی کرنا چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد فضل اپنے گھوڑے پر سوار مکان کی جانب بڑھتا ہوا دکھائی دیا۔ اُس نے عمرو کو باغ میں ٹہلتے ہوئے دیکھا تو فوراً گھوڑے پر سے اُتر پڑا پھر اہلاً سہلاً مرحبا کہتے ہوئے دونوں دوست ایک دوسرے سے ملے۔

فضل بن منذر نے کہا۔ "خیر تو ہے گھر کے اندر بیٹھنے کی بجائے باغ میں ٹہل رہے ہو۔۔۔"

عمرو فضل سے کہنے لگا۔ "دوست میں تم سے چند بہت ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیسی باتیں کرنا چاہتے ہو؟"

"بس یوں سمجھ لو۔ تمہاری میری زندگی اور موت کے بارے میں ہیں۔"

اس پر فضل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بھائی میری بات نہ کرو۔ میں تو بہت مزے میں ہوں۔ عزہ نے مجھے ایسا سکھ اور آرام دیا ہے کہ جس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔"

"ابھی پتہ چل جائے گا کہ تمہیں اس عورت نے سکھ دیا ہے یا دکھ؟"

"کیا مطلب؟ تم صاف صاف بات کیوں نہیں کرتے؟" فضل کے پوچھنے پر عمرو نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "دوست، میں تمہارے گھر کی تلاشی

لینا چاہتا ہوں اور وہ بھی تمہارے سامنے۔"

"وہ کیوں؟" فضل نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"کچھ دیر پہلے میں نے رائقہ اور عزہ کو کھسر پھسر کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اُن کی یہ کھسر پھسر مجھے مشکوک دکھائی دی۔ اس لیے میں ان کے سامنے آنے کی بجائے چھپ گیا۔ جب رائقہ چلی گئی تو مجھے شک ہُوا کہ دونوں کے درمیان ضرور کوئی سازش ہوئی ہے۔ اور وہ بھی تمہارے خلاف۔ چونکہ رائقہ کا کردار مشکوک ہے۔ اور میں اُس سے کچھ بدلہ بھی ہوں۔ اس لیے اُس کا عزہ سے ملنا کوئی روز مرہ کی بات نہیں ہے۔ اس کے جانے کے بعد میں تمہارے گھر کے اندر داخل ہُوا۔ عزہ کو ایک بے سروپا سی کہانی سنا کر اسے اپنے ہاں بھیج دیا ہے۔"

"تُم نے اس کے سامنے کہانی کونسی بیان کی؟" فضل کے پوچھنے پر عمرو نے ساری بات اُسے سنا دی۔ اس کے بعد وہ اُسے لے کر گھر کے اندر داخل ہُوا۔ اور فضل کی موجودگی میں اس کے گھر کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ چارپائی کے ایک پائے کے نیچے سے ایک پڑیا ملی۔ اس میں زہر تھا۔ عمرو نے وہ زہر فضل کو دکھاتے ہوئے کہا۔

"میں یقین سے کہتا ہوں کہ رائقہ کے مشورے پر عزہ تمہیں یہ زہر دینا چاہتی ہے۔ بس میں کسی ایسی ہی بات کا متلاشی تھا۔ اور مجھے شبہ بھی تھا۔ کہ ضرور تمہارے یا میرے ساتھ کچھ ہونے والا ہے۔"

"زہر دینا چاہتی ہے؟" فضل کا حیرت سے مُنہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"ہاں وہ تمہیں زہر دینا چاہتی ہے۔"

"مگر وہ کیوں؟"

"اس کیوں کو چھوڑو۔ چونکہ میں اصل بات کی تہ تک پہنچنے سے قبل تم سے مزید کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔ اس لیے تم ابھی مجھ سے پُوری بات نہ پوچھو۔"

"میں عزہ کا سر پھوڑ دوں گا۔"

"یہ حماقت نہ کرنا ہم اس پڑیا میں اسی رنگ کی کوئی شے ڈال کر پائے کے نیچے رکھ دیتے ہیں۔ پھر تم دیکھنا کہ آیا تمہیں وہ یہ زہر دیتی ہے یا نہیں۔ اس سے اس کا اصلی روپ سامنے آ جائے گا اور رائقہ کی حقیقت کا بھی پتہ چل جائیگا۔ کہ وہ تمہارے بارے میں کتنی خیر خواہ ہے۔"

"مگر اس بات کا پتہ کیسے چلے گا؟" فضل نے پوچھا۔

عمرو نے فضل کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"میرے دوست! تم عزہ پر کسی قسم کا جبر نہ کرو۔ اُسے پہلے سے زیادہ خوش رکھنے کی کوشش کرنا۔ اُسے یقین دلانا کہ تمہیں اُس سے بے پناہ محبت ہے۔ اس کے بعد وہ خود ہی دودھ میں تمہیں زہر ملا کر دے دے گی۔ کیونکہ وہ جان جائے گی کہ تمہیں اس کے کسی بھی فعل پر کوئی شبہ نہیں۔"

"لیکن مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ اُس نے دودھ میں زہر ملایا ہے یا نہیں۔"

"تمہیں اُس کے ہر فعل پر نظر رکھنی ہوگی۔ اپنی لونڈی کو سمجھانا ہوگا کہ شام کو کام سے فارغ ہوتے ہی وہ دودھ کا گلاس تمہارے کمرے میں رکھ دیا کرے تاکہ عزہ کو دودھ لانے اور تمہاری غیر موجودگی میں کچھ کرنے کا موقع ہی نہ ملے۔"

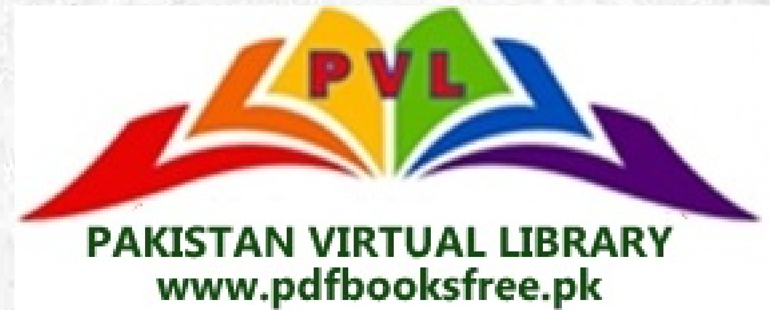
"اگر میں نے وہ دودھ پی لیا۔ تو مروں گا پھر بھی نہیں کیونکہ اس میں کونسا

اصلی زہر ملا ہوگا؟"

"بالکل ٹھیک کہا تم نے۔ لیکن دودھ پیتے ہی تمہیں جھوٹ موٹ مرنا ہوگا۔ مجھے یقین ہے، کہ عزہ تمہاری موت کی اطلاع فوراً مجھے دے گی۔ جب میں آجاؤں گا۔ تو پھر سارا معاملہ سمیٹ لوں گا۔"

اس پر فضل نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "مجھے عزہ پر سخت غصہ آرہا ہے عمرو۔ اگر تم مجھے نہ روکتے تو میں عزہ کو جان سے مار ڈالتا۔ خیر کوئی بات نہیں۔ میں تمہاری بات پر عمل کروں گا اور ویسا ہی کروں گا۔ جس کی تم نے مجھے ہدایت کی ہے۔"

شاباش! آخر عمرو کے دوست ہونا۔ عیاری تو دکھانی ہی پڑے گی۔" اتنا کہنے کے بعد عمرو نے چلنے کی اجازت لی۔ اس کے بعد وہ فضل کے گھر سے نکل کر اپنے مکان کی جانب چل پڑا۔ لیکن چلنے سے پہلے اس نے فضل کو ہدایت کر دی تھی کہ وہ ابھی زہر والی پڑیا تبدیل کر دے۔



وادیٔ تیسہ سے مسلمانوں کی روانگی

مسلمانوں میں ربیع بن واسع جو وادیٔ تیسہ کا بزرگ ترین انسان تھا۔ اور جس کا ادب ہر چھوٹا بڑا کرتا تھا۔ سہدیو کے مکان کی چوکھٹ پر کھڑا سہدیو کو بتا رہا تھا۔

"دوست! زمینوں کی بربادی اور کنوؤں کے خشک ہو جانے پر ہم اس بستی کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ کیونکہ زیادہ دنوں تک ہم اپنے بچوں کو بھوکا اور پیاسا نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ میں بستی والوں کی جانب سے تمہیں یہ کہنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ کہ تم بھی اس بستی کو چھوڑ کر ہمارے ساتھ ہی چل نکلو۔ اب اس بستی میں زیادہ دنوں تک رہنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ چونکہ تم نے ہمارے ساتھ شرافت اور نیکی سے دن گذارے ہیں۔ اس لیے ہم یہ چاہتے ہیں۔ کہ ہم جہاں کہیں جا کر رہیں۔ تم بھی اپنی بیوی اور بچے کے ساتھ وہیں ہمارے ساتھ رہو۔ انشاء اللہ تم سب کو ہماری جانب سے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔"

سہدیو کی بیوی کنتی اس کی پشت پر کھڑی ربیع کی بات سن رہی تھی۔ جب انہوں نے بات ختم کی۔ تو سہدیو کی بجائے کنتی نے سامنے ہوکر جواب دیا۔ وہ بولی۔

"ہم ہندو ہیں۔ اور دوسروں کے ساتھ مل جل کر رہنا معیوب سمجھتے ہیں۔

اس لیے ہم آپ کے ساتھ نہیں جا سکتے۔"

ربیع نے حیران نظروں سے کُنتی کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"بہن! اس سے پہلے تو تم لوگ ہمارے ساتھ ہی رہتے تھے۔ اب کیا بُرائی ہے؟"

کُنتی نے روکھے پن سے جواب دیا۔ "وہ ہماری مجبوری تھی ——"

ربیع کچھ کہنا چاہتے تھے کہ سہدیو اُن سے بولا۔ "بات دراصل یہ ہے کہ اب ہم کہیں اور جانے کی بجائے اپنے دیش ہندوستان جانا چاہتے ہیں۔ اس لیے آپ ہمیں کہیں اور رہنے دے کر جائیں۔"

ربیع کُنتی اور سہدیو کی باتوں سے سمجھ گئے کہ ضرور کچھ دال میں کالا ہے۔ اس لیے انہیں تو کوئی جواب نہ دیا لیکن اپنے لوگوں میں واپس آ کر ایک مسلمان نوجوان خازم سے بولے۔

"دیکھو خازم میری بات غور سے سنو۔ سہدیو اور اُس کی بیوی کُنتی سے ڈرو اور اُن کی نیت کچھ ٹھیک نہیں۔ وہ لوگ کسی سازش یا غلط فہمی کا شکار ہو چکے ہیں۔ اس لیے وہ اس قحط زدہ علاقے سے کہیں اور جانا نہیں چاہتے۔ مگر ہم لوگ چلے جائیں گے۔ لیکن تم نہیں جاؤ گے۔ تمہیں ہر حال میں یہیں رہنا ہوگا۔ ان پر نظر رکھنی ہوگی۔ یہ لوگ ایسی قوم سے تعلق رکھتے ہیں جو کبھی بھی مسلمانوں کی خیر خواہ ثابت نہیں ہو سکتی۔ اس لیے تمہیں اس وقت تک ان کی نگرانی رکھنی ہوگی۔ جب تک یہ لوگ یہاں سے کہیں اور چلے نہیں جاتے۔"

"ٹھیک ہے سردار! میں آپ کی ہر بات پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں

لیکن مجھے خطرہ ہے۔ کہ یہ لوگ مجھے تنہا پا کر کسی مصیبت میں مبتلا نہ کر دیں۔"

خازم نے بات درست کی تھی۔ اس لیے ربیع سوچ میں پڑ گئے۔ پھر کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ بولے۔ "تمہیں پاگل بن کر یہاں رہنا ہوگا۔ اس طرح سے وہ لوگ تمہارے بارے میں یہی سوچیں گے کہ ہم تمہیں محض پاگل سمجھ کر یہاں چھوڑ گئے ہیں۔ ایسے میں وہ لوگ تمہیں اپنے لئے کوئی خطرہ تصور نہیں کریں گے۔ اگر تم اُن لوگوں کا کوئی ایسا فعل دیکھو یا کوئی سازش پاؤ۔ تو فوراً یہاں سے فرار ہو کر ہمیں اطلاع دینا۔ ہم ان سے بخوبی نپٹ لیں گے۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ لوگ یہاں رہ کر مسلمانوں کے لیے کوئی مصیبت پیدا کریں۔ یہ لوگ یہودیوں سے کم نہیں ہوتے۔"

خازم نے ربیع کی باتوں کو تسلیم کرنے کے بعد کہا کہ وہ یہاں رہ کر وہی کچھ کرے گا۔ جس کے بارے میں اُسے ہدایت کی گئی ہے۔"

اس کے بعد ربیع بن واسع اپنے تمام ساتھیوں اور ساز و سامان سمیت وادیٔ تیہ سے نکل گئے۔ جب مسلمانوں کا یہ قافلہ وادیٔ تیہ سے روانہ ہو رہا تھا۔ تو اس وقت سہدیو اور کُنتی اپنے ہندو ساتھیوں سمیت دروازے کی اوٹ سے اُن کو جاتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ پھر انہوں نے خازم کو بھی دیکھا۔ جو بُری طرح سے قہقہے لگا رہا تھا۔ اور پاگلوں کی مانند اچھل کود کر رہا تھا۔ کُنتی نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"نامراد خود تو چلے گئے مگر اپنی گندگی ایک پاگل کے روپ میں یہاں چھوڑ گئے ہیں۔" اس پر سہدیو نے ایک زوردار قہقہہ مارا۔ مگر ربی عمی ایل خازم کی جانب

غور سے دیکھتا رہا۔"

نئی نئی باتیں

عمرو عیار جب گھر پہنچا تو ضلہ گھر پر موجود نہیں تھی۔ نئی لونڈی عابدہ گھر کی صفائی کرنے میں لگی ہوئی تھی۔ عمرو نے اُس سے ضلہ کے بارے میں پوچھا۔ تو اُس نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے جواب دیا۔

"بس صرف اتنا کہہ کر گئی ہیں کہ وہ ابھی عزہ کو اس کے گھر چھوڑ کر آ رہی ہیں۔"

"اچھا تو وہ عزہ کو چھوڑنے گئی ہے ——" عمرو عیار نے اطمینان سے ایک نشست پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس کے بعد وہ کسی گہری سوچ میں پڑ گیا۔ ابھی وہ اپنی سوچ میں بیٹھا تھا کہ ضلہ گھر میں داخل ہوئی۔ اُس نے عمرو کو دیکھتے ہی کہا

"واہ آپ نے بھی کمال کر دیا۔ میں عزہ کو لے کر آپ سے ملنے گئی کہ آپ گھر واپس بھی چلے آئے۔ آخر وہ جعلی سکوں والی بات میں سچائی کہاں تک ہے؟ میں بھی تو اُس کی حقیقت جانوں ——"

عمرو نے ضلہ کی جانب دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ "وہ سکے اب دوبارہ نہیں بنیں گے۔ میں نے معاملہ ختم کر دیا ہے۔ اچھا کیا جو تم نے عزہ کو اس کے گھر پہنچا دیا

خیر اب تم آرام کرو۔ میں ایک ضروری کام سے مغربی سرحد والے گاؤں میں جا رہا ہوں۔ میرے جلد آنے کا انتظار نہ کرنا۔ شاید مجھے دیر ہو جائے۔" اتنا کہنے کے بعد عمرو اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ چلنے لگا۔ تو ضلہ نے اُسے روکتے ہوئے کہا

"مغربی سرحد والے گاؤں میں آپ کو کام کیا ہے؟"

عمرو نے ضلہ کی اِس بات کا بُرا مناتے ہوئے کہا۔ "نہ تو تمہارے لیے ہر بات پوچھنا ضروری ہے۔ اور نہ ہی ہر بات بتانا میرے لیے ضروری ہے۔ تم آرام سے گھر بیٹھو۔ بس یہی تمہارا کام ہے۔"

اتنا کہہ کر عمرو دروازے کی جانب بڑھا۔ باہر نکلنے سے پہلے رکا۔ مڑ کر ضلہ کی جانب دیکھا۔ اور بولا۔

"اب میری اجازت کے بغیر گھر سے قدم نہ نکالنا۔"

ضلہ نے انتہائی غصے کے ساتھ عمرو کی جانب دیکھا۔ پھر اپنا پاؤں پٹختی ہوئی کمرے میں داخل ہو گئی۔ عمرو نے نفرت سے زمین پر تھوکا۔ اور اس کے بعد گھر سے باہر آ گیا۔ کچھ دیر چپ چاپ دروازے سے باہر کھڑا رہا۔ اس کے بعد اُس نے کچھ اپنے آپ میں سوچا اور فضل کے مکان کی جانب چل پڑا۔ رات پڑنے سے قبل ہی عمرو فضل کے مکان میں جا داخل ہوا۔ پھر کسی کو اپنی آمد کی خبر کیے بغیر چھت پر جا چڑھا۔ چھت پر ایک بڑا سا سوراخ جالی سے ڈھکا ہوا تھا۔ یہ تازہ ہوا اور روشنی کے لیے تھا۔ اسی چھت کے نیچے فضل سوتا تھا۔ فضل کی چارپائی کے پاس ہی عزہ کی چارپائی بھی تھی۔ عمرو نے دیکھا کہ دونوں اپنی اپنی چارپائی پر چپ چاپ لیٹے ہوئے ہیں۔ کمرے میں مشعلیں

روشن تھیں۔ جن کی روشنی میں دونوں کے چہرے صاف دکھائی دے رہے تھے۔
پھر اُس نے فضل کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ عزّہ اُس کے لیے دودھ لے کر آئی ہے۔ اسپر وہ اپنی چارپائی سے اٹھی۔ دُودھ فضل کے سرہانے کچھ فاصلے پر پڑا تھا۔ عزہ نے دوُدھ اٹھانے سے قبل فضل کی جانب دیکھا۔ جب اُس نے فضل کو اپنے آپ میں مگن پایا۔ تو اُس نے فوراً ایک پڑیا اپنی جیب سے نکالی۔ اور اُسے دودھ میں ملا دیا۔ پھر بڑے ناز سے گلاس اٹھا کر فضل کے پاس لائی۔ فضل نے گلاس اُس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا۔

"میرا دل چاہتا ہے کہ آج تم بھی اس دُودھ میں سے تھوڑا دُودھ پی لو۔"

فضل کی اِس بات پر عزّہ کے ماتھے کی شکنیں اُبھر آئیں۔ وہ پریشان ہو گئی۔ لیکن جلد ہی اُس نے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"میں نے آج اتنی روٹی کھائی ہے کہ اب مزید کسی شے کے کھانے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔"

فضل مسکرا پڑا۔ اس کے بعد جونہی اُس نے گلاس منہ کو لگایا۔ عمرو نے چلّا کر اُسے آواز دیتے ہوئے کہا۔

"فضل۔ دودھ نہ پینا۔ اس میں زہر ہے۔"

فضل نے فوراً گلاس مُنہ سے ہٹا لیا۔ اس کے بعد چھت کی جانب ہوئے بولا۔ "یہ تو عمرو کی آواز ہے۔"

عزّہ نے گھبرائی ہوئی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ اس کے بعد وہ دروازے کی جانب اُٹھ دوڑی۔ مگر باہر نکلنے سے قبل ہی عمرو عیّار نے چھت پر سے

اُتر کر دروازے کی جانب سے اُسے دبوچ لیا۔ اُسے بازو سے پکڑ کر فضل کے سامنے کھڑا کرتے ہوئے بولا۔

"اس نے تمہارے دودھ میں زہر ملا دیا ہے۔"

"مگر وہ تو ......" فضل بات پوری نہ کر سکا۔ عمرو نے کہا۔ "اس نے وہ پڑیا استعمال نہیں کی ہے جو ہم نے تبدیل کی تھی۔ اس نے نئی پڑیا استعمال کی ہے۔"

"لیکن یہ سب کچھ ہوا کیسے؟" فضل کے پوچھنے پر عمرو نے عزّہ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"عزّہ خود بتائے گی کہ یہ سب کچھ کیسے ہُوا؟ اور کس نے کروایا ہے؟"

عزّہ چلّا کر بولی۔ "میں کچھ نہیں جانتی۔ میں نے دودھ میں زہر نہیں ملایا ہے۔"

اسپر عمرو نے اُسکی کلائی مروڑتے ہوئے کہا۔ "عزّہ تمہاری حیثیت ایک لونڈی سے زیادہ نہیں ہے۔ تمہیں اللہ کا شکر کرنا چاہیئے تھا کہ میرے ایک بااثر دوست نے تمہیں اپنی بیوی بنا لیا۔ تمہیں اس سے دھوکہ نہیں کرنا چاہیئے تھا اب تم صاف صاف بتا دو کہ فضل کو زہر دینے کے لیے تمہیں کس نے کہا تھا؟"

عمرو کی بات سے عزّہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ عمرو عیّار نے اُسے تسلّی دیتے ہوئے کہا۔

"گھبراؤ نہیں عزّہ۔ اگر تم نے اصل مجرم کا نام صاف صاف بتا دیا۔ تو ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔ بلکہ تمہاری حفاظت بھی کریں گے۔"

عمرو جاننا چاہتا تھا کہ اس سازش میں عزّہ کے ساتھ کون شریک ہے۔

رائقہ ہے یا کوئی اور ہے۔

عزہ نے بات کرنے سے پہلے اپنے دائیں بائیں دیکھا۔ پھر گھبرائی ہوئی نظروں کے ساتھ دروازے کی جانب دیکھا۔ عمرو نے فوراً آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور ادھر جھانکا۔ مگر کوئی دکھائی نہ دیا۔ جس پر عمرو نے عزہ سے کہا "تم قطعاً نہ گھبراؤ۔ تمہاری بات کوئی نہیں سن رہا۔ بے فکر ہو کر ہر بات کرو۔ انشاءاللہ تمہیں کوئی آنچ نہ آئے گی۔"

اسپر عزہ نے جونہی بات کرنا چاہی ایک سنسناتا ہوا تیر کھڑکی کی راہ سے آیا۔ اور عزہ کے سینے میں پیوست ہو کر رہ گیا۔ عمرو نے چلا کر فضل سے کہا "فضل تم عزہ کو سنبھالو۔ میں تیر چلانے والے کا پتہ کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر عمرو کھڑکی کی راہ سے باہر کی جانب دوڑا۔ مگر تاریکی کی وجہ سے اسے کوئی دکھائی نہ دیا۔ عمرو ادھر اُدھر بھاگا۔ مگر دور دور تک کسی کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ جس پر عمرو مایوس ہو کر واپس کمرے میں چلا گیا۔ عزہ دم توڑ چکی تھی۔ عمرو نے فضل سے پوچھا۔ "عزہ نے کچھ بتایا یا نہیں"

فضل جو اس کی لاش پر جھکا ہوا تھا۔ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور عمرو سے بولا۔ "عزہ نے کچھ نہیں بتایا۔"

اسپر عمرو نے مسہری پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "فضل مجھے تو ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ کوئی میرے اور تمہارے خلاف گہری سازش کر رہا ہے۔ قاتل رات کی تاریکی سے فائدہ اُٹھانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اس لیے وہ فرار ہو گیا ہے۔ اس کے فرار ہو جانے کا سخت دکھ ہوا ہے۔ اگر وہ پکڑا جاتا تو ساری بات کھل

فضل مرجھائی ہوئی آواز میں بولا۔ "مگر سازش کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ اس کے بارے میں تم مجھ سے بہتر سمجھ سکتے ہو۔"

"کیا مطلب؟" عمرو نے کچھ حیران سا ہوتے ہوئے فضل کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرے پلنگ کے پائے کے نیچے وہی پڑیا ہے جسے ہم نے تبدیل کیا تھا۔ پھر یہ دوسری زہر کی پڑیا عزہ کے ہاتھ میں کیسے آ گئی؟"

"میں تمہاری بات سمجھا نہیں فضل۔ آخر تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" عمرو نے کچھ پریشان ہوتے ہوئے پوچھا۔

فضل نے اطمینان سے بیٹھتے ہوئے عمرو کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"تم خود سوچو کہ یہ زہر کہاں سے آیا؟ کس نے عزہ کو دیا؟ کیا یہ واضح نہیں کہ اس سے قبل جب ہم دونوں آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ تو عزہ کے ساتھ کوئی دوسرا بھی دروازے کی اوٹ میں کھڑا ہماری باتیں سن رہا تھا۔ سننے والا جان گیا تھا کہ زہر کی پڑیا تبدیل کر دی جائے گی۔ اس لیے اس نے دوسری زہر کی پڑیا دے کر مجھے مروانا چاہا ہے۔ مجھے راستے سے ہٹانا چاہا۔ محض اس لیے کہ میں تمہارا دوست ہوں۔ مخلص اور جاں نثار دوست۔۔۔۔" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد فضل نے مزید کہا۔ "عمرو۔ میری بات پر غور کرو۔ میں نے جس بات کی نشاندہی کی ہے۔ تمہیں اسپر سوچنا ہو گا۔"

عمرو عیار فضل کی بات بڑے غور سے سن رہا تھا۔ اس کی بات ختم ہوتے ہی وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور فضل سے بولا۔ "میں سمجھ گیا ہوں فضل کہ اس سازش کے پیچھے کس کا ہاتھ کام کر رہا ہے۔"

یقیناً وہ تمہاری اور میری جان کی دشمن ہے۔ اور وہ رالقہ ہے۔ خوبصورت ناگن!
میں اُسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اُسی نے عزہ پر تیر چلایا ہے وہی تمہیں
مروانا چاہتی ہے۔ مجھے پریشان حال رکھنا بھی اُس کی سازش کا ایک حصّہ
ہے۔ میں ابھی جا کر اُس کی گردن تن سے جُدا کرتا ہوں۔"

عمرو یہ کہہ کر چلنے لگا تو فضل نے اُسے روکتے ہوئے کہا۔

"جذبات سے مغلوب ہو کر ایک غلطی تو تُم نے یہ کی تھی کہ تُم نے میرے
اور شہزادی کے روکنے کے باوجود رالقہ سے شادی کر لی۔ اب دوسری غلطی
تُم یہ کر رہے ہو کہ حقیقت حال جانے بغیر تم رالقہ کو جان سے مارنے جا رہے ہو۔
تمہاری عیاریاں کہاں گئیں عمرو۔ کہ تم ایک عورت کی حقیقت کا پتہ نہیں چلا
سکتے۔ شاید تُم جانتے نہیں کہ بوعز کئی دنوں سے غائب ہے وہ کہاں گیا
ہے؟ کیا تمہیں اس بات کا کوئی علم ہے۔ کیا اس امر میں رالقہ کی کوئی
سازش نہیں؟"

"رالقہ نے میرے سامنے اُسے اپنے ایک دُور کے رشتہ دار کے پاس بھیجا تھا۔
وہ رشتہ دار مصر میں ہے۔ بوعز وہیں گیا ہے۔"

عمرو کی اِس بات پر فضل نے جواب دیا۔ "میں کہتا ہوں کہ اس میں بھی
ایک سازش ہے۔ اُس نے یقیناً اپنے آدمیوں کو امداد کے لیے بلوایا ہے۔
وہ یہاں تنہا ہے۔ کیا تم نے اس بات پر کبھی غور کیا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔ مگر وہ اپنے آدمی یہاں بلوا کر کرے گی کیا؟"

"تمہیں مروانے کے لیے۔ مجھے ڈر ہے وہ عزہ کے ہاتھوں مروا سکتی تھی۔ مگر

تمہیں کسی غلام یا لونڈی کے ہاتھوں مروا نہیں سکتی تھی۔ اس لیے اُس نے
بوعز کے ہاتھوں اپنے آدمیوں کو بلوا بھیجا ہے تاکہ وہ تمہیں آسانی سے مار سکیں۔"

فضل کی باتوں سے عمرو سخت پریشان ہوا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا
کہ وہ فضل سے کیا کہے اور کیا نہیں؟ لیکن وہ اتنی بات ضرور سمجھ گیا تھا کہ
اُس کے اور فضل کے خلاف جو کچھ بھی ہو رہا ہے اس میں رالقہ کا ضرور ہاتھ ہے۔ جب
عمرو سے کوئی بات بن نہ سکی تو فضل نے اُس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے
کہا۔ "گھبراؤ نہیں۔ میں قدم قدم پر تمہارا ساتھ دوں گا۔ فی الحال تمہیں رالقہ سے
کوئی بات نہیں کرنی چاہیے۔ چُپ چاپ گھر چلے جاؤ۔ اُس سے نہ تو عزہ کی
موت کا ذکر کرو اور نہ ہی کوئی اور بات کرو۔ ایسے انجان ہو جاؤ کہ جیسے تمہیں
کسی بات کا علم ہی نہ ہو۔"

"تم فکر نہ کرو فضل۔ میں اس مکار عورت کو ایسا چکر دوں گا کہ وہ عمر بھر
یاد رکھے گی۔ میں بوعز کو رالقہ کے پاس پہنچنے سے قبل ہی تمہارے پاس لے آؤں
گا۔ مجھے اُمید ہے کہ وہ حقیقت حال سے ہمیں آگاہ کر دے گا۔ ہم اُسے
لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیں گے۔"

فضل بولا۔ "ٹھیک ہے۔ میں تمہاری اس بات سے متفق ہوں۔ اب
تم جاؤ۔ میں عزہ کی لاش کو سنبھالتا ہوں۔"

اس پر عمرو نے فضل سے ہاتھ ملایا۔ اور اپنے گھر کی جانب چل پڑا۔

قربانی

کُنتی ایک بُت کے سامنے اپنی آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی۔ اُس کی پُشت پر اُس کا شوہر سہدیو اور بیٹا راج کمار بیٹھا تھا۔ کچھ فاصلے پر عمی ایل اور اُس کے دونوں ساتھی ادنان اور راحیل بیٹھے تھے۔ عمی ایل بڑے غور سے کُنتی اور اُس کے سامنے رکھے ہوئے بُت کی جانب دیکھ رہا تھا۔

کُنتی کہہ رہی تھی "اے سامرتھ (عافت) میرا اگرب (غرور) نہیں کرتی۔ میری محنت سپھل (کامیاب) کر۔ میں تیری داسی ہوں۔ میں نے تیری ہی شکتی سے ملیچھوں کو اِس وادی سے دُور بھگا دیا ہے۔

اے بدھیوان (دانا) اپنے اس چرنوں کی داسی کو اُس جگہ سے آگاہ کر۔ جہاں کلنگ کے ایک سرمایہ دار کا خزانہ دفن ہے۔

جے ہو دانا۔ جے ہو تیری ...... " اتنا کہنے کے بعد کُنتی نے کئی بار اپنے سر کو اُس بُت کے آگے جھکایا۔ پھر اُس نے اپنے بال کھول دئیے۔ اور اپنے بالوں کو بُت کے قدموں کے آگے ڈالتے ہوئے جھک گئی۔ کافی دیر تک جھکی رہی اور کسی انہونی زبان میں کچھ کہتی رہی۔ پھر اُس نے اپنے سر کو اُوپر اٹھایا۔ اور بُت کی جانب غور سے دیکھا۔ عمی ایل کُنتی کی ایک ایک حرکت کو بڑے غور اور فکر سے دیکھ رہا تھا۔ اُس کے دونوں ساتھی بھی کُنتی

کی حرکتوں کا جائزہ لے رہے تھے۔ عمی ایل نے دیکھا کہ بُت اپنی جگہ سے حرکت کر رہا ہے۔ سہدیو نے جب بُت کو حرکت کرتے ہوئے پایا۔ تو وہ فوراً اُس کے آگے جھک کر "جے ہو بلوان، جے ہو تیری" پکارنے لگا۔ کُنتی نے بھی اپنے سر کو جھکا لیا۔ ان کے بیٹے ارجن نے آگے بڑھ کر بُت کے ہاتھ پر اپنے سر کو رکھا تو بُت وہیں ٹھہر گیا چند لمحوں کے بعد بُت کی آنکھوں سے روشنی عیاں ہوئی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ روشنی ایک دائرے کی شکل میں سہدیو کے مکان سے نکل کر میدان میں جا پھیلی۔ کُنتی نے فوراً اپنے سر کو اٹھایا۔ اُسی وقت باہر گئی۔ روشنی کو دیکھا کہ جو ایک ویران کھیت تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ اُس سے آگے نہیں بڑھی تھی۔ کُنتی نے خوشی میں آ کر نرسنگھا اٹھایا۔ اور بجانا شروع کر دیا۔ سہدیو بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور اُس نے پاگلوں کی طرح ناچنا اور بُت کے گُن گانے شروع کر دئیے ——

کُنتی نے نرسنگھا رکھنے کے بعد عمی ایل کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"اے یہودی! ہمارے علم میں یہ بات آ گئی ہے کہ خزانہ کہاں اور کس جگہ دفن ہے لیکن اس سے قبل کہ ہم تمہیں خزانہ کے بارے میں کوئی بات بتائیں۔ تمہیں ہم سے طے کرنا ہو گا۔ کہ ہمیں خزانہ میں سے کس قدر دو گے۔ میں ایک بار پھر خزانے کی تقسیم کے بارے میں بات کرنا چاہتی ہوں۔"

عمی ایل نے کُنتی کے اس طرح مخاطب کرنے کو بہت ہی بُرا خیال کیا۔ اُس نے کوئی بات کرنے سے پہلے ادنان کو اشارہ کیا کہ وہ باہر نکل کر دیکھے کہ بُت کی آنکھ سے نکلی ہوئی روشنی کس مقام پر جا کر ٹھہری ہے۔ وہ کُنتی کو جواب دینے سے پہلے

خود ہی جان لینا چاہتا تھا کہ کس مقام پر خزانہ موجود ہے؟ بُت کی آنکھوں سے نکلی ہوئی روشنی کے سوا کوئی بھی فاروں کے خزانے کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا۔ اُسی روشنی نے خاص مقام پر ٹھہر کر کُنتی کو اشارہ دیا ہے کہ خزانہ یہاں دفن ہے۔

لیکن جب اوذان اُٹھ کر باہر جانے لگا تو روشنی کی لکیر کمرے میں وارد ہو گئی۔ اور وہ سیدھی ارجن کے دماغ سے جا ٹکرائی۔ اس کے بعد سب کی نظروں کے سامنے سے غائب ہو گئی۔

اوذان نے باہر جھانک کر دیکھا تو اُسے سوائے اندھیرے کے کچھ دکھائی نہ دیا۔ اُس نے عمی ایل کی جانب دیکھا۔ عمی ایل نے اُسے اشارہ کیا کہ وہ آرام سے بیٹھ جائے۔ کیونکہ اب باہر جانے کا کوئی فائدہ نہیں۔

سہدیو نے بھی عمی ایل سے مخاطب ہوتے ہوئے وہی بات دوہرائی جو کُنتی نے اُس سے کی تھی۔ عمی ایل نے باری باری سے دونوں کی جانب دیکھا۔ پھر اُس نے کُنتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"میں اپنی باوقار قوم کا معزز فرد ہوں۔ اچھی زبان اور اچھے الفاظ میری میراث سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لیے تمہیں بات کرنے سے پہلے میری میراث کے الفاظ یاد کر لینے چاہئیں۔ تاکہ تمہاری زبان سے میرے لیے کوئی بے ادبی کا لفظ نہ نکلے۔"

کُنتی نے بھی عمی ایل کی بات کا بُرا مناتے ہوئے کہا۔ "ہم آریہ ورت کی اولاد ہیں۔ ہماری زمین زرخیز ہے اور ہم خود بلند مرتبہ رکھنے والے لوگ ہیں۔

اس لیے ہم کسی طرح بھی تم لوگوں سے کم نہیں ہیں ——— یہاں اب تمہارے اور ہمارے درمیان اونچ نیچ کی بات نہیں چلے گی۔ خزانے کی بات چلے گی۔ اگر ہم تمہیں دفن شدہ خزانہ کی جگہ کے بارے میں بتا دیں۔ تو تم اُسے نکالنے کے بعد ہمیں اس خزانے میں سے کتنا حصّہ دو گے؟"

سہدیو بولا۔ "ہمارے ساتھ صرف حصّے کی بات کرو۔ اور کوئی بات نہ کرو۔"

عمی ایل اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور اُس کے ساتھ ہی زاغل اور عدنان بھی اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ عمی ایل نے بات کرنے سے پہلے باہر کی جانب جھانکا۔ پھر اُس نے کُنتی اور سہدیو سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"خزانے کا علم ہم لوگ لے کر تم تک پہنچے ہیں۔ تم لوگوں نے اپنے علم سے خزانہ کی نشاندہی کی ہے۔ اس لیے ہم لوگ خزانے میں برابر کے حصہ دار ہیں۔ یعنی جتنا خزانہ ہم لوگ لیں گے۔ اُتنا ہی تم لوگوں کو بھی ملے گا۔ اس کے بارے میں تم ہمیں پہلے بھی کہہ چکے ہیں۔"

عمی ایل کی اس بات پر کُنتی کی باچھیں کھل گئیں۔ اُس نے ایک زوردار قہقہہ مارتے ہوئے کہا۔

"اچھا کیا۔ جو تم جلد مان گئے۔ اگر نہ مانتے تو شاید ہمارے اور تمہارے درمیان اسی بات پر کوئی جھگڑا ہو جاتا۔ اب میرا بیٹا راج کمار بنے گا۔ میں اس کے سر پر سونے کا تاج رکھوں گی۔"

اتنا کہہ کر کُنتی نے اپنے بیٹے ارجن کی جانب دیکھا جس کا سر ابھی تک بُت کے ہاتھ پر جھکا ہوا تھا۔ کُنتی نے آگے بڑھ کر اُس کے شانے پر ہاتھ

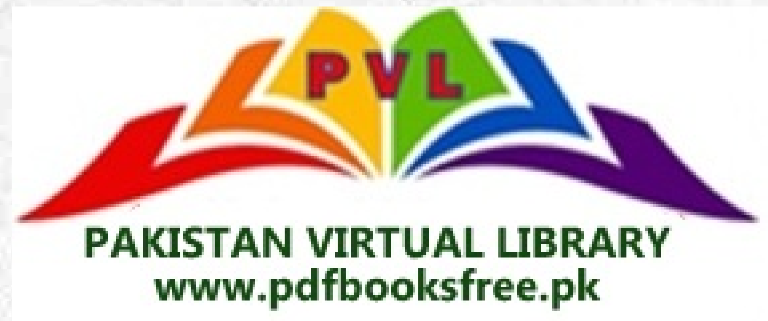
رکھا۔ تو اُس کا سر زمین پر جا گرا۔ گنگو نے ایک دم جھک کر جب اُس کے سر اور جسم کو اٹھایا، تو وہ مرا پڑا تھا۔ گنگو کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ اُس نے بُت کی جانب دیکھا تو بُت بھی دھڑام سے زمین پر گر پڑا۔ اور گرتے ہی بیشمار ٹکڑوں میں بکھر کر رہ گیا۔

سہدیو نے سہمی ہوئی نظروں سے ارجن کی لاش اور ٹوٹے ہوئے بُت کی جانب دیکھنا شروع کر دیا۔ اُسی دم گھر سے باہر کسی کے زوردار قہقہوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ گنگو نے اپنے دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ لیئے۔ سہدیو نے خوفزدہ ہو کر باہر کی جانب دیکھنا شروع کر دیا۔

عمی اپل آگے بڑھا۔ اُس نے سہدیو کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"گھبراؤ نہیں سہدیو یہ کسی دیوتا کے قہقہے نہیں ہیں یہ اُسی خادم کے قہقہے ہیں۔ جسے بستی والے پاگل سمجھ کر یہاں چھوڑ گئے ہیں۔"

سہدیو اور گنگو دونوں ایک دوسرے کی جانب دیکھنے لگے۔ سامنے اُن کے بیٹے کی لاش سامنے پڑی تھی۔ خزانے پر یہ اُن کی پہلی قربانی تھی۔



فضل بن منذر کا گرفتار ہونا

قاضی اور اس کے سپاہی فضل بن منذر کے دروازے پر کھڑے تھے۔ قاضی کے پاس ضلہ بھی کھڑی تھی۔ عمرو اندر فضل کو لینے گیا ہوا تھا۔ عزہ کے قتل پر ضلہ نے فضل کے خلاف قاضی کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا تھا۔ اس نے قاضی کو صاف صاف لفظوں میں بتا دیا تھا کہ فضل نے اس کی لونڈی عزہ کو جان سے مارا ہے۔ عمرو کو ضلہ کی بات کا پتہ چل چکا تھا۔ اس نے اسے روکنے اور فضل کے خلاف مقدمہ دائر کرنے سے منع بھی کیا۔ مگر وہ باز نہ آئی۔ اس نے وہی کچھ کیا۔ جو وہ چاہتی تھی۔

مقدمہ دائر ہونے کے بعد قاضی نے ضلہ اور عمرو کو بھی اپنے ہمراہ لے لیا۔ تاکہ ان کے سامنے ہی فضل کو گرفتار کر لیا جائے تو اچھا ہے۔ اس سے ضلہ کو تسلی ہو جائے گی۔ کہ اس نے جو مقدمہ دائر کیا ہے۔ اس پر کاروائی درست طریقے سے ہو رہی ہے۔"

جب عمرو فضل کو لینے کے اندر پہنچا۔ تو فضل بڑے اطمینان سے بیٹھا قہوہ پی رہا تھا۔ عمرو کو دیکھا تو اس نے قہوہ کی چسکی لینے کے بعد کہا۔ "عمرو تم جس غرض سے آئے ہو۔ اُسے میں جانتا ہوں۔ دراصل ایک اور وار کرنے میں ہم پر کامیاب ہو گئی ہے۔ مگر ان حالات میں تمہیں اپنے آپ پر قابو رکھنا ہو گا۔ بو عزہ کو قابو

ہیں کرنا تمہارے لئے بہت ضروری ہے۔ وہی اس عورت کی حقیقت بیان کرے گا۔ کہ یہ کون ہے؟ اور کہاں سے آئی ہے۔ بوعزہی سے سارے راز لینے کے بعد تمہیں آگے بڑھنا ہوگا۔

"تمہارا اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟" عمرو کی اس بات پر فضل نے قہوہ کی پیالی زمین پر رکھ دی۔ پھر اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اور اس کی جانب دیکھتے ہوئے بولا۔

"مکار اور چالباز عورت ہے۔ تمہیں لوٹنے اور برباد کرنے کے سوا اس کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ وہ بصرہ میں محض تمہیں لوٹنے کی خاطر وارد ہوئی ہے۔"

عمرو عیار نے جواب دیا۔ "میں تو سمجھتا ہوں کہ رالقہ کا مسلمانوں کے کسی قبیلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ نصرانی ہے یا مجوسی۔ اگر ان دونوں قوموں میں سے نہیں ہے تو یہودی قوم سے ضرور اس کا تعلق ہے۔"

"اب تمہارا دماغ کام کرنے لگا ہے۔ یہ عورت یقیناً غیر قوم سے تعلق رکھتی ہے۔ اور تمہیں ہر حال میں اس کا پتہ چلانا ہوگا۔"

"میرے خیال میں بوعزہی اس کے بارے میں سب کچھ بتا سکتا ہے۔"

عمرو بولا۔ "چلو اب دیر نہ کرو۔ باہر قاضی صاحب تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

فضل مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں جانتا ہوں، کہ قاضی صاحب مجھے گرفتار کرنے کے لئے آئے ہیں۔ میں گرفتار ہونے سے نہیں ڈرتا۔ تم یہ بھی جانتے ہو۔ کہ میں بے گناہ ہوں۔ گنہگار

رالقہ ہے اور رالقہ نے ہی عزہ کو قتل کیا ہے۔ لیکن رات کی تاریکی نے اس کے جرم پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اور مجرم میں بن گیا ہوں۔"

عمرو بولا۔ "کوئی بات نہیں۔ میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔"

اس پر فضل عمرو کے گلے ملا۔ اس کے بعد دونوں باہر چلے آئے۔ باہر آتے ہی سپاہیوں نے فضل کو گرفتار کر لیا۔ جب چلنے لگے۔ تو فضل نے خلدہ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"رالقہ، کسی بے گناہ کا خون کبھی رائیگاں نہیں جاتا۔ جو انسان کسی دوسرے کے لئے گڑھا کھودتا ہے وہ خود ہی اس میں گر کر مر جاتا ہے۔"

اس پر قاضی نے فضل سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ "کیا تم نے عزہ کا خون نہیں کیا؟"

فضل بولا۔ "قاضی صاحب، یہ سب باتیں عدالت میں ہوں گی۔ کون مجرم ہے کون نہیں؟ اس بات کا پتہ آپ کو بہت جلد چل جائے گا۔"

خلدہ نے قاضی سے کہا۔ "ہر مجرم اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کرنے کے لئے سہارے ڈھونڈتا ہے۔ لیکن وقت آنے پر پتہ چل جائے گا۔ کہ عزہ کو کس نے قتل کیا ہے۔ کس نے نہیں۔"

قاضی نے خلدہ کو کوئی جواب نہ دیا۔ وہ فضل اور اپنے سپاہیوں کے ہمراہ باہر نکل گیا۔ ان کے جانے کے بعد عمرو نے فضل کے مکان کو مقفل کیا اور خلدہ کے ہمراہ چپ چاپ اپنے گھر کی جانب چل پڑا۔

سونے کی زنجیر کا راز

عمرو عیار کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ حنلہ اس سے چند قدموں پر بیٹھی اس کی جانب غور سے دیکھ رہی تھی۔ اب دونوں ہی ایک دوسرے سے ڈرے ڈرے اور مشکوک حالت میں رہتے تھے۔ جب اس نے دیکھا، کہ عمرو کوئی بات بھی کرنے کے موڈ میں نہیں ہے۔ تو اس نے عمرو سے مخاطب ہوتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کس سوچ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ کیا آپ اس سوچ میں تو نہیں ہیں کہ فضل بن منذر کے خلاف غلط کارروائی ہوئی ہے؟" حنلہ نے اس کے دل کی بات جاننے کے لئے اس کے دل ٹٹولا تھا۔

عمرو نے حنلہ کی جانب دیکھے بغیر جواب دیا۔

"میں کسی ایسی سوچ میں نہیں ہوں۔ جو کوئی جیسا کرتا ہے۔ ویسا ہی بھرتا ہے۔ میں تو صرف اپنے کاروبار کے سلسلہ میں فکرمند ہوں۔"

"کاروبار کو کیا ہوا؟" حنلہ نے عمرو کے نزدیک ہوتے ہوئے کہا۔

عمرو نے ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے جواب دیا۔ "واللہ، شاید تمہیں اس بات کا علم نہیں کہ اب میری حالت پہلے جیسی نہیں رہی۔ اب کوئی بھی بیوپاری میرے پاس مال لے کر نہیں آتا۔"

"مال لے کر کیوں نہیں آتا۔" حنلہ کے پوچھنے پر عمرو نے جواب دیا۔

"اس لئے کہ میں نے انہیں پہلے مال کی رقوم ابھی تک ادا نہیں کیں۔ بیشتر روپیہ تمہاری نظر ہو گیا۔ اور اس سے کہیں بڑھ کر فضل کی نذر کر دیا۔ اب میں قلاش ہو کر رہ گیا ہوں۔ سوچتا ہوں۔ کہ زندگی کی گاڑی اب کیسے چلے گی۔ کیسے تمہارے حقوق پورے کروں گا۔ اور کیسے بیوپاریوں کو ان کی رقمیں ادا کروں گا۔ میری تو سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔"

اتنی بات کرنے کے بعد عمرو چپ ہوا۔ تو حنلہ نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"بھلا فضل بن منذر کو رقم دینے کی کیا ضرورت تھی؟"

"وہ ایک کیمیاگر ہے۔ سونا بنانا جانتا ہے۔ میں نے اُسے رقم محض اس لئے دی تھی کہ وہ جلد سونا بنا کر میری گرتی ہوئی ساکھ کو سنبھال لے گا مگر سونا بنانے سے قبل ہی وہ عزہ کو قتل کرنے کے جرم میں قید ہو گیا۔ اب خدا جانے اس کی جان بچتی بھی ہے یا نہیں؟"

اس پر حنلہ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "بھلا اس خبطی کو اتنی بڑی رقم دینے کی کیا ضرورت تھی۔ آج تک کیمیاگری سے کس نے سونا بنایا ہے، جو وہ بناتا۔ حد ہو گئی بے وقوفی اور جہالت کی۔"

"واللہ جو کچھ ہو چکا۔ اس پر افسوس کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں نے تمہیں بے شمار دولت دی ہے۔ اگر تم اس میں سے کچھ دے دو۔ تو میں اپنے کاروبار کو سنبھالا دے سکتا ہوں۔ بیوپاریوں کا قرض بھی ادا کر دوں گا۔ اور پھر سے اپنا کاروبار بھی شروع کر لوں گا۔"

عمرو کی اس بات پر خنلہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہو گئی۔ پھر عمرو سے بولی۔

"میرے پاس جو کچھ تھا۔ وہ میں خرچ کر چکی ہوں۔ اب میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔"

عمرو نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "خدا کی پناہ! اتنا ڈھیر سارا سرمایہ تم نے خرچ کہاں کر لیا۔ کیا تم بھی کسی کیمیاگر کو دولت دے چکی ہو؟"

خنلہ نے بھنویں سکیڑتے ہوئے جواب دیا۔ "میں تمہاری طرح بے وقوف نہیں ہوں۔"

"وہ تو میں جانتا ہوں۔ کہ تم سے بڑھ کر بھلا اس دور میں اور کون عقلمند ہو گا۔ بے وقوف تو ہم تھے۔ جو تمہاری قوم سے بندھ گئے۔"

خنلہ نے برا مناتے ہوئے کہا۔ "مجھ سے بے وقوفوں جیسی باتیں نہ کرو۔ میں نے ایک بار تمہیں کہہ دیا ہے۔ کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اس لئے مجھے تنگ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

عمرو نے بات بناتے ہوئے کہا۔ "آخر تم میری بیوی ہو۔ کوئی غیر تو نہیں۔ جو کچھ گھر کی بات تم سے نہیں کروں گا۔ تو اور کس سے کروں گا۔"

"مجھے ایسی باتیں اچھی نہیں لگتیں۔"

"یعنی روپے پیسے والی باتیں۔" عمرو نے خنلہ کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

خنلہ نے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے جواب دیا۔ "تمہارا تو دماغ سٹھیا گیا ہے۔"

خنلہ کمرے سے باہر چلی گئی۔ تو عمرو نے شکر کا سانس لیا۔ یہی بات وہ چاہتا تھا۔ کہ خنلہ کسی طرح اپنے کمرے سے باہر چلی جائے تو وہ اطمینان سے اس کے

کمرے کی تلاشی لے۔ اور کسی نہ کسی طرح سے اپنی زنبیل کی تلاش کرے۔ کیونکہ اب عمرو کو یقین ہو چکا تھا۔ کہ اس کی زنبیل کو ملکہ خنلہ کے سوا کسی اور نے نہیں چھپایا ہے۔

عمرو نے آہستگی کے ساتھ کمرے کو اندر سے بند کیا۔ اس کے بعد جلد جلد چیزوں کو ادھر ادھر کر کے اپنی زنبیل تلاش کرنا شروع کر دی۔ مقفل چیزوں کو وہ کھول تو نہ سکا۔ پھر بھی اس نے تسلی ضرور کر لی۔ کہ ان میں زنبیل نہیں ہے۔ عمرو اسی طرح اپنی زنبیل تلاش کرنے میں لگا ہوا تھا۔ کہ اسے خنلہ کی مسہری کے تکئے کے نیچے سے سونے کی ایک زنجیر دکھائی دی۔ عمرو نے بڑھ کر اس زنجیر کو تکئے کے نیچے سے نکالا۔ تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہ اس زنجیر میں یہودیوں کا نشان یعنی چھ کونوں والا ستارہ لٹکا ہوا تھا۔ عمرو نے کچھ دیر تک سوچا۔ پھر اسی طرح زنجیر کو تکئے کے نیچے رکھ دیا۔ اس کے بعد اس نے کسی شے کو ہاتھ نہ لگایا۔ اور پھر کمرے کا کنڈا کھول کر بڑے اطمینان سے ایک جگہ پر بیٹھ گیا۔ جونہی وہ بیٹھا خنلہ کمرے میں داخل ہوئی۔ ادھر ادھر دیکھا۔ عمرو کو اطمینان سے بیٹھا ہوا پا کر بولی۔

"اب اسی جگہ بیٹھے رہو گے یا کوئی کام بھی کرو گے۔"

عمرو نے مسکین سی صورت بناتے ہوئے کہا۔ "کوئی کام ہی نہیں ہے۔ تو کروں کیا؟"

"جہنم میں جاؤ۔۔۔ میں کچھ نہیں جانتی۔"

عمرو کو خنلہ کی بات پر تاؤ تو بہت آیا۔ مگر اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے

جواب دیا۔ "جہنم میں تو ہم اکٹھے ہی جائیں گے۔ فی الحال یہاں اکٹھے نہیں رہ سکتے۔"

عمرو یہ کہتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی منکہ نے جلدی سے زنجیر کو تکیے کے نیچے سے نکالا۔ اور اسے اپنے گلے میں پہن لیا۔ وہ زنجیر لینے کی خاطر ہی کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ یہ اس کی زندگی کا پہلا موقع تھا۔ کہ وہ زنجیر اتار کر اسے پہننا بھول گئی تھی۔

کنتی کی نئی بات

بیٹے کی موت کے بعد کنتی نے گھر سے قدم نہیں نکالا تھا۔ اس کے شوہر سہدیو نے اپنی مذہبی رسوم کے مطابق ارجن کی لاش کو جلا دیا تھا۔ جلی ہوئی لاش کی راکھ کو ایک پوٹلی میں باندھ لیا تاکہ وہ اسے اپنے وطن لے جا کر گنگا میں بہا دے۔ اس تمام عرصہ میں عمی ایل اور اس کے ساتھیوں نے بھی کنتی سے کوئی بات نہ کی۔ اور نہ ہی انہوں نے اسے مجبور کیا کہ وہ جہاں خزانہ دفن ہے۔ اس کی نشاندہی کرے۔ عمی ایل ایک دو مرتبہ گھر سے باہر بھی نکلا تو محض خازم کو دیکھنے کے لئے۔ جو ایک ویران مکان کے دروازے پر بیٹھا رو تا رہتا تھا۔ کیا خازم پاگل ہے۔ عمی ایل کا ذہن قبول نہیں کرتا تھا۔ وہ اسے مشکوک نظروں سے ہی دیکھتا تھا۔ مگر خوب اچھی طرح سے دیکھنے بھالنے

کے باوجود وہ اپنے آپ میں اس بات کا فیصلہ نہ کر سکا۔ کہ واقعی خازم پاگل ہے یا نہیں۔ ایک دن عمی ایل اس کے نزدیک جا کھڑا ہوا۔ خازم نے اس کے نزدیک آنے کی کوئی پرواہ نہ کی۔ وہ اپنے حال میں مگن ہاتھ کی انگلی سے زمین پر ٹیڑھی ترچھی لکیریں بناتا رہا۔ عمی ایل اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے خازم سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا "کیا تم پاگل ہو؟"

خازم نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ جو کچھ کر رہا تھا۔ اسی میں مگن رہا۔ عمی ایل کو اس کی لاپرواہی پر غصہ آگیا۔ اس نے پاؤں سے اسے ٹھوکر مارتے ہوئے کہا "کیا تم نے میری بات نہیں سنی؟ کہ میں نے کیا کہا ہے؟"

خازم پاگل نہیں تھا۔ اس لئے اسے عمی ایل کے اس فعل پر غصہ تو بہت آیا۔ مگر اس نے اپنے آپ میں ضبط کیا۔ اور وہی کچھ بناتا رہا۔ جس کے بارے میں اسے ہدایت کی گئی تھی۔ خازم نے عمی ایل کی جانب دیکھا۔ پھر زور سے قہقہے مارتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور دیوانوں کی مانند ناچنا شروع کر دیا۔ اتنے میں اونان اور راخل بھی عمی ایل کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ عمی ایل نے ان سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"ذرا اس پاگل کا پاگل پن تو دور کرو۔ اسے اتنا مارو کہ یہ حقیقت بیان کرنی شروع کر دے۔"

عمی ایل کے اتنا کہتے ہی اونان اور راخل نے خازم کو بے تحاشا مارنا اور پیٹنا شروع کر دیا۔ مگر خازم نے ان کی مار کی کوئی پرواہ نہ کی۔ بلکہ پاگلوں کی مانند مسلسل قہقہے مارتا اور ان کا مذاق اڑاتا رہا۔

خازم کے قہقہے سن کر کنتی بھاگتی ہوئی آئی۔ وہ اونان اور راحل کو جھڑکتے ہوئے بولی۔

"اسے مت مارو۔ مت مارو اسے۔ یہ پاگل ہے۔ پاگل کو مارنے سے دیوتا ناراض ہوتے ہیں۔" اونان اور راحل ایکدم رک گئے۔

عمی ایل نے کنتی کی جانب گھورتے ہوئے کہا: "پاگلوں پر تمہارے دیوتا کب سے مہربان ہوتے ہیں۔۔۔؟"

"یہودی اپنی زبان کو لگام دو۔ ابھی سارے کام ادھورے پڑے ہیں۔ اور تم جس زعم میں ہو۔ اس کے اظہار پر تمہیں نقصان کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔"

کنتی کی اس بات پر عمی ایل نے اپنے آپ پر قابو پایا۔ اور فوراً خوشامد پر اتر آیا۔

"کنتی بہن، بھلا ہم تمہیں ناراض کر سکتے ہیں۔ میں تو اس بات پر خوش ہوا کہ تم نے اپنے گھر سے قدم تو باہر نکالا۔"

کنتی نے عمی ایل کی جانب غصیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"او یہودی! میں اپنے بیٹے کا بلیدان دے چکی ہوں۔ اب میری جھولی میں کچھ نہیں۔۔۔ ہے۔"

عمی ایل نے کچھ حیران ہوتے ہوئے کہا۔ "کیا مطلب ہے؟"

"مطلب صاف اور واضح ہے۔ قربانی میں نے دی ہے۔ اس لئے اب خزانہ میری ملکیت ہے۔ میں تم لوگوں کو نہ اس خزانے کے بارے میں کچھ بتاؤں گی اور نہ ہی اس میں سے تمہیں کچھ لینے دوں گی۔ یہ میرا فیصلہ ہے۔"

اس پر عمی ایل نے دو قدم آگے بڑھتے اور تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو یہ بات ہے۔۔۔ لیکن کنتی بہن یہ تو بتاؤ۔ کہ تم اتنا بڑا خزانہ لے کر کرو گی کیا؟"

سہدیو جو کنتی کے پیچھے پیچھے ان سب کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ عمی ایل کی بات سن کر بولا۔ "عمی ایل۔ دو قوموں کا دولت سے کبھی جی نہیں بھر سکتا۔ ایک تمہاری قوم، دوسری ہماری قوم۔ خزانہ کی قربانی ہم نے دے دی ہے۔ کیونکہ مدفون خزانے انہیں کو ملتے ہیں۔ جو اپنے خون کی قربانی دیتے ہیں۔ اس لئے اب پورا خزانہ ہمیں ملنا چاہیئے۔ کنتی نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ درست ہے۔ اس لئے آپ کے لئے بہتری اسی میں ہے کہ آپ اس علاقہ سے نکل جائیں۔"

سہدیو کی اس بات پر اونان اور راحل کو غصہ آ گیا۔ وہ اس کو مارنے کی خاطر آگے بڑھے۔ تو عمی ایل نے انہیں روکتے ہوئے کہا۔

"یہ بھی اپنا آدمی ہے۔ اگر کوئی بے وقوفی کی بات کرے۔ تو اس کی بات کا برا نہیں منانا چاہیئے۔" اس کے بعد عمی ایل نے سہدیو اور کنتی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"سلمان پاگل بھی ہو۔ تو اس کے سامنے کوئی بات نہیں کرنی چاہیئے۔ یہ پاگل ہمارے پاس کھڑا ہے۔ اور تم کسی انجانے خزانے کی باتیں کر رہے ہو۔ آؤ اندر چل کر باتیں کرتے ہیں۔"

اتنا کہہ کر عمی ایل سہدیو کے گھر کی جانب چل پڑا۔ اس کے پیچھے اونان اور راحل بھی چل دیئے۔ پہلے تو سہدیو اور کنتی ان کو جاتا ہوا دیکھتے رہے۔

پھر ایک دوسرے کی جانب دیکھتے ہوئے وہ بھی ان کے پیچھے چل پڑے۔

گھر کے اندر داخل ہونے کے بعد سبھی لوگ اطمینان سے اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر تک کسی نے کوئی بات نہ کی۔ پھر عمی ایل نے گنتی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"تم نے اپنے علم سے خزانہ کا پتہ چلا لیا ہے، کہ وہ کہاں دفن ہے؟ قارون کا خزانہ جو قربانی چاہتا تھا۔ وہ بھی تم نے دے دی ہے۔ اپنا بیٹا خزانہ پر قربان کر دیا ہے۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔ میں دل سے تمہارا مداح ہوں۔ خزانے پر تم لوگوں کا پورا پورا حق ہے لیکن ہم جس بات کے لئے خزانے کے خواہش مند ہیں۔ شاید اس بات سے تم لوگ بے خبر ہو۔" اتنا کہنے کے بعد عمی ایل چپ ہو گیا۔ مگر سہدیوا اور گنتی نے بھی کوئی بات نہ کی۔ وہ بھی چپ رہے۔ پھر عمی ایل نے مہر سکوت کو توڑا وہ بولا۔

"ہمیں خزانہ محض مسلمانوں کو برباد کرنے کے لئے درکار ہے۔ ہم یہ خزانہ انہیں کے خلاف استعمال میں لانا چاہتے ہیں۔ اس خزانہ سے ان کی زرخیز زمینیں خرید کر انہیں اقتصادی بدحالی کا شکار بنانا چاہتے ہیں۔ اس خزانے سے ان کی وسیع سلطنتوں میں سازش کے جال پھیلا کر انہیں کمزور اور نہتا کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ آسانی سے دوسری قومیں ان کی موٹی گردنوں میں غلامی کے طوق ڈال سکیں۔ ہم یہ خزانہ اپنی عیاشیوں یا اپنے آرام و سکون کے لئے حاصل کرنے کے خواہشمند نہیں ہیں۔ مسلمان قوم ہماری ہی دشمن نہیں، تمہاری بھی دشمن ہے۔ اسی قوم کے آباؤ اجداد نے تمہیں غلام بنایا تھا۔ تمہیں آزاد ملک سے کھینچ کر اپنے ملک میں

لائے تھے۔ کیا تم لوگ ان سے انتقام نہیں لینا چاہتے؟" اتنا کچھ کہنے کے بعد عمی ایل چپ ہو گیا۔ سہدیوا اور گنتی نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔ اس کے بعد سہدیو بولا۔

"تم نے یہ بات درست کی ہے، کہ مسلمان قوم ہماری بھی دشمن ہے۔ ہم بھی ان سے انتقام لینے کے لئے بےچین ہیں۔ آزادی حاصل کرنے کے بعد میں اور گنتی نے عہد کیا تھا۔ کہ وہ مسلمانوں سے انتقام لئے بغیر اپنے ملک واپس نہیں جائیں گے۔ اب اگر پرماتما نے ہمیں موقع عطا کیا ہے۔ تو ہم ان سے ضرور بدلہ لیکر یہاں سے جائیں گے۔"

عمی ایل جھٹ سے بولا "یہی تو میں کہتا ہوں — کیوں نہ ہم مل کر خزانہ نکالیں۔ اس خزانے سے مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا آغاز کریں۔ جب ہم کامیاب ہو جائیں۔ تو پھر تم لوگ باقیماندہ خزانہ لے کر اپنے وطن روانہ ہو جانا۔"

عمی ایل اتنی بات کرنے کے بعد گنتی کی جانب دیکھنے لگا۔ وہ چاہتا تھا، کہ اس کی بات کا جواب گنتی دے تو اچھا ہے۔ چنانچہ گنتی نے ہی اپنے لب وا کئے۔ وہ بولی۔

"تمہاری بات میرے دل کو اچھی لگی ہے۔ مسلمانوں کی بربادی سے ہمارا دل شانت ہو گا۔ لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ مسلمانوں کی تباہی کے بعد جو خزانہ بچے گا۔ وہ تم ہمیں دے دو گے۔"

عمی ایل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا "گنتی بہن، ہم ایک معزز قوم کے فرد ہیں۔ ہم اپنے دوستوں کو کبھی دھوکہ نہیں دیتے۔ مسلمان ہمارے دشمن ہیں۔

لیکن جو مسلمان ہمارے دوست اور خیر خواہ ہیں۔ ہم ان کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچاتے۔ اور نہ ہی اُن سے کسی قسم کا دھوکہ کرتے ہیں۔ اس لئے تم لوگ اس بات سے مطمئن رہو۔ کہ ہم تم سے کوئی دھوکہ یا فریب کریں گے۔ ہم خداوند عظیم کی قسم کھا کر کہتے ہیں۔ کہ جو کچھ مسلمانوں کی بربادی کے لئے خزانہ خرچ ہوگا۔ اس کے بعد جتنا بچے گا۔ وہ ہم تمہیں دے دیا کریں گے۔"

عمی ایل کی بات ختم ہوتے ہی کنتی نے سہدلیو کی جانب دیکھا۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں انکے درمیان فیصلہ ہوا۔ کہ عمی ایل کی بات مان لینی چاہیئے کیونکہ خزانہ کی زمین کا تو ہمیں علم ہے۔ مگر ان کے تعاون کے بغیر ہم خزانہ زمین سے نکال بھی نہیں سکتے۔ اس لئے ان کی بات مان لینے میں کوئی حرج نہیں اس کے بعد کنتی نے عمی ایل کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہمیں آپ کی بات سے اتفاق ہے۔" کنتی کی اس بات پر عمی ایل نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "آپ نے بے حد عقلمندی کی بات کی ہے۔ ہم سے اتفاق کر کے آپ نے نہ صرف دور اندیشی کا ثبوت دیا ہے۔ بلکہ ہمارا تعاون بھی آپ نے حاصل کر لیا ہے۔"

عمی ایل نے بات ختم کی تھی۔ کہ اسے دروازے پر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ عمی ایل نے فوراً اٹھ کر دروازہ کھولا۔ مگر اسے کوئی بھی دکھائی نہ دیا۔ بلکہ اس کی اپنی قوم کے دو ساتھی کھڑے تھے۔ وہ عمی ایل کو دیکھتے ہی بولے۔

"[illegible] سے ملوا دیا ہے؟"

عمی ایل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم اپنے ٹھکانے پر پہنچ چکے ہو۔ شاید ربّی ابی یاتر نے تم دونوں کو میرے پاس بھیجا ہے۔"

ایک یہودی بولا۔ "جی ہاں، ہم آپ کے لئے ایک اہم پیغام لائے ہیں۔"

"وہ کیا؟" عمی ایل کے پوچھنے پر ایک نے اپنے جبّہ کی جیب سے ایک رقعہ نکال کر عمی ایل کو دیا۔ عمی ایل نے جلد جلد اس رقعہ کو پڑھا۔ پڑھنے کے بعد اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کے ساتھ ہی وہ بولا۔

"یہ ہمارے لئے بہت بڑی خوشخبری ہے عظیم تر اسرائیل کی بیٹی ضنّہ زندہ ہے۔ اور ابی یاتر اُسے جلد ہی ہمارے پاس بھیجنے والے ہیں۔"

اتنے میں ادناف اور راخل بھی اٹھ کر عمی ایل کے پاس آ کھڑے ہوئے۔ عمی ایل نے ان دونوں کو ضنّہ کے بارے میں بتایا۔ کہ وہ زندہ ہے۔ اور جلد وادی [illegible] میں ہمارے پاس پہنچنے والی ہے۔

کنتی اور سہدلیو اندر بیٹھے یہ جاننے کے لئے بے قرار دکھائی دے رہے تھے۔ کہ عمی ایل باہر کھڑا کن لوگوں سے کھسر پھسر کر رہا ہے۔ جب ان کی سمجھ میں کوئی بات نہ آئی۔ تو وہ بھی اٹھ کر ان سب کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔

عمی ایل نے انہیں بھی ضنّہ کے بارے میں بتا دیا۔ کہ وہ کون ہے؟ اور کیسے مسلمانوں کو جُل دے کر یمن سے فرار ہوئی۔ اور پھر اس نے یہ بھی بتایا۔ کہ وہ عنقریب یہاں آ کر ہمارے کام میں مدد دے گی۔ ہم جو کچھ چاہتے ہیں۔ وہ ضنّہ کی مدد سے بہت جلد ہو گا۔

کنتی اور سعد یوں بظاہر تو اس بات پر مسکرائے۔ مگر ان دونوں کو فضل کی آمد کی بات اچھی نہ لگی۔ پھر بھی مصلحتاً چپ رہے۔

رات کو دونوں یہودی کنتی کے مکان ہی میں ٹھہرے۔ صبح ہوتے ہی وہ اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور ممی ایل سے خزانے کی تفصیل لے کر ابی یاتر کی جانب روانہ ہو گئے۔

سازشوں کا انکشاف

فضل بن منذر قید میں پڑا تھا۔

عمرو عیار قاضی کی اجازت سے اسے ملنے کے لئے گیا۔ تو فضل نے اُس کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا "عمرو، تمہاری دوستی کب کام آئے گی۔ رالقہ نے میرے خلاف ایسا چکر چلا دیا ہے۔ کہ قاضی بھی میرے سخت خلاف ہو گیا ہے۔ اور وہ مجھے سزائے موت دینے پر تُل گیا ہے۔"

"فکر نہ کرو فضل۔ خدا کے کرم سے میں نے ساری بات کا پتہ چلا لیا ہے عزہ کا قاتل کون ہے؟ اور رالقہ کی حقیقت کیا ہے؟ بوعز کہاں گیا تھا۔ اور کن لوگوں سے مل کر آیا ہے؟ ان سب باتوں کا مجھے علم ہو گیا ہے۔"

"کیسے عمرو۔ کیسے پتہ چلا ہے۔" فضل نے بے قرار ہوتے ہوئے پوچھا۔

"کیا یہ سب کچھ بوعز نے تمہیں بتایا ہے۔"

عمرو نے جواب دیا "کچھ باتیں بوعز نے بتائی ہیں۔ اور کچھ میں نے اپنے طور پر پتہ کی ہیں۔"

"کیا بوعز تمہیں پر گھر ملا تھا؟" فضل کے پوچھنے پر عمرو بولا۔

"نہیں، اگر وہ گھر پر ہوتا۔ تو رالقہ کبھی بھی اُسے یہ سچ اگلنے نہ دیتی۔ ہر وقت اُسے اپنی نظروں کے سامنے رکھتی۔" حقیقت یہ ہے کہ میں نے بوعز کو سر راہ پہ ہی قابو میں کر لیا تھا۔ اور پھر میں اُسے ایسی جگہ لے گیا جہاں اس کے اور میرے سوا کوئی نہیں تھا۔ میں نے اسے رالقہ کی ساری ریشہ دوانیوں کے متعلق بتاتے ہوئے کہا۔ کہ اُسے ایسی ظالم اور بے حس عورت کا ساتھ نہیں دینا چاہیئے۔ چونکہ مجھے اس بات کا پتہ چل گیا تھا۔ کہ رالقہ ایک یہودن ہے۔ اس لئے جب میں نے بوعز کو یہ بتایا۔ کہ وہ یہودن ہے تو وہ پھٹ پڑا۔ بولا۔ کہ وہ مسلمان ہونے کے ناطے سے کبھی یہودی عورت کا غلام ہونا پسند نہیں کرے گا۔ اس کے بعد اس نے مجھے یہ بھی بتایا۔ کہ وہ رالقہ کا کوئی خاص پیغام لے کر ایک یہودی ربّی کے ہاں گیا تھا۔ انہوں نے اس کے سامنے کسی خاص بات کا اظہار تو نہ کیا۔ البتہ پیغام پڑھنے کے بعد ربّی کا چہرہ پھول کی طرح کھل گیا تھا۔ بوعز نے جب یہ بتایا۔ تو میرے شبہ یقین میں تبدیل ہو گیا۔ کہ رالقہ واقعی ایک یہودن ہے۔ بوعز کے ملنے سے قبل میں نے رالقہ کے کمرے میں یہودیوں کا مقدس نشان پا لیا تھا۔ بس اسی سے مجھے شبہ پڑ گیا تھا۔ کہ رالقہ ضرور ایک یہودن ہے۔ اور اُس نے مسلمان عورت کا روپ محض مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اختیار

کیا ہوا ہے۔ میں نے رائقہ پر قطعاً ظاہر نہ ہونے دیا۔ کہ مجھے اس کی حقیقت کا علم ہو گیا ہے۔ بلکہ میں نے پہلے سے بھی زیادہ اس کی ناز برداری شروع کر دی — اپنی تنگی کا رونا رونے کے باوجود میں نے رائقہ کو خوش رکھا۔ اس کے بعد جب مجھے ابوعز ملا۔ تو ساری حقیقت واضح ہو گئی —"

فضل بڑے غور سے عمرو عیار کی باتیں سن رہا تھا جب وہ چپ ہوا۔ تو فضل بولا۔

"یہی بات میں تمہیں پہلے کہنے والا تھا۔ مجھے خود شبہ پڑ چکا تھا کہ رائقہ کوئی مسلمان عورت نہیں ہے۔ بلکہ ایک یہودن ہے۔ مگر میں تمہیں یہ بتانے کے لئے محض اس لئے خوف کھاتا تھا۔ کہ تم میری اس بات کا برا مناؤ گے۔ اور ممکن تھا۔ کہ تمہاری اور میری دوستی میں رخنہ بھی پڑ جاتا۔ کیونکہ ابھی تک مجھے شبہ تھا۔

عمرو نے کہا "فضل اللہ کا شکر کرو، کہ ہم کسی بڑی تباہی سے دوچار ہونے سے پہلے ہی حقیقتِ حال سے آگاہ ہو گئے ہیں۔ اس مکار عورت نے عزہ کی شادی تم سے محض اس لئے کروائی تھی۔ کہ وہ تمہیں میری دوستی کے راستے سے ہٹانا چاہتی تھی۔"

"اور وہ اس سازش میں کامیاب ہو گئی ہے۔"

"وہ کیسے؟" عمرو کے پوچھنے پر فضل نے جواب دیا۔

"میرے خیال میں اس مکار عورت نے قاضی کو اپنے جال میں پھنسا لیا ہے۔ اور اسے کسی نہ کسی بات کا لالچ دے کر مجبور کر دیا ہے۔ کہ وہ مجھے

سزائے موت کے سوا اور کوئی سزا نہ دے۔ اسی لئے تو قاضی نے واضح لفظوں مجھے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا تھا، کہ موت کے سوا میں تمہیں اور کوئی سزا نہیں دے سکتا۔ وہ ایک دو روز میں حاکمِ وقت سے اس کے بارے میں حکم لینے ہی والا ہے۔"

"فکر کی کوئی بات نہیں فضل، اب بصرہ میں نہ تو رائقہ رہے گی۔ اور نہ ہی رائقہ کا کوئی ہمدرد — میں خود قاضی سے مل کر اس بارے میں بات کروں گا۔"

فضل بولا "ایسی غلطی نہ کرنا عمرو، تم قاضی سے ملنے کی بجائے حاکمِ وقت مہلب سے ملنا۔ اور اسے ساری بات سے آگاہ کرنا۔ تاکہ قاضی اس کے پاس میری سزائے موت کے حکم کی تعمیل کے لئے پہنچے تو وہ انکار کر دے۔"

عمرو نے کہا "ٹھیک ہے۔ میں ایسا ہی کروں گا۔"

پھر اس نے فضل کو مزید بتایا۔ "اب رائقہ ابوعز سے کبھی نہیں مل سکتی۔ میں نے ابوعز کو ایسی جگہ چھپایا ہے کہ جہاں سے رائقہ کے فرشتے بھی اسے پا نہیں سکتے۔ ہاں میں تمہیں یہ بات تو بتانا بھول ہی گیا۔ کہ رائقہ نے ابوعز کو بھی عزہ سے شادی کروانے کا لالچ دے رکھا تھا۔ لیکن جب اس نے عزہ کی شادی تم سے کروا دی۔ تو اس کا دل ہی بجھ کر رہ گیا — اور اسے رائقہ کے اس فعل کا دکھ بھی بہت ہوا تھا۔ اس نے ایک بار رائقہ سے اپنے اس دکھ کا اظہار بھی کیا تھا۔ جس پر رائقہ نے اسے بتایا۔ کہ وہ عزہ کے بارے میں زیادہ فکر مند نہ ہو۔ عزہ جلد ہی بیوہ ہونے والی ہے۔ تو پھر اس کی

شادی ابوعز کے سوا کسی اور سے نہیں ہوگی ۔"

اس پر فضل نے اپنے دانت پیستے ہوئے رالقہ سے سخت نفرت کا اظہار کیا۔ پھر مزید کہا "خدا اس مکار عورت کا خانہ خراب کرے۔"

فضل اور عمرو کے مابین ابھی باتیں جاری تھیں۔ کہ دو سپاہیوں نے آکر عمرو کو مزید باتیں کرنے سے روکا۔ اور اسے بتایا۔ کہ قاضی کا ابھی ابھی حکمنامہ موصول ہوا ہے۔ کہ اگر فضل کے پاس کوئی ملاقاتی ہے۔ تو اسے فوراً باہر نکال دیا جائے۔ اس کے علاوہ اسے سب سے الگ کر کے ایک خالی کمرے میں بند کر دیا جائے۔"

قاضی کی یہ بات سن کر فضل اور عمرو سمجھ گئے۔ کہ قاضی حاکم وقت مہلب سے سزائے موت کا واضح حکم لینے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اس پر عمرو عیار فوراً قید خانے سے باہر نکل کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور سیدھا حاکم وقت مہلب کے محل کی جانب چل پڑا۔

بہت بڑی خوش خبری

عمرو عیار کو چونکہ ہر کوئی جانتا تھا۔ کہ وہ بصرہ کا صاحب حیثیت انسان ہے۔ اس لئے کسی ایک نے بھی اسے مہلب سے ملنے کے لئے نہ روکا۔ جب وہ مہلب کے روبرو پہنچا۔ تو اس نے اختصار کے ساتھ فضل بن منذر

کے حالات بتاتے ہوئے کہا۔ کہ وہ کسی طرح بھی عزّہ کا قاتل نہیں ہے۔ عزّہ کو کسی سازش کے تحت کسی اور نے مارا ہے۔ عمرو نے رالقہ کے بارے میں کوئی بات نہ کی۔

مہلب نے جب عمرو عیار کی بات سن لی، تو وہ بولا "عمرو چونکہ تم بصرہ کے نامور لوگوں میں شمار ہوتے ہو۔ اس لئے میں تمہاری بات جھٹلا نہیں سکتا۔ لیکن قاضی معد مجھ سے فضل کی موت کا پروانہ لے جا چکا ہے۔ اگر تم اپنے دوست کو بچانا چاہتے تو مجھ سے جان بخشی کا پروانہ لے جاؤ۔ اور جلد جا کر اپنے دوست کو پھانسی کے پھندے سے بچا لو۔"

"خدا کے لئے جلد دیجئے، ایسا نہ ہو۔ قاضی معد کی پھرتی میرے دوست کی جان لے لے۔"

اس پر مہلب نے اسی وقت جان بخشی کا پروانہ لکھا۔ اور اسے عمرو عیار کو دیتے ہوئے کہا "میرے دوست، میرے اس حکم سے تمہارے دوست کی جان تو بچ جائے گی۔ مگر اس کے بعد تمہیں میرے پاس آکر عزّہ کے قتل پر روشنی ڈالنی ہوگی۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ انشاء اللہ میں فضل کی رہائی کے بعد آپ سے ضرور ملوں گا۔"

اتنا کہنے کے بعد عمرو اسی وقت محل سے باہر نکلا۔ گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور قید خانہ کی جانب چل پڑا۔ بڑی پھرتی اور تیزی کے ساتھ قید خانہ کے دروازہ پر پہنچا۔ وہ اندر جانا چاہتا تھا۔ کہ سپاہیوں نے اسے روکتے

ہوئے بتایا۔ کہ وہ اندر نہیں جا سکتا۔ کیونکہ فضل بن منذر کو پھانسی دیئے جانے کا انتظام ہو رہا ہے۔

عمرو نے انہیں مہلب کا حکم نامہ دکھاتے ہوئے کہا۔ کہ وہ فضل کی سزا ہی کے سلسلہ میں قاضی سے ملنے کا خواہشمند ہے۔

اس پر سپاہیوں نے اُسے اندر جانے دیا۔ جب عمرو اندر پہنچا تو فضل بن منذر تختہ دار پر کھڑا تھا۔ اور قاضی اُسے جان سے مارنے کا اشارہ کرنے ہی والا تھا۔ کہ عمرو نے اس کے ہاتھ میں مہلب کا حکمنامہ دیتے ہوئے کہا۔

"بس کیجئے قاضی صاحب! بہت ہو چکی۔ اب فضل کو تختہ دار پر نہ لٹکایئے۔ بلکہ ہوا کے گھوڑے پر سوار کروایئے۔ تاکہ وہ اپنے دشمن سے بدلہ لے سکے۔"

قاضی نے پھٹی پھٹی نظروں سے مہلب کا پروانہ دیکھا۔ فضل کی رہائی کا حکم واضح تھا۔

قاضی کا مُنہ لٹک گیا۔

عمرو نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔ "آپ کا منہ بینگن کی طرح کیوں لٹک گیا ہے۔ فضل کی رہائی کا حکم سنایئے۔ تاکہ ہم اپنے گھر جائیں اور آپ اپنے گھر۔"

قاضی نے عمرو کی بات کا برا مناتے ہوئے کہا۔

"عمرو تم نے اپنی عیاری سے اپنے دوست کو رہا تو کروالیا ہے۔ لیکن بہت

جلد ہی دوبارہ گرفتار ہو جائے گا۔ اور پھانسی بھی پائے گا۔"

عمرو نے ہنستے ہوئے کہا۔ "قاضی سعد میں نے اپنے دوست کو عیاری سے نہیں، سچائی کی طاقت سے رہائی دلوائی ہے۔ شکر کیجئے میں نے مہلب کے سامنے آپ کے بارے میں وہ سب کچھ نہیں بتایا۔ جو آپ کر چکے ہیں۔"

عمرو کی اس بات پر قاضی کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ اس نے عمرو کی جانب دیکھا۔ پھر اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"میں کیا کر چکا ہوں؟"

عمرو کو اس بات کا اندازہ تو ہو ہی چکا تھا۔ کہ رالقہ نے قاضی سعد سے سازباز کی ہے۔ اس لئے وہ بات کرتا ہوا جھجکتا نہیں تھا۔ قاضی کی بات پر عمرو نے جواب دیا۔

"بس رہنے دیں قاضی جی۔ میرا منہ نہ کھلوایئے۔ میں نے اگر آپ کی عزت رکھی ہے، تو اس کو ہوا دینے کی ضرورت نہیں۔ میرے دوست کو تختہ دار سے نیچے اتاریئے۔ اور خیر سے ہمیں جانے دیں۔"

قاضی سعد نے اب مزید بات کرنی مناسب نہ سمجھی۔ اس نے سپاہیوں کو فضل کی رہائی کا حکم سناتے ہوئے کہا۔ "اسے باعزت طریقے سے قید خانہ سے باہر پہنچا دیں۔"

فضل رہا ہونے کے بعد سب سے پہلے عمرو عیار کے گلے ملا۔ اس کے بعد دونوں خوش خوش قید خانہ سے باہر آ گئے۔ اس کے بعد دونوں باتیں

کرتے ہوئے چلنے لگے۔ بازار میں پہنچے۔ تو ان کی ملاقات یمن کے ایک آدمی سے ہو گئی۔ عمرو عیار اُسے دیکھتے ہی پہچان گیا۔ کہ یہ یمن کے شاہی دربار کا فرستادہ ہے۔ خیر و عافیت کے بعد وہ شخص جس کا نام صالح تھا۔ عمرو سے کہنے لگا

"حضور، میں آپ کے لئے بہت بڑی خوشخبری لے کر آیا ہوں۔"

"جلد سناؤ صالح، کئی دنوں تک کوئی اچھی بات نہیں سُنی"۔ عمرو نے بے چین ہوتے ہوئے پوچھا۔

صالح کے بولنے سے قبل ہی فضل بول پڑا۔ "میرے خیال میں اللہ تعالیٰ نے عمرو کو بیٹا دیا ہے۔ بھلا اس سے بڑھ کر بہت بڑی خوشخبری اور کیا ہو سکتی ہے۔"

اس پر صالح نے فضل سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"حضور، آپ نے تو میرے منہ کی بات چھین لی ہے۔"

اس پر عمرو بولا "بھئی تمہارے بات کرنے سے ہی میں سمجھ گیا تھا۔ کہ ہو نہ ہو اللہ نے مجھے ایک بیٹے کا باپ بنا دیا ہے۔ صالح تم نے واقعی بہت بڑی خوشخبری سنائی ہے۔ میں تمہارا دامن موتیوں سے بھر دوں گا۔"

صالح خوش ہوتے ہوئے بولا۔ "اللہ آپ کا بھلا کرے۔ میں یہ خوشخبری سنانے آپ کے گھر بھی گیا تھا۔ مگر آپ وہاں تو نہ ملے۔ مگر جو عورت مجھے ملی۔ کیا آپ اسے جانتے ہیں، کہ وہ کون ہے؟ اور وہ آپ کے گھر میں کس مقصد کے لئے ٹھہری ہوئی ہے۔"

صالح کی اس بات پر عمرو نے پہلے تو فضل کی جانب دیکھا۔ اس کے بعد صالح سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا۔

"غالباً تمہاری مراد رالقہ سے ہے۔ وہ میری بیوی ہے۔ کیا تم نے اُسے بھی یہ خوشخبری سنائی ہے؟"

"جی نہیں۔ میں نے اُسے یہ خوش خبری نہیں سنائی ہے۔ میں تو اُسے دیکھتے ہی گُم سُم ہو کر رہ گیا تھا۔ نہ ہی میں نے اُسے یہ بتایا ہے۔ کہ میں یمن سے آیا ہوں۔"

"ٹھیک کیا تم نے۔۔۔ کیا تم اُسے پہلے سے بھی جانتے ہو؟"

"حضور، میں اس عورت کو خوب اچھی طرح سے جانتا اور پہچانتا ہوں۔ اس کا نام رالقہ نہیں ضلّہ ہے۔ اس یہودی عورت نے تو یمن میں فتنہ و فساد پیدا کیا تھا۔ یہ یمن کے وزیر الاشتر کی بیوی بھی رہ چکی ہے۔"

صالح کی اس بات پر دونوں ششدر رہ گئے۔ فضل نے اُسے مزید بات کرنے سے روکتے ہوئے کہا۔ "سرِ راہ ایسی بات کرنے کی ضرورت نہیں میرے گھر چلو، وہاں بیٹھ کر ساری بات اطمینان سے سنیں گے۔"

لیکن صالح پھر بھی نہ رہ سکا۔ اس نے عمرو سے پوچھ ہی لیا۔ کہ اس نے ضلّہ سے شادی کیوں اور کب کی تھی؟

فضل نے اس بات کا بھی عمرو کو جواب نہ دینے دیا۔ بلکہ وہ ان دونوں کو لے کر اپنے مکان کی جانب چل پڑا۔

خزانے کی وسعت اور گہرائی

کنتی نے عمی ایل اور اس کے ساتھیوں کو خزانے کی وہ جگہ بتا دی۔ جس کی نشان دہی اس کے دیوتا نے اس کے بیٹے کی جان لینے کے بعد کی تھی۔ عمی ایل اور اس کے ساتھی کھینچ رہے تھے۔ خازم دور کھڑا قہقہے مار رہا تھا۔ عمی ایل کو اس کے قہقہوں سے سخت تکلیف پہنچ رہی تھی۔ کنتی اور سہدیو بھی کھڑے تھے۔ مگر ان کو خازم کے قہقہوں سے کوئی تکلیف نہیں پہنچ رہی تھی — وہ اپنی اپنی جگہ پُرسکون تھے۔ اور غور سے عمی ایل کی ایک ایک بات کو دیکھ رہے تھے۔ جب وہ اپنے کام سے فارغ ہوئے۔ تو انہوں نے ایک بار پھر خازم کی جانب دیکھا۔ جو اب بھی قہقہے لگا رہا تھا — بے ہنگم قہقہے۔ عمی ایل اپنے ساتھیوں کو لئے کنتی کے مکان کی جانب بڑھا۔ سہدیو بھی کنتی کو لئے چل پڑا۔

جب وہ سب لوگ مکان میں داخل ہو گئے۔ تو اطمینان سے اپنی اپنی جگہ جا بیٹھے۔ ہر کوئی اپنی اپنی جگہ خاموش تھا۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ کہ وہ کیا بات کرے اور کیا نہیں؟

عمی ایل اور اس کے ساتھی تو خازم کے قہقہوں کی وجہ سے خاموش تھے۔ اُن کے نزدیک خازم کے قہقہے کسی پاگل کے قہقہے نہیں تھے۔ وہ اس کے قہقہوں میں کسی راز کے مخفی ہونے کی بات پا رہے تھے۔ کنتی اور سہدیو ان تینوں کی

خاموشی کو دیکھ کر خاموش تھے۔

آخر ادنان نے خاموشی پر اپنی بات سے ضرب لگائی۔ وہ بولا۔

"ہم نے خزانے کی نشان کر دی ہے۔ اب ہمیں زمین کھودنے میں زیادہ دیر نہیں لگانی چاہیئے۔"

داخل بولا۔ "مگر اتنی کھدائی کے لئے ہم لوگ کافی نہیں ہیں۔ ہمیں کھدائی کے لئے اور بھی اپنے آدمی منگوانے ہوں گے۔"

اس پر کنتی نے کہا۔ "نہیں، ہمارے سوا اور کوئی آدمی زمین کھودنے کے لئے نہیں آئے گا۔ میں کسی اور آدمی کی شرکت کو برداشت نہیں کر سکتی۔"

کنتی کی اس بات پر عمی ایل نے غور سے اس کی جانب دیکھا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے دل میں سوچا۔ اگر خزانہ آ جائے تو وہ اس عورت کی ساری ٹائیں ٹائیں ختم کر دے — وہ آئے گی۔ ضرور آئے گی۔ لیکن اس کے آنے تک [illegible] اور سکون سے کام لینا ہو گا۔ اپنی [illegible] کی ایک ایک بات پر عمل کرنا ہو گا۔ اپنی اس سوچ کے بعد عمی ایل نے کنتی سے کہا۔

"کنتی بہن، جو کہہ رہی [illegible] مجھے اس سے اتفاق ہے۔ ہمیں کسی بھی غیر آدمی کو اپنے ہاں بلوانے کی ضرورت نہیں، ہم لوگ خود ہی زمین کھودیں گے۔ خود ہی خزانہ نکالیں گے۔ کسی اور کو اس کے بارے میں کانوں کان خبر نہیں ہونی چاہیئے۔"

"میں بھی یہی چاہتی ہوں — کل پورنماشی کی رات ہے۔ ہمیں چاند کے طلوع ہوتے ہی اپنے کام کا آغاز کر دینا چاہیئے۔ زمین کھودنے کے لئے

ہمارے پاس کافی سامان ہے۔ اس لئے اب ہمیں مزید دیر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے"

گنتی کی اس بات پر عمی ایل ایک بار پھر سوچ میں پڑ گیا۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ گنتی کے کہنے کے مطابق ہم لوگ کل رات سے اپنا کام شروع کر دیتے ہیں۔ ہمیں سخت اور جان لیوا محنت کرنا ہو گی۔ خزانہ کتنی گہرائی میں ہے۔ اس بات کا ہم کوئی اندازہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے ہماری محنت کا بھی کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا"

عمی ایل کی اس بات پر گنتی اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے کسی نامعلوم زبان ہی کچھ پڑھا۔ پھر سہدیو کی جانب دیکھا۔ وہ بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ اور اس کے ساتھ ہی کسی نامعلوم زبان میں کچھ بڑبڑاتے رہے۔ اور پڑھنے کے بعد گنتی نے آنکھیں بند کر لیں۔ اب وہ بڑبڑا رہی تھی۔ اور اس کی بڑبڑاہٹ کسی کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔ عمی ایل بڑے غور سے گنتی اور سہدیو کی جانب دیکھ رہا تھا۔

کچھ دیر کے بعد دونوں میاں بیوی اپنا عمل دہراتے رہے۔ اس کے بعد گنتی نے آنکھیں وا کیں۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ وہ عمی ایل سے مخاطب ہوتے ہوئے بولی۔

"کئی میلوں تک خزانہ پھیلا ہوا ہے۔ مگر اس کا آغاز زمین کی ایک ہی تہہ کے ختم ہونے پر ہو جاتا ہے۔ ہمیں زیادہ محنت نہیں کرنا پڑے گی"

اس پر عمی ایل نے فتح کا نعرہ مارا۔ اونان نے اٹھ کر نرسنگھا بجایا۔ پھر عمی ایل نے گنتی سے کہا۔

"یہ سب تمہاری برکات سے ہے۔ گنتی بہن خزانہ کے ملتے ہی تمہیں اپنے آپ کو ہندوستان کا مالک اور ہمیں مشرقِ وسطیٰ کا مالک سمجھنا ہو گا۔ ہم کامیاب ہوں گے۔ خداوند یہودا کی حکومت مسلمانوں کے مردہ جسموں پر قائم ہو گی۔ ہم فتحیاب ہوں گے"

سہدیو بھی خوشی سے بولا "ہم بھی مسلمانوں سے گن گن کر بدلے لیں گے۔ ہم انہیں بتا دیں گے۔ کہ ہم ہمیشہ کے لئے غلام بننے کے لئے پیدا نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ تم لوگوں کو بھی غلام بنانے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔"

گنتی بولی "دیوتاؤں کا سایہ ہم پر قائم ہے۔ ہماری قربانی رائگاں نہیں گئی"

اس کے بعد پانچوں افراد نے اس رات خوب شراب پی اور اودھم مچایا۔ مگر ان کے اس شور شرابے میں خازم کے قہقہے بھی شامل تھے۔ جو عمی ایل اور اس کے ساتھیوں کو سخت اذیت دیتے رہے۔

ضلّہ کا ساتھی قاضی معد

عمرو عیار اور فضل نے بڑے غور سے صالح کی باتیں سنیں۔ جب وہ ضلّہ کے بارے میں ساری باتیں بتا چکا۔ تو عمرو عیار نے سخت غصّے کا اظہار

کرتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب یہ ہوا، کہ یہ نامراد مکار اور ظالم عورت ہی شاہ یمن کو قتل کروانے والی ہے۔ خدا کی قسم میں اسے ایسی عبرتناک سزا دوں گا کہ پوری یہودی قوم سن کر لرز اٹھے گی۔"

فضل نے عمرو کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "صبر اور حوصلے سے کام لو عمرو۔ جلد بازی سے کام نہ لینا۔ اور نہ ہی اپنے غصے کا اظہار ضلّہ کے سامنے کرنا۔ ایسا نہ ہو۔ کہ وہ یمن کی طرح یہاں سے بھی فرار ہونے میں کامیاب ہو جائے۔"

صالح بولا۔ "فضل صاحب نے درست فرمایا ہے، ضلّہ بڑی مکار عورت ہے۔ اسی نے شاہ یمن کی پاک دامنی پر دھبہ لگایا تھا۔ اور اسی نامراد کی سازش سے الاشتر شاہ سے باغی ہو کر ان کا قاتل بنا تھا۔ آپ کو اس عورت کے معاملے میں بہت ہی سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا ہو گا۔"

صالح نے بات ختم کی تھی۔ کہ باہر کسی شے کے گرنے کی آواز سنائی دی۔ عمرو عیار اور فضل دونوں چونک پڑے۔ اس کے بعد عمرو ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر باہر کی جانب بھاگا۔ کمرے سے باہر نکلتے ہی اس نے ضلّہ کو بڑے دروازے کی جانب دوڑتے ہوئے دیکھا۔ عمرو عیار نے اسے روکتے ہوئے کہا۔

"رک جاؤ۔"

مگر وہ نہ رکی۔ اس پر عمرو نے خنجر نکالا۔ اور تاک کر اس کی پنڈلی پر

دے مارا۔ خنجر ضلّہ کی پنڈلی میں کھُب کر رہ گیا۔ اس نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

عمرو نے نزدیک پہنچ کر اسے غور سے دیکھا۔ اتنے میں فضل اور صالح بھی اس کے سر پر پہنچ چکے تھے۔ عمرو نے ضلّہ کی تلاشی لی تو اس کی کمر کے دونوں طرف ایک ایک خنجر ملا۔ عمرو نے وہ خنجر نکال کر فضل کے حوالے کر دیئے۔ اس کے بعد اسے زمین پر سے اٹھایا اور کمرے میں لا کر مسہری پر ڈال دیا۔ اس کے بعد عمرو نے فضل سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ "میرا خنجر جو اس کی پنڈلی میں لگا تھا۔ زہر آلود تھا۔ اس لئے ہمیں اس زہر کا تدارک کرنا ہو گا۔ ایسا نہ ہو۔ وہ زہر اس کے سارے جسم میں پھیل جائے۔"

صالح ضلّہ کی جانب نفرت سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"حضور، اسے مرنے دیجئے۔ آپ اس کے زہر کا کوئی علاج نہ کریں"۔

عمرو بولا۔ "نہیں صالح، اسے مرنا نہیں چاہیئے۔ میں اس سے ایک ایک بات پوچھنے کا خواہشمند ہوں۔"

اس پر فضل بولا۔ "عمرو، آگے سے اس کی پنڈلی باندھ دو۔ خون کی روانی رک جائے گی۔ تو زہر اس کے جسم میں نہیں پھیلے گا۔"

عمرو عیار نے فوراً آگے بڑھ کر ضلّہ کی پنڈلی مضبوطی سے باندھ دی۔ اس کے بعد فضل نے پانی لا کر دیا۔ عمرو نے ضلّہ کو پانی پلانے اور ہوش میں لانے کی کوشش کی مگر ضلّہ نے نہ تو پانی پیا اور نہ ہی وہ ہوش میں آئی۔

صالح فضل سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا۔ "حضور، یہ مکر کر رہی ہے۔ یہ

ہوش میں آنا نہیں چاہتی۔ حالانکہ یہ ہوش میں ہے۔ اور ہماری باتیں بھی سن رہی ہے۔"

عمرو نے صالح کو جواب دیا۔ "صالح تم خاموش رہو، کوئی بات نہ کرو۔ تم ہشیاری سے اس کے پاس کھڑے رہو۔ میں دوسرے کمرے میں فضل کو لے جاکر اس سے کوئی بات کرنا چاہتا ہوں۔"

اس کے بعد عمرو نے فضل کو اشارہ کیا۔ دونوں چپ چاپ کمرے سے باہر نکل گئے۔ ان کے نکلتے ہی ضلہ نے جو پہلے ہی ہوش میں تھی۔ کن انکھیوں سے صالح کی جانب دیکھا۔ جو اس کی جانب پیٹھ کیے کھڑا تھا۔ ضلہ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ اس نے ران پر بندھے ہوئے خنجر کو نکالا اور پھر کسی بھوکی شیرنی کی طرح وہ صالح پر جھپٹ پڑی۔ اور خنجر اس کی کمر میں پیوست کر دیا۔ صالح اپنے منہ سے کوئی آواز نہ نکال سکا۔ وہ بے دم سا ہو کر زمین پر گر پڑا۔ ضلہ نے پنڈلی کو سہلایا۔ ادھر ادھر دیکھا۔ تاکہ وہ کھڑکی کی راہ سے فرار ہو۔ جونہی اس نے کھڑکی کے پٹ کھولے۔ تو اسے عمرو عیار کھڑا دکھائی دیا۔ ضلہ ایک دم پیچھے ہٹ گئی۔ عمرو نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "بیگم صاحبہ اب آپ دروازے کی جانب نہ جائیے گا۔ وہاں فضل کھڑا ہے۔ آپ کو ہوش میں لانے کی خاطر ہی ہم کمرے سے باہر نکلے تھے۔ ہمیں پتہ تھا کہ ہمارے جاتے ہی آپ ہوش میں بھی آ جائیں گی۔ اور فرار ہونے کی کوشش بھی کریں گی۔"

"تم عیار ہو — میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"رسی جل گئی۔ مگر بل نہیں گیا — تمہاری اصلیت ظاہر ہونی تھی۔ وہ ہو چکی۔ اب تم سے ان تمام مظالم کے بدلے لئے جائیں گے۔ جو تم نے یمن میں کئے تھے۔ او نابکار عورت تو میٹھا زہر ہے۔ اور اب یہ زہر کسی اور مسلمان گھرانے تک پہنچنے سے قبل ہی ختم کر دیا جائے گا۔"

ضلہ نے خوفناک نظروں سے عمرو عیار کی جانب دیکھا۔ پھر اس نے آہستہ آہستہ بڑے دروازے کی جانب بھاگنا شروع کر دیا۔

عمرو نے اسے پکارتے ہوئے کہا۔ "ضلہ بڑے دروازے کے باہر تمہاری موت کھڑی ہے۔ اس لئے باہر جانے کی کوشش بے سود ہے۔ آرام سے مسہری پر بیٹھ جاؤ۔"

اتنے میں صالح کراہتا ہوا اٹھا۔ اس نے خنجر اپنی کمر سے نکال پھینکا تھا۔ عمرو اسے دیکھتے ہی کھڑکی کی پھلانگ کر کمرے میں آ گیا۔ ضلہ تیزی کے ساتھ بڑے دروازے کی جانب دوڑی۔ دروازہ کھولا۔ تو فضل کی بجائے قاضی معد کھڑا تھا۔ اس نے فوراً ضلہ کا ہاتھ پکڑا۔ اور اسے لے کر باہر کی جانب دوڑ پڑا۔ قاضی معد اور ضلہ دروازہ سے نکلنے ہی والے تھے۔ کہ عمرو ایک ہی جست میں ان دونوں پر جا پڑا۔ ضلہ تو گرتے ہی بے ہوش ہو گئی۔ البتہ قاضی معد نے تلوار نکال لی۔ عمرو عیار نے بھی اپنی تلوار میان سے نکال لی۔ دونوں کے درمیان مقابلہ شروع ہو گیا۔

عمرو عیار پیچھے ہٹتا ہٹتا قاضی کو کمرے میں لے آیا۔ لڑتے ہوئے عمرو نے قاضی سے کہا۔

"معد! تم ایک مسلمان ہو۔ تمہیں ایک یہودی عورت کی مدد کرتے ہوئے شرم آنی چاہیئے۔"

قاضی معد نے یہ سنا۔ تو اپنے ہاتھ کو روک لیا۔ اور عمرو سے بولا "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ وہ تو تمہاری بیوی ہے۔"

"میں بھی اس کے فریب میں آگیا تھا۔ مگر حقیقت کھلتے ہی میں نے اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کا عہد کر لیا تھا۔ اب یہ عورت اپنے راز کے فاش ہو جانے پر یہاں سے فرار ہونا چاہتی ہے۔ مگر میں اسے فرار نہیں ہونے دوں گا۔ میں اس کے ہر اس ظلم کا بدلہ لوں گا۔ جو اس نے یمن کے مسلمانوں پر کیا تھا۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو عمرو! اگر یہ سچ ہے۔ تو میں خود اس کے بہت بڑے دھوکے میں مبتلا ہو کر رہ گیا تھا۔ اس نے مجھے فضل کو پھانسی دینے کے سلسلے میں دولت کا لالچ بھی دیا تھا۔ اور تم سے طلاق لینے کے بعد مجھ سے شادی کا وعدہ بھی کیا تھا۔ اگر یہ سچ ہے کہ رالقہ ایک یہودی عورت ہے تو واقعی اس قسم کی مکاریاں یہودی عورتیں ہی کر سکتی ہیں۔ وہ مسلمانوں کے گھروں میں محض اس لئے داخل ہوتی ہیں۔ کہ اپنی مکاریوں اور سازشوں سے مسلمانوں میں انتشار اور نا اتفاقی کو پیدا کیا جائے۔"

قاضی کی اس بات پر عمرو نے اپنی تلوار میان میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"اللہ کا شکر ہے کہ تم جلدی سمجھ گئے۔ اور اب چل کر رالقہ کا پتہ کریں۔"

اس پر دونوں باہر نکلے۔ تو رالقہ اپنی جگہ سے غائب تھی۔ عمرو جلدی سے آگے بڑھتے ہوئے بولا۔

"معد، تم صالح اور فضل کا خیال کرو۔ میں ابھی رالقہ کو گرفتار کر کے لاتا ہوں۔"

اتنا کہنے کے بعد عمرو تیزی سے دروازے سے جونہی باہر نکلا۔ تو اسے صلہ باغ کے ایک کونے میں پڑی دکھائی دی۔ رالقہ نے ہوش میں آتے ہی بھاگنے کی کوشش کی تھی۔ مگر پنڈلی کے زخم کی وجہ سے وہ اپنے گھوڑے تک نہ پہنچ سکی۔ اور بے بس ہو کر گر پڑی۔ پھر اس نے اپنے آپ کو گھسیٹ کر باغ کے ایک کونے میں ڈال دیا۔ مگر عمرو کی نظر اس پر جا پڑی۔ عمرو نے اس کے سر پر پہنچتے ہوئے کہا۔

"مکار لومڑی، کیا تو فرار ہو سکتی ہے، یاد رکھ، عمرو جس کسی کو زخم لگاتا ہے، اسے کسی کام کا نہیں چھوڑتا۔"

اس کے بعد عمرو نے اسے بالوں سے پکڑا اور تقریباً گھسیٹتا ہوا اسے کمرے میں لے آیا۔

صالح کی موت

قاضی معد عمرو کو فضل اور صالح کے بارے میں بتا رہا تھا۔

"میں نے بے ہوشی کی دوا میں لوٹ رومال فضل کے منہ پر رکھا تھا جس پر وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ مگر فضل کی جانب سے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ جلد ہوش میں آجائے گا۔" مگر صالح بچ نہ سکا۔ خون

زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو گئی۔

قاضی معدی اس بات پر عمرو عیار نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"بیچارا صالح، میرے لئے بہت بڑی خوشخبری لے کر یمن سے آیا تھا مگر مجھ سے انعام حاصل کرنے کی بجائے موت کو سینے سے لگا کر چلا گیا۔"

"خدا کو یہی منظور تھا عمرو، اب صبر اور شکر کے سوا کیا کیا جا سکتا ہے۔"

اس کے بعد عمرو نے ضملہ کی جانب دیکھا۔ جو سہمی پریشان ہوئی تھی۔ اور غور سے دونوں کی باتیں سن رہی تھی۔ عمرو نے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"صالح کو بھی اسی ظالم عورت نے جان سے مارا ہے۔ یہ ظلم بھی اسی نے کیا ہے۔ میں اس سے ایک ایک ظلم کا بدلہ لوں گا۔"

ضملہ جان چکی تھی۔ کہ اب اس کا عمرو کے ہاتھوں بچنا محال ہے۔ اگر وہ بچ بھی گئی۔ تو خنجر کا زہر اس کی جان لے لے گا۔ اس لئے اس نے انجام کی پرواہ کئے بغیر عمرو سے کہا۔

"عمرو اگر تم میری حقیقت اور اصلیت سے آگاہ ہو ہی گئے ہو، تو میرے مرجانے سے کچھ نہیں ہو گا۔ عظیم تر اسرائیل وجود میں آ کر رہے گا۔ مسلمان انتشار اور نااتفاقی کا شکار ہو کر رہیں گے۔ مسلمانوں کی ہر مقدس زمین یہودیوں کے قبضہ میں آ کر رہے گی۔ میری قوم تم جیسے مذہبی جنونیوں سے نپٹنا خوب اچھی طرح سے جانتی ہے۔"

"بکواس بند کرو۔ خدا نے چاہا تو وہ دن کبھی نہیں آئے گا جس کا تمہاری قوم کو انتظار ہے۔ اگر تمہاری قوم نے مسلمانوں کو برباد کرنے کے لئے

اتفاق کر ہی لیا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان قوم بھی تمہارے مقابلہ پر آنے کے لئے اتفاق نہ کرے۔ وہ بھی اتفاق کر لیں گے۔ خدا اور اس کے پاک رسولؐ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیں گے۔ تمہاری قوم کی قوت اور غرور کو پاش پاش کر کے رکھ دیں گے۔"

"وہ دن کبھی نہیں آئے گا۔" ضملہ نے یہ کہتے ہوئے منہ پھیر لیا۔

عمرو نے اس سے مزید کوئی بات نہ کی۔ قاضی معدی نے عمرو عیار کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"اس عورت سے بحث چھوڑیں۔ میرے ساتھ حاکم وقت مہلب کے پاس چلو۔ اور اسے ساری حقیقت سے آگاہ کریں۔ وہ خود اس نامراد کو عبرت ناک سزا دے دیں گے۔"

"نہیں قاضی صاحب، یہ عورت سب سے بڑی میری مجرمہ ہے، میں خود ہی اسے خوفناک سزا دوں گا۔" آپ ذرا دوسرے کمرے میں جا کر فضل کا پتہ کرائیں۔ آیا وہ ہوش میں آیا ہے یا نہیں۔"

عمرو نے بات ختم ہی کی تھی۔ کہ اسی وقت دروازہ کھلا۔ اور فضل لڑکھڑاتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ عمرو نے آگے بڑھ کر اسے تھامتے ہوئے کہا۔

"میرے دوست، اچھا ہوا جو تمہیں ہوش آ گیا۔"

فضل نے عمرو کی بات کا تو کوئی جواب نہ دیا۔ البتہ قاضی معدی کی جانب دیکھتے ہوئے بولا۔

"یہ مکار قاضی یہاں کیوں کھڑا ہے۔؟"

قاضی نے فضل سے کہا ”تمہارا غصہ بے جا نہیں ہے فضل۔ دراصل لالچ نے میری آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی۔ اس لئے میں حقائق کے بارے میں جان نہ سکا۔ مجھے اپنی اس کم عقلی پر افسوس ہے۔“

”ہاں فضل۔ قاضی نے اپنی غلطی کا اعتراف میرے سامنے ہی کر لیا تھا۔ اس لئے اب انہیں کچھ نہ کہو۔ اب تو یہ ہماری دوستی میں شامل ہے۔“

فضل بولا ”خدا کا شکر ہے۔ کہ ایک ذمہ دار شخص کو جلد اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔“ پھر اس نے صفدر کی جانب دیکھتے ہوئے کہا ”اس ظالم عورت کا کیا حال ہے؟“

”اپنے زخم چاٹ رہی ہے۔۔۔ تم ذرا اس کے پاس بیٹھو میں ابھی گھر سے ہو کر آتا ہوں۔“ عمرو نے فضل سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا۔

قاضی بولا ”میں بھی آپ کے ہمراہ چلوں گا۔“

”نہیں قاضی صاحب، آپ کو بھی میرے آنے تک یہیں رہنا ہوگا۔“ میں اپنے گھر زنبیل کی تلاش کے لئے جا رہا ہوں۔ مجھے امید ہے۔ میری زنبیل اسی ظالم عورت نے کہیں چھپا رکھی ہے۔ بلقیس اسے اپنے ہمراہ لے کر نہیں گئی۔“

”اسی سے پوچھ لیا ہوتا۔ کہ اس نے زنبیل کہاں چھپائی ہے؟“

فضل کی اس بات پر عمرو نے جواب دیا۔

”اب یہ کچھ نہیں بتائے گی۔ میں خود ہی اس کے بچھائے ہوئے کانٹے اپنے راستہ سے ہٹانے ہوں گے۔ تم لوگ فکر نہ کرو۔ میں گھر پر زیادہ نہیں ٹھہروں گا۔“

قاضی مسعد بولا ”آپ بے فکر ہو کر جائیں۔ ہم آپ کے آنے تک یہاں سے ایک قدم بھی ادھر اُدھر نہیں ہوں گے۔“

قاضی کی اس بات پر عمرو اطمینان کے ساتھ فضل کے مکان سے باہر نکل کر اپنے گھر کی جانب چل پڑا۔

عمی ایل کا جال

رات کا پہر تھا۔ عمی ایل کنعتی اور سہدیو جاگ رہے تھے۔ راحل اور اونان گہری نیند سوئے ہوئے تھے۔ عمی ایل بولا۔

”ہم نے کھدائی شروع کر دی ہے۔ اگر اسی دوران مسلمانوں کا کوئی قافلہ ادھر سے گذرا۔ تو وہ ضرور ہماری اس کھدائی کو دیکھے گا۔ اور یقیناً شبہ میں پڑ جائے گا۔ کہ ہم اس ویران علاقہ کی بلاوجہ کھدائی نہیں کر رہے۔“

سہدیو نے کہا ”عمی ایل تم نے تو بڑی سوجھ بوجھ کے ساتھ یہ بات کی ہے۔ واقعی اگر مسلمانوں کا کوئی قافلہ ادھر سے گذرا۔ تو وہ ہمیں دیکھ کر ضرور شک میں پڑ جائے گا۔ تم ہی بتاؤ۔ کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے، کیا نہیں۔“

”میرے خیال میں اس کھدائی کے گرد اگرد ایک کچی دیوار بنا دیں۔ اور اپنی رہائش بھی اسی چار دیواری کے اندر کر لیں۔“

”یہ کیسے ممکن ہے۔ کھدائی سے جو مٹی نکلے گی ہم کہاں پھینکیں گے۔“ کنعتی نے کہا۔

اس پر ہر کوئی اپنی اپنی سوچ میں پڑ گیا۔ کوئی بھی یہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ

کھدائی کے دوران کوئی قافلہ بھی ادھر سے گذرتے ہوئے انہیں دیکھ پائے۔
تینوں اپنی اپنی جگہ پشیمان تھے۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد عمی ایل بولا۔
"میری سمجھ میں ایک بات آئی ہے۔ اگر تم دونوں اس بات سے اتفاق کرو۔ تو میں بتاؤں۔"

"بتاؤ کیا بات ہے؟" کنتی نے پوچھا۔
عمی ایل بولا "اگر تم لوگ بُرا نہ مناؤ۔ تو ہم یہودیوں کو دوسرے علاقوں سے بلوا کر اس کے ارد گرد بسا لیتے ہیں۔ آبادی دیکھ کر کوئی بھی قافلہ ہماری کھدائی پر شبہ نہیں کرے گا۔"
کنتی نے عمی ایل کی بات کا بُرا مناتے ہوئے کہا۔
"اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ تم اپنی قوم کو ہم پر مسلط کرنا چاہتے ہو؟"
"نہیں بہن، میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ خزانے کے بارے میں تمہارے اور ہمارے درمیان سمجھوتہ ہو چکا ہے۔ ہم اس سے منحرف ہونے والے نہیں ہیں۔ خزانہ اسی طرح تقسیم ہوگا۔ جیسا ہم لوگوں نے فیصلہ کیا ہے۔ اس لئے ہمارے ارد گرد جو دوسرے یہودی آن بھی بسیں گے۔ تو وہ ہماری اس کاروائی میں کوئی دخل نہیں دیں گے۔ اور نہ ہی وہ لوگ خزانہ میں حصہ دار بنیں گے۔"
سہدیو بولا "دیکھ لو۔ اور خوب اچھی طرح سے سوچ لو۔ اگر تم نے ہم سے کوئی دھوکہ یا چال چلی۔ تو تمہارے اور تمہارے ساتھیوں کے لئے اچھا نہیں ہوگا۔"
کنتی نے سہدیو کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا: "میرے ترکش میں ابھی بہت تیر ہیں۔ اگر تم نے ہمیں اپنی قوم کے ذریعہ مرعوب کرنا چاہا۔ تو میں اپنے سارے

تیر چلا کر تمہیں بھی برباد کر دوں گی۔ اور خود بھی برباد ہو جاؤں گی۔ اس کے بعد تم اور تمہاری آئندہ نسلیں بھی تاروں کے خزانے کا تصور تک اپنے ذہن میں نہیں لا سکتیں۔"
"بالکل ٹھیک ہے۔ اگر ہم لوگ تم سے کوئی دھوکہ کریں۔ تو تم بلاشبہ ہمیں برباد کر دینا۔"
عمی ایل کی اس بات پر کنتی اور سہدیو نے اسے کہہ دیا۔ کہ وہ اپنی قوم کے دوسرے افراد بلوا کر اس کھدائی کے گرد اگرد بسا دے۔
چنانچہ صبح ہوتے ہی عمی ایل نے راخل کو ابی یاتر کی جانب روانہ کر دیا۔ اور ساتھ ہی اسے سارے حالات سے آگاہ کر دیا۔ تاکہ وہ ابی یاتر کو حرف بحرف ساری بات سنا دے۔
راخل عمی ایل کی ہدایات پا کر اسی وقت گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور ابی یاتر کی طرف چل دیا۔
اس کے روانہ ہونے کے بعد عمی ایل نے کھدائی کا کام ملتوی کر دیا۔ انہوں نے آپس میں فیصلہ کر لیا۔ کہ جب تک دوسرے یہودی آکر آباد نہیں ہو جاتے وہ کھدائی کا کام شروع نہیں کریں گے۔
ایک دن وہ سب اطمینان سے گھر پر بیٹھے تھے۔ کہ انہیں خازم کا قہقہہ سنائی دیا۔ عمی ایل کنتی سے بولا۔
"اس پاگل کو ہمیں اپنے راستے سے ہٹا دینا چاہیئے۔"
"وہ کیوں؟" کنتی نے پوچھا۔

”اس کے [illegible] ہنگم قہقہوں میں ضرور کوئی راز ہے۔“

”کوئی راز نہیں ہے۔ جب دوسرے یہودی یہاں آکر آباد ہو جائیں گے۔ تو یہ خود بخود کہیں اور چلا جائے گا۔“

عمی ایل نے کہا۔ ”گنتی بہن! تم اپنی جگہ درست ہو۔ مگر ہم نے مسلمانوں سے بڑے بڑے زخم کھائے ہیں۔ اس لئے ہمیں ان کے پاگلوں پر بھی کوئی اطمینان نہیں۔ یہ کسی وقت بھی ہوش میں آکر ہمارے کئے کرائے پر پانی پھیر سکتے ہیں۔۔۔ کسی زمانے میں میرے ساتھیوں کے پاس ایک بہرہ اور گونگا مسلمان غلام تھا۔ لیکن جب ہم کامیابی سے دوچار ہونے والے تھے۔ تو اس بہرے اور گونگے مسلمان کو قوت گویائی بھی مل گئی اور قوت شنید بھی۔ پھر وہی ہمارے راستے میں سب سے بڑی دیوار بن گیا تھا۔“

عمی ایل کی اس بات پر گنتی سوچ میں پڑ گئی۔ اس نے عمی ایل کو جواب تو کوئی نہ دیا۔ البتہ اسے اس بات سے بھی روکا نہیں۔ کہ وہ اب خازم کے بارے میں کوئی کاروائی نہ کرے۔

گنتی کو خاموش پا کر عمی ایل سمجھ گیا۔ کہ اب خازم کے معاملے میں گنتی کوئی دخل نہ دے گی۔ عمی ایل نے اپنے آپ میں فیصلہ کر لیا۔ کہ وہ خازم کو راستے سے ہٹا کر ہی دم لے گا۔ اس کے لئے اس نے اوناں کو اشارہ کیا۔ کہ وہ رات پڑتے ہی خازم کو جان سے مار ڈالے۔

اوناں نے بھی عمی ایل کا اشارہ سمجھ لیا تھا۔ اس لئے اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں عمی ایل کو سمجھا دیا۔ کہ وہ اس کی بات سمجھ گیا ہے۔ اور وہ ذہنی

کچھ کرے گا۔ جس کے بارے میں اسے اشاروں کی زبان میں سمجھایا گیا ہے۔

یہودیوں کو خوشخبری

داخل نے اپنی ہمت سے بہت جلد سفر طے کیا۔ وہ شام پڑنے سے قبل ہی ابی یاتر ربی کی خدمت میں جا حاضر ہوا۔ ابی یاتر اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ وہ بولا۔ ”غالباً خداوند خدا نے میرے لئے کوئی اچھی خوشخبری بھیجی ہے۔“ اس کے بعد اس نے داخل کو اطمینان سے بیٹھنے اور بات کرنے کو کہا۔ داخل نے بڑے سکون سے ایک تپائی پر بیٹھتے ہوئے ابی یاتر کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔

ابی یاتر یہ جان کر کہ خزانہ کی جگہ مل گئی ہے۔ اتنا خوش ہوا۔ کہ اس نے اسی وقت اپنی جگہ سے اٹھ کر فتح کا نرسنگھا بجایا۔ بستی کے یہودیوں نے شام کے وقت ابی یاتر کے ہاں سے نرسنگھا کی آواز سنی تو بڑے حیران ہوئے۔ وہ جان گئے کہ ضرور کوئی غیر معمولی خوشخبری کی اطلاع ملی ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے۔ تو یہودیوں کو کسی دوسری جگہ منتقل کئے جانے کا حکم ملنے والا ہے۔ ان ہر دو باتوں کا خیال کرتے ہوئے یہودیوں نے جوق در جوق ابی یاتر کے گھر کی جانب چلنا شروع کر دیا۔

اتنے میں داخل ابی یاتر کو بتا چکا تھا۔ کہ خزانہ کی کھدائی اور اس کھدائی کو

رازمیں رکھنے کے لئے گرد و نواح میں یہودیوں کا آباد ہونا ضروری ہے پھر اس نے کنتی کی ساری باتوں اور حرکتوں سے بھی ابی یاتر کو آگاہ کیا۔ ابی یاتر کنتی کے بارے میں ساری بات سننے کے بعد بولا۔

"کنتی کے بارے میں میں پہلے ہی بہت کچھ سن چکا ہوں۔ میں نے عمی ایل کو چلنے سے پہلے ہی سمجھا دیا تھا۔ کہ وہ کنتی سے ہشیار رہے۔ اس سے بگاڑ پیدا کرنے کی کوشش نہ کرے۔ غالباً اس نے میری اس بات پر پورا پورا عمل کیا ہے۔ کنتی کو بہت جلد پتہ چل جائے گا۔ کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔ کیونکہ اسرائیل کی عظیم تر بیٹی ضلہ جلد ہی میرے پاس سے عمی ایل کے ہاں پہنچنے والی ہے۔ وہ کنتی جیسی عورتوں سے نپٹنا خوب جانتی ہے۔"

"کیا ضلہ آپ کے ہاں موجود ہے؟"

"نہیں راحل، وہ ابھی تک بصرہ میں ہے۔ اور عمرو عیار کی خوشحالی میں تباہی کا آخری کیل ٹھونکنے والی ہے۔ مجھے یقین ہے وہ اپنا کام مکمل کر چکی ہوگی۔ میں نے اپنے چند ساتھی مسلمانوں کے بھیس میں بصرہ روانہ کر دیئے ہیں۔ تاکہ وہ ضلہ کو بڑی حفاظت اور اعزاز کے ساتھ میرے پاس لے آئیں۔ ضلہ کے غلام ابیعزر کی بدولت جو پیغام مجھے ملا تھا۔ اس میں واضح طور پر لکھا ہوا تھا۔ کہ وہ فلاں وقت اور فلاں دن تک اپنا کام مکمل کرلے گی۔ اس لئے میں اسے چند وفادار روانہ کر دوں۔ تاکہ وہ عمرو عیار کی دولت کے ساتھ بصرہ سے چل پڑے۔ مقررہ دن گزرنے سے ایک روز قبل ہی میں نے تمہارے چند بھائیوں کو اسے لانے کے لئے روانہ کر دیا تھا۔

میرے خیال میں وہ آج یا کل یہاں واپس پہنچنے والے ہیں۔"

"خوب، خداوند ضلہ کی عمر دراز کرے۔ اگر وہ ہمارے ہاں یعنی تیہ میں پہنچ گئی۔ تو پھر وہ خود ہی کنتی اور اس کے تکبر کا خاتمہ کر دے گی۔"

پھر ابی یاتر ربی نے دروازے کی جانب دیکھتے ہوئے کہا

"لوگ بڑی بے چینی کے ساتھ باہر کھڑے میرے حکم کے منتظر ہیں۔ نرسنگھا کی آواز نے ان کو اکٹھا کر دیا ہے۔"

"ہاں ربی، کچھ ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔ چلیئے باہر چل کر لوگوں سے بات کرتے ہیں۔" راحل کی اس بات پر ابی یاتر اپنے کمرے سے باہر آ کر لوگوں کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ راحل اس کی پشت پر تھا۔

ابی یاتر اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے لوگوں کو دعائیں دیں۔ اس کے بعد وہ بولا۔

"خداوند خدا نے عظیم تر اسرائیل کی بنیادوں کو قائم کر دیا ہے۔ وادی تیہ میں ہمارے ربی عمی ایل کو غیر معمولی کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ وقت سے پہلے میں آپ کو اس کامیابی سے آگاہ نہیں کروں گا۔ آپ کو عمی ایل کا ہاتھ بٹانے اور اپنے دوسرے ساتھیوں کی مدد کے لئے وادی تیہ میں جانا ہوگا۔ عارضی طور پر نہیں مستقل طور پر۔ وادی تیہ سے کچھ فاصلے پر یہودیوں کی ایک بستی اور بھی موجود ہے۔ میں ان سب کو بھی کہلا بھیجوں گا کہ وہ بھی اپنی بستی کو چھوڑ کر وادی تیہ کے گرد و نواح میں جا آباد ہوں۔ ان کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کی کوئی بھی حکومت تم پر ہاتھ نہ ڈال سکے گی۔

کیوں کہ وہ ایک عرصہ سے علاقے میں رہ رہے ہیں۔ آپ لوگوں سے میری درخواست ہے، کہ عظیم تر اسرائیل کی تکمیل کے لئے آپ جتنی جلد بھی وادیٔ تیہ میں پہنچ سکتے ہیں، پہنچ جائیں۔ صبح کے طاقتور سورج کی کرنوں کو اپنے ہمراہ لے کر چلیں۔ خدا آپ کو کامرانی اور نصرت سے ہمکنار کرے گا۔"

اس پر ایک یہودی نے آگے بڑھ کر ابی یاتر سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"اے ربّی! ہم آپ کے کہنے کے مطابق وادیٔ تیہ چلے جاتے ہیں۔ کیا وہاں ہمیں اور ہمارے بچوں کے لئے زرخیز زمین ملے گی۔ تجارت کے لئے کوئی راستہ ایسا بھی ملے گا۔ جس راستے پر ہمیں مسلمان ڈاکوؤں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔"

ابی یاتر نے کہا۔ خدائے عظیم کی قسم! — تم اسی وادی میں جا رہے ہو۔ جہاں ہمارے رسول خداوند موسیٰ کو اپنے ربّ کی جانب سے من و سلویٰ ملا تھا۔ اور ہماری قوم نے خدا کے حضور قربانیاں پیش کی تھیں۔ اسی روز سے اس علاقے پر زرخیزی مسلّط ہے۔ اس لئے تمہیں وہاں جاتے ہوئے غربت اور بھوک کا احساس نہیں ہونا چاہیئے۔ وہاں تم لوگوں کو سب کچھ ملے گا۔ تجارت کے لئے امن و سلامتی والا راستہ بھی ملے گا۔ وہاں تم لوگ ایسے ہی پھلو پھولو گے۔ جیسے موسم بہار میں پھل پھول کھلتے — اور بڑھتے ہیں۔"

ابی یاتر کی ان باتوں پر لوراجمع خوش ہوگیا۔ ہر ایک نے ابی یاتر سے عہد کیا۔ کہ صبح ہوتے ہی اپنے گھر سے وادیٔ تیہ کے لئے روانہ ہو جائے گا۔ وہاں پہنچنے کے بعد عمی ایل جیسا اُن کو حکم دے گا۔ وہ اس پر عمل کریں گے۔

لوگ عہد کرنے کے بعد اپنے اپنے گھروں کو واپس چل دیئے۔ اس کے بعد ابی یاتر داخل کو لے کر اپنے مکان میں داخل ہوا۔ اُسے اطمینان سے بٹھایا۔ غلام کو بلوا کر اس کے ہاں پاؤں دھلائے پھر اس کے سامنے کھانا پیش کیا۔

داخل نے خوب ڈٹ کر کھانا کھایا۔ اس کے بعد آرام کرنے کی غرض سے لیٹ گیا۔ داخل نے بھی صبح سویرے دوسرے یہودی خاندانوں کے ساتھ وادیٔ تیہ روانہ ہونا تھا

خازم پہ وار

اونان خازم کو قتل کرنے میں پہلی رات ناکام رہا۔ اس نے خازم کو خوب تلاش کیا۔ مگر خازم اُسے کہیں بھی نہ ملا۔ تلاش کے باوجود اُسے ناکامی ہوئی تو وہ واپس عمی ایل کے پاس چلا آیا۔ اور آکر اسے یہ بتایا۔ کہ خازم کہیں چلا گیا ہے۔

عمی ایل نے اُس سے کہا۔ "ناممکن، وہ کہیں نہیں گیا۔ آج رات تم اُسے تلاش کرنے میں ناکام رہے ہو۔ مگر کل رات وہ تمہیں مل جائے گا۔"

اونان بولا۔ "میں نے ایک ایک جگہ دیکھی ہے۔ اگر وہ یہیں کہیں ہوتا۔ تو مجھے ضرور مل جاتا۔ میں ناکام واپس نہ لوٹتا۔"

"اوناں، وہ ایک انسان ہے۔ کوئی چھلاوا نہیں۔ اندھیرے کی وجہ سے تمہیں وہ نظر نہیں آیا ہوگا۔ مگر میں دعویٰ سے کہتا ہوں۔ کہ وہ وادی چھوڑ کر کہیں نہیں گیا۔ وہ اس وقت تک یہاں سے نہیں جائے گا جب تک وہ ہمارے پورے پورے راز نہیں لے لیتا۔"

اوناں بولا۔ "اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ وہ پاگل نہیں ہے۔ بلکہ جاسوس ہے جو مسلمانوں نے ہماری معلومات کے لئے اسے یہاں چھوڑ رکھا ہے۔"

عمی ایل نے جواب دیا۔ "بالکل بجا ہے۔ وہ جاسوس ہے۔ اس کے قہقہوں میں بناوٹ ہے۔ اس کی چال ڈھال میں بھی بناوٹ ہے۔ کنتی کا علم اس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکا۔ اس لئے وہ اسے پاگل ہی کہتی اور سمجھتی ہے۔ مگر ہمارے علم میں انسان کو پرکھنے اور جانچنے میں کوئی کمی نہیں ہے۔ خازم جاسوس ہے۔ اس لئے میں اسے پہلے روز سے ہی مارنے اور ختم کرنے کے درپے ہوں۔"

"اگر یہ بات ہے۔ تو خازم میرے ہاتھ سے بچ کر نہیں جا سکتا۔ میں اسے ختم کر کے دم لوں گا۔"

اوناں کی اس بات پر عمی ایل نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"شاباش اوناں، مجھے تم سے یہی توقع تھی ۔۔ چلو اب اندر چل کر آرام کرتے ہیں۔ کل رات تم پھر خازم کو تلاش کرنا مجھے امید ہے۔ وہ کسی کونے کھدرے میں پڑا مل جائے گا۔"

اس کے بعد دونوں مکان کے اندر داخل ہو گئے۔

صبح ہوئی۔ تو عمی ایل اور اوناں کو خازم دکھائی دے گیا۔ وہ ایک مٹی کے ڈھیلے پر بیٹھا آسمان کی جانب دیکھ رہا تھا۔

عمی ایل نے اوناں کو ٹھوکا دیتے ہوئے کہا۔ "دیکھو وہ مناجات میں مصروف ہے۔ اگر پاگل ہوتا۔ تو ایسا ہرگز نہ کرتا۔"

اوناں نے خازم کی جانب نفرت بھری نظروں سے دیکھا۔ پھر وہ عمی ایل سے بولا۔

"معزز ربی! میں ساری بات سمجھ گیا ہوں۔ یہ بہت چالاک اور ہوشیار انسان ہے۔ مگر کوئی بات نہیں۔ آج کی رات اس کی زندگی کی آخری رات ہوگی۔"

"تم اسے وادی سے باہر والے حصے میں تلاش کرنا۔ مجھے امید ہے۔ یہ تمہیں مل جائے گا۔"

اوناں نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس کے بعد انہوں نے سارا دن خازم کی حرکات و سکنات دیکھنے اور یہودیوں کے قافلوں کے انتظار میں گزار دیئے۔

شام ڈھلتے ہی جب وہ گھر کے اندر داخل ہوئے۔ تو کنتی نے عمی ایل سے پوچھا۔

"تمہارے بھائی بندوں کے قافلے کب آ رہے ہیں؟"

"میرے خیال میں صبح نہیں۔ تو کل شام تک ضرور پہنچ جائیں گے۔"

کنتی نے کہا۔ "ہمیں اپنا کام جلد نمٹانا ہوگا۔ ہم زیادہ دنوں تک بنو شنذاں

عمی ایل اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا "مگر وہ تمہیں گنتی بہن، شاید تمہیں کوئی علم نہیں۔ کہ خازم کون ہے؟ اور کیا اس کے ارادے ہیں؟"

"وہ پاگل تھا۔ اس کے سوا اور کیا تھا؟" گنتی نے چلاتے ہوئے کہا۔

"کیا تم لوگ ایک پاگل کو بھی اپنا دشمن تصور کرتے ہو؟"

عمی ایل نے گنتی کی کسی بات کا برا نہ منایا۔ اس نے بڑے اطمینان سے کہا "میرے خیال میں زندگی بھر میں تم نے پہلی بار کم عقلی کی بات کی ہے۔ خازم پاگل نہیں تھا۔ مسلمانوں نے محض اسے ہماری جاسوسی کے لئے اسے یہاں چھوڑا تھا۔"

"وہ کیوں؟"

"جس شخص کا گھر تباہ ہو گا۔ وہ تباہ کرنے والے کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ ہم نے اس بستی کے امن پسند اور صلح جو قسم کے مسلمانوں کے ساتھ جو کیا ہے کیا وہ اسے آسانی سے بھلا دینے والے ہیں۔"

گنتی نے کہا "مسلمانوں کو ساری عمر پتہ نہیں چل سکتا۔ کہ ان کی زرخیز زمینوں کو کس نے اور کیونکر بنجر بنایا ہے۔ یہ سب کچھ کسی سازش کے تحت نہیں ہوا تھا۔ بلکہ علم کے زور پر ہوا ہے۔ بھلا میرے علم کے بارے میں کسی دوسرے کو کیا علم ہو سکتا ہے؟"

عمی ایل نے جواب دیا "جس آدمی کے بھرے ہوئے دامن کو خالی کر کے اس میں غربت کے بھنبھوڑ ڈال دیئے جائیں۔ تو اسے ساری سمجھ آجاتی ہے۔ ایک ایک بھنبھوڑ کی اذیت اس کے ذہن کی سوچ اور فکر میں اضافہ کر دیتی ہے۔ مسلمان جانے کو یہاں سے چلے تو گئے۔ لیکن وہ جان گئے تھے کہ ان کی

سے دور نہیں رہ سکتے۔"

عمی ایل نے جواب دیا "گنتی بہن، ہم تم سے بھی زیادہ بے چین اور بے قرار ہیں۔ یہ الگ بات ہے۔ کہ ہم اپنی بے قراری کا اظہار نہیں ہونے دیتے۔ مسلمانوں کے عروج کا ایک ایک دن ہمیں دکھ دے رہا ہے۔ ہم بہت جلد ان کو شکست دینے کے درپے ہیں۔"

عمی ایل نے اونان کو اشارہ کیا۔ وہ اسی وقت مکان سے باہر چلا گیا۔ آج رات وہ ہر قیمت پر خازم کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔ اس کے جانے کے بعد عمی ایل اور گنتی پھر سے باتوں میں مصروف ہو گئے۔ بسیدیو جو کھانا کھانے کے بعد آرام کر رہا تھا۔ ان کی باتیں سن کر وہ بھی ان کے درمیان آ بیٹھا۔ اور باتیں شروع کر دیں ——

ان تینوں کا موضوع صرف ایک ہی تھا۔ مسلمانوں کی مخالفت۔ اور ان کی تباہی کے منصوبے۔ خزانے کے بارے میں وہ کوئی بات نہیں کر رہے تھے۔

وہ اسی طرح کی باتیں کر رہے تھے۔ کہ انہیں کسی کی دلدوز چیخ سنائی دی۔ تینوں کے کان کھڑے ہو گئے۔ گنتی نے دروازے کی جانب دیکھتے ہوئے

"یہ خازم کے سوا کسی اور کی چیخ نہیں ہو سکتی۔ غالباً اونان نے اسے مار ڈالا ہے۔ اور یہ جو کچھ ہوا ہے۔ عمی ایل کی سازش سے ہوا ہے۔" پھر اس نے عمی ایل کی جانب غصے سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا تم اسی طرح سازش کر کے لوگوں کو مرواتے ہو؟"

نقلِ مکانی محض تمہاری وجہ سے ہوئی ہے — ان کی زمینوں کے بنجر ہونے کا سبب بھی تم ہو۔ مگر حقیقتِ حال جانے بغیر وہ تمہیں اور ہمیں کچھ نہیں کہنا چاہتے تھے۔ اس لئے وہ جاتے ہوئے یہاں اپنے ایک آدمی کو چھوڑ گئے کہ وہ اُن کی غیر موجودگی میں ہمارے ایک ایک عمل پر نظر رکھے۔ اور پھر موقعہ پاکر یہاں سے فرار ہو جائے۔ اور جو کچھ اس نے یہاں دیکھا اور سمجھا ہو گا۔ وہ جاکر اپنے سردار کو بتا دے۔ کنتی بہن تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے ایک عرصہ تک غلامی کی زندگی بسر کی ہے۔ لیکن اس کے باوجود تم مسلمانوں کو سمجھ نہیں سکی۔ ہم ان کی ایک ایک بات کو سمجھتے اور جانتے ہیں۔ اس لئے ہم جو قدم بھی ان کے خلاف اٹھاتے ہیں۔ وہ بڑا ٹھوس اور مثبت ہوتا ہے۔"

عمی ایل کی ان باتوں کا کنتی اور سہدیو پر گہرا اثر پڑا — اب وہ دونوں عمی ایل کی باتوں سے بڑے متاثرہ دکھائی دے رہے تھے۔

پھر کنتی نے عمی ایل سے کہا۔" تمہاری ان باتوں نے میرے دل پر گہرا اثر کیا ہے۔ میرے خیال میں اگر اونان نے خازم کو مار دیا ہے۔ تو اچھا ہی کیا ہے۔"

اس پر عمی ایل نے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔" اچھا ہوا۔ جو تم نے حقیقت کا فراخدلی کے ساتھ اعتراف کر لیا چلو اب چل کر خازم کی لاش کو درندوں کے مسکن میں ڈالنے کا بندوبست کرتے ہیں —"

اتنا کہنے کے بعد تینوں مکان سے باہر نکلے۔ اور اس جانب چل پڑے جدھر سے چیخ کی آواز سنائی دی تھی۔

ٹوٹے پھوٹے مکانوں اور جھونپڑوں کو عبور کرنے کے بعد جب وہ کھلے

میدان میں پہنچے۔ تو انہیں اپنے دائیں ہاتھ کوئی چت اور بے سُدھ پڑا ہوا دکھائی دیا۔ کنتی نے دُور ہی سے دیکھ کر پہچان لیا۔ وہ بولی۔

" یہ خازم کی لاش ہے۔ ہم اس پلید لاش کو ہرگز ہاتھ نہیں لگائیں گے۔"

اس پر اس پر عمی ایل آگے بڑھا۔ لاش اوندھے منہ پڑی تھی۔ غور سے دیکھا۔ تو واقعی خازم کی لاش تھی۔ مگر اونان کہاں گیا؟ فوراً عمی ایل کے ذہن میں اس کا خیال اُبھرا۔ اِدھر اُدھر دیکھا۔ مگر اُسے کہیں بھی اونان دکھائی نہ دیا۔

کنتی عمی ایل کے ارادے کو بھانپ چکی تھی۔ وہ بولی۔" اونان یقیناً کسی دوسرے راستے سے گھر گیا ہو گا۔ ہمیں نہیں پائے گا۔ تو سیدھا یہاں چلا آئے گا۔"

عمی ایل کنتی کی بات مان تو گیا۔ پھر بھی اس نے سہدیو سے کہہ ہی دیا۔" کہ وہ گھر جاکر اونان کو بھی دیکھ آئے۔ اور ایک مشعل بھی لیتا آئے۔ تاکہ ہم اس کی روشنی میں خازم کی لاش کو کسی گڑھے میں دفن کر سکیں۔"

اس پر سہدیو فوراً اپنے مکان کی جانب چل پڑا۔ پھر وہ کچھ ہی دیر کے بعد مشعل لے کر آ گیا۔ آتے ہی وہ عمی ایل سے بولا۔

" اونان گھر پر نہیں ملا — اور نہ ہی میں نے راستے میں اُسے کہیں دیکھا ہے۔ میرے خیال میں وہ کہیں اور جا نکلا ہے۔"

عمی ایل نے اُسے کوئی جواب نہ دیا۔ البتہ اس کے ہاتھ سے مشعل لے کر لاش کی جانب بڑھا۔ کسی انجانے خوف کے تحت اس نے جلدی سے لاش کو اٹھایا۔ تو ہلکی سی چیخ کے ساتھ ایک دم پیچھے ہٹ گیا۔ وہ خازم کی نہیں۔ بلکہ

اودنان کی لاش تھی ۔ حازم نے اسے مارنے کے بعد اُس سے اپنے کپڑے بھی تبدیل کر لئے تھے ۔ وہ فرار ہو چکا تھا ۔ اور وادی تیہ سے کافی دُور نکل چکا تھا ۔

عمی ایل کی چیخ پر سہدیو اور کُنتی بھی آگے بڑھے ۔ پھر وہ بھی اودنان کی لاش کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے ۔

عمی ایل اودنان کی لاش پر سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا ۔ اور کُنتی سے مخاطب ہو کے بولا ۔

" کیا یہ کسی پاگل مسلمان کی کارروائی ہو سکتی ہے ؟ حازم اپنا وار کرنے میں کامیاب ہو چکا ہے کُنتی ۔ مگر وہ وادی تیہ کے صحرا سے تن تنہا اور پاپیادہ نکل نہیں سکتا وہ اسی میں ٹھکریں مار کر رہ جائے گا ۔ اسے میں ہمارے آدمی اسے گرفتار کر لاویں گے ۔ یقیناً کل تک یہودی قافلے یہاں پہنچنا شروع ہو جائیں گے ۔ میں پہلے قافلے کے آدمیوں کو ہی حازم کی تلاش میں روانہ کر دوں گا ۔۔۔ وہ اسے ضرور گرفتار کر لائیں گے ۔ "

کُنتی نے کہا ۔ " ایسا ہی ہونا چاہیئے عمی ایل ۔ حازم کو ضرور گرفتار کرنا چاہیے ہمیں بھی اودنان کی موت پر اتنا ہی دُکھ ہوا ہے ۔ جتنا کہ آپ کو ۔ "

عمی ایل نے ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے کہا ۔۔۔

" خداوند خدا نے چاہا ۔ تو میں اودنان کی موت کا بدلہ مسلمانوں سے لے کر رہوں گا ۔ "

سہدیو بولا ۔ " ہم تمہارے ساتھ ہیں عمی ایل ۔ تم کوئی فکر نہ کرو ۔ تم جو کچھ کرو گے ۔ تمہارا ساتھ دیں گے ۔ "

عمی ایل خاموش رہا ۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد اُس نے مشعل کو مٹی میں دبا کر

اپنے ہاتھوں سے ایک گڑھا کھودا ۔ اور کچھ پڑھنے کے بعد اودنان کی لاش اُس میں ڈال کر اوپر مٹی ڈال دی ۔ اس کے بعد مشعل کو پھر سے اپنے ہاتھ میں لے لیا ۔

اودنان کو دفنانے کے بعد عمی ایل کافی دیر تک چُپ چاپ اس کی قبر پر کھڑا رہا ۔ ہوا کا ایک جھونکا آیا ۔ تو اس سے مشعل بجھ گئی ۔ عمی ایل نے غصے سے مشعل کو زمین پر پھینک دیا ۔ لیکن اس کے باوجود وہ اندھیرے میں کھڑا رہا ۔ سہدیو اور کُنتی کو عمی ایل کی خاموشی سے اُلجھن ہو رہی تھی ۔ آخر کُنتی رہ نہ سکی ۔ تو وہ عمی ایل سے بولی ۔

" عمی ایل ۔۔۔ صبر کے سوا ہمارے پاس کچھ نہیں ۔ اب زیادہ دیر تک یہاں کھڑا رہنے سے اودنان واپس تو نہیں آ جائے گا ۔۔۔ ہمیں واپس گھر چلنا ہو گا ۔ "

عمی ایل نے کُنتی کی بات کا سخت بُرا منایا ۔ وہ چلّا کر بولا ۔

" تم لوگ چلے جاؤ ۔ میں خود ہی آ جاؤں گا ۔ "

اس پر کُنتی اس کے نزدیک ہوتے ہوئے بولی ۔

" عمی ایل ، میری بات کا بُرا منانے کی ضرورت نہیں ۔ میں یہ بات تمہارے بھلے کے لئے ہی کہہ رہی ہوں ۔ ممکن ہو سکتا ہے کہ حازم اودنان کو قتل کرنے کے بعد یہیں کہیں گرد و نواح میں چھپا بیٹھا ہو ۔ اور یہ بھی تو ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ ہمیں دیکھ بھی رہا ہو ۔ اس لئے ہم نے اگر تم کو تنہا چھوڑ دیا ۔ تو کہیں ایسا نہ ہو ۔ کہ وہ تم پر بھی حملہ آور ہو کر تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرے ۔ اس لئے تم ہمارے ساتھ ہی گھر چلو ۔ تو اچھا ہے ۔ "

کُنتی کی اس بات کا عمی ایل کے دل پر خاطر خواہ اثر ہوا ۔ اور وہ

اُسے جواب دیئے بغیر گھر کی جانب چل پڑا۔ سعدیہ اور کستی بھی اس کے پیچھے پیچھے گھر کی جانب چل پڑے۔

ابی یاتر کے ساتھی بصرہ میں

عمرو عیار جب اپنے گھر کے نزدیک پہنچا۔ تو اُسے چند لوگ اپنے گھر کے نزدیک کھڑے دکھائی دیئے۔ عمرو عیار پہلی ہی نظر میں جان گیا۔ کہ یہ لوگ اجنبی ہیں۔ بصرہ کے رہنے والے نہیں۔ عمرو محتاط طریقے سے آگے بڑھا۔ اُن میں سے کوئی بھی عمرو کو نہیں جانتا تھا۔ آخر عمرو نے خود ہی اُن سے مذاق کرتے ہوئے پوچھا

"بھائیو! آپ کس مُرغی کی تلاش میں ہیں؟"

"مُرغی ....." ایک نے حیران ہوتے ہوئے عمرو کی جانب دیکھا۔

"ہاں ہاں مُرغی، بھائی پچھلے کئی دنوں سے ہمارے محلے کی مُرغیاں چُرائی جا رہی ہیں۔

آپ بصرہ کے رہنے والے تو دکھائی نہیں دے رہے۔ اس لئے میں نے یہی سمجھا ہے۔ کہ شاید آپ ہی مرغیاں چُرانے والے ہیں۔ اور آپ کو اس وقت کسی نئی مُرغی کی تلاش ہو۔"

دوسرا بولا۔ "کیا بکواس کر رہے ہو۔ ہم معزز لوگ ہیں۔ اور فلسطین کے رہنے والے ہیں۔ ہم یہاں بصرہ کے سب سے بڑے معزز انسان عمرو عیار اور اس کی

بیوی سے ملنے آئے ہیں"

"اچھا تو آپ عمرو عیار سے ملنے آئے ہیں۔۔ اہلاً سہلاً مرحبا میرے دوستو! میں ہی معزز، باوقار، بارسوخ اور باعزت عمرو عیار ہوں۔ آؤ گلے ملو۔ اور اپنا دُکھڑا بیان کرو۔"

اس پر وہ تینوں شخص جو کہ ابی یاتر کے بھیجے ہوئے یہودی تھے۔ اور مسلمانوں کے لباس میں تھے۔ بہت خوش ہوئے۔ اور باری باری عمرو عیار کے گلے ملے۔ عمرو نے گلے ملتے ہی ان کی جیبیں صاف کر لیں۔ جو کچھ نقدی وغیرہ ان کی جیبوں میں تھی۔ وہ عمرو نے سب اڑا لی۔ پھر ہر ایک نے عمرو کو اپنے اپنے نام سے آگاہ کیا۔

"حضور میرا نام شعیب ہے۔"

"میرا نام مسرج ہے۔"

"حضور اس خادم کو سفیان کہتے ہیں۔" یہ سب اُن کے نقلی نام تھے۔

"بس یہ خادم ہی کام دکھائے گا۔" عمرو مسکراتے ہوئے بولا۔

سفیان نامی یہودی بولا۔ "کیا مطلب؟"

"بھائیو! بھلا میرا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ آپ لوگ اتنی دور سے آئے ہیں۔ آپ ہی اپنا کوئی مطلب بیان کریں۔۔ اپنے پاس تو نہ کوئی مطلب ہے نہ کوئی مطلبی ہے۔"

"آپ تو بڑے دلچسپ انسان ہیں۔ ہمیں آپ سے مل کر بے حد خوشی ہوئی ہے۔" وہ یہودی جس نے اپنا نام مسرج بتایا تھا۔ عمرو کے کاندھے پر

ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

عمرو نے اس کا ہاتھ اپنے کاندھے سے ہٹاتے ہوئے کہا "اتنے تکلف ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ بات کریں۔ کہ آپ نے تکلیف سے میرے ہاں آنے کے لئے کیوں تکلف اور تکلیف گوارا کی ہے۔ اور میری زوجہ محترمہ واقعی بی بی سے آپ کو کیا کام ہے۔ آپ اُسے کیوں اور کس لئے ملنا چاہتے ہیں۔ کیا ملاقات کے لئے میں آپ کے لئے کافی نہیں ہوں۔"

اس پر شعیب نامی یہودی بولا "ابھی قبلہ آپ تشدد سے دل و دماغ سے اپنے گھر تو بٹھائیں۔ مہمانداری کا خیال تو کریں۔ پھر آپ سے کوئی بات بھی کریں گے آپ تو بازار میں کھڑے کھڑے گھوڑے پہ سوال اڑے چلے جا رہے ہیں۔"

"خوب، آخر مہمانداری کا طعنہ دے کر میری سوئی غیرت کو جگا دیا۔ آؤ چلو میرے گھر آرام سے بیٹھو سکون سے سوچو۔ اس کے بعد اگر کچھ بات کرنے کا دھیان آئے تو کر لینا۔"

اتنا کہہ کر عمرو نے ان تینوں کو اپنے ہمراہ لیا۔ اور مکان کا دروازہ کھول کر ان تینوں کو مہمان خانے میں جا بٹھایا۔ جب وہ اطمینان سے بیٹھ گئے۔ تو عمرو نے اپنے دل میں کہا۔ بیٹا، اگر میں نے ایک ایک کا چہرہ سیاہ اور پیر نیلے نہ کئے تو مجھے عمرو عیار نہ کہنا۔ آئے بڑے مسلمان بن کر۔ بھلا کوئی یہودی بھی کسی مسلمان کے روپ میں اپنے آپ کو چھپا سکتا ہے۔"

عمرو عیار گھر کے اندر سے ہو کر واپس ان تینوں کے درمیان آ بیٹھا۔ پھر اُن سے بولا۔

"افسوس کی بات یہ ہے۔ کہ کوئی لونڈی غلام گھر پر نہیں ہے۔ جو تھے۔ وہ کسی نہ کسی کام کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ کب واپس آئیں گے۔ اس کے بارے میں خدا ہی جانے۔ اب مجھے خود ہی آپ کی خدمت کرنا ہوگی۔ روٹی بھی بازار سے مجھے لانا ہوگی۔ اور۔۔۔۔"

اس پر سفیان نامی یہودی بولا "مگر آپ کی بی بی کہاں ہے؟"

"ہاں خوب یاد دلایا آپ نے۔ مجھے تو یاد ہی نہیں رہا۔ کہ آپ لوگوں کو اپنی بی بی کے بارے میں بتاؤں۔ حالانکہ آپ آئے ہی اس کے لئے ہیں۔"

"جی ہاں، ہمارے پاس ان کے والد صاحب کے دوست کا ایک پیغام ہے" شعیب بولا۔

"یعنی میری بیوی کے والد محترم کے دوست کا پیغام؟ کیا ہے وہ، مجھے پہلے بتاؤ۔"

سفیان بولا "آپ کو ضرور بتائیں گے۔ آپ پہلے ان سے ہمیں ملائیں تو سہی۔"

عمرو عیار سفیان پر بگڑتے ہوئے بولا "کیا بکواس کرتے ہو؟ کیا تم نے میری نیک دل بی بی کو ایسا ویسا سمجھا ہے۔ کہ وہ ہر ایرے غیرے کے سامنے ہوتی پھرے۔"

سفیان نے کہا "حضور، آپ تو خواہ مخواہ ہم پر بگڑ رہے ہیں۔ آپ کی بیوی ہماری بہن ہے۔ ہم ان کی عزت کرتے ہیں۔ احترام کرتے ہیں۔ آپ ان کو ہمارے سامنے تو لائیں۔ ہم جو پیغام اُن کو دیں گے۔ وہ آپ کے لئے بھی بے حد خوشی کا ہوگا۔"

عمرو عیار نے کچھ سوچا، پھر اس نے سفیان کو جواب دیا "بھائی چکمہ باز، میری

بیوی آپ کی بہن ؟ آپ کا پیغام میری خوشی کا باعث ؟ یہ سب باتیں درست ہیں۔ مگر آپ کو میری نیک دل اور متقی بیوی کے بارے میں کچھ علم بھی ہے۔ کہ وہ کہاں ہے ؟"

"وہ کہاں ہے ؟" تینوں یکزبان ہو کر بولے۔

اس پر عمرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بھائی صاحبان، مہربان، میری بیوی پچھلے ماہ سے حج پر گئی ہوئی ہیں۔ شاید آپ کو پتہ نہیں۔ کہ وہ اتنی پارسا ہے۔ کہ روزہ نماز تو کیا ؟ حج بھی ترک نہیں کرتی۔ ہر سال یہ فرض پورا کرتی ہے۔ اور تین چار ماہ تک خانہ کعبہ میں رہ کر واپس لوٹتی ہے"

"کیا یہ سچ ہے ؟" سفیان نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

عمرو نے اس کے سر پر ہلکی سی دھول جماتے ہوئے جواب دیا" لنگڑے اونٹ کی اولاد، کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں۔ اگر تمہیں اعتبار نہیں آتا۔ تو بصرہ کے ایک ایک آدمی سے پچھوا دوں ۔۔۔ اب وہ پیغام مجھے ہی دے دو۔ جب میری نیک دل بی بی حج سے واپس آئے گی۔ تو میں اسے آپ کا پیغام دے دوں گا"

عمرو عیار کی اس بات پر تینوں ایک دوسرے کی جانب تکنے لگے۔ وہ پریشان تھے۔ کیا کریں، کیا نہ کریں ؟ ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

عمرو عیار نے جب انہیں پریشان دیکھا۔ تو بولا" کیوں کیا ہوا ؟ میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کی۔ میاں بیوی کے درمیان کوئی پردہ تو نہیں ہوتا۔

میری بات سے پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ لوگ بے فکر ہو کر مجھے میری بیوی کا پیغام دے دیں۔ جونہی وہ حج سے واپس آئے گی۔ میں اُسے آپ کا پیغام دے دوں گا"

سفیان نے خفت سی محسوس کرتے ہوئے کہا" آپ بجا فرماتے ہیں۔ دراصل یہ امانت کا معاملہ ہے۔ ہم لوگ انہیں کے ہاتھوں میں دینا چاہتے ہیں۔ آپ فکر نہ کریں۔ ہم لوگ خود ہی دو ماہ کے بعد آپ کے روبرو حاضر ہو کر وہ پیغام آپ کی بی بی کو دے دیں گے پھر وہ جانے اور اُن کا کام جانے"

"کیا وہ کوئی پیغام خطرناک ہے ؟" عمرو کے پوچھنے پر سفیان نے جواب دیا۔

"جی نہیں۔ وہ پیغام ایسا ویسا نہیں ہے۔ ایک وصیت ہے جائداد کے بارے میں۔ ہمیں تاکید کی گئی تھی۔ کہ عمرو کی بی بی کے سوا کسی اور کو نہ دیا جائے"

عمرو بولا" ٹھیک ہے۔ آپ دو ماہ بعد تشریف لے آویں۔ اور اپنے ہاتھوں سے میری بی بی کو وہ وصیت نامہ دے دیں"

اس پر سفیان اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا" کیا ہمیں اجازت ہے ؟"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ کھائے پیئے بغیر اور کچھ تحفے لئے بغیر یہاں سے کیسے جا سکتے ہیں۔ میں آپ سب کو بھی تحفے دوں گا۔ اور اس بزرگ کے لئے بھی نادر تحفہ دوں گا۔ جنہوں نے میری بی بی کو وصیت نامہ روانہ کیا ہے"

اتنا کہنے کے بعد عمرو اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔
"آپ آرام سے بیٹھیں۔ میں ابھی آپ کے لئے کھانا اور تحفے وغیرہ لے کر آتا ہوں۔"

اتنا کہہ کر عمرو اپنے مکان سے باہر نکلا۔ اور فضل کے ہاں جانے سے پہلے اس نے دروازے کا باہر سے کنڈا لگا دیا۔ تاکہ ان میں سے کوئی بھی باہر نہ نکل سکے۔ اور نہ وہ باہر نکلیں گے۔ اور نہ ہی بصرہ سے فرار ہو سکیں گے۔

تحفے

عمرو عیار بھاگم بھاگ فضل بن منذر کے ہاں پہنچا۔ کمرے میں داخل ہوا۔ تو شلہ کو مسہری سے بندھا ہوا پایا۔ قاضی معد اور فضل دونوں اس کے سرہانے دائیں اور بائیں کھڑے تھے۔ عمرو کو دیکھتے ہی فضل نے کہا۔

"یار، یہ عورت ہے، یا کوئی بلا ہے۔ اس حالت میں بھی اس نے فرار ہونے کی دو بار کوشش کی ہے۔ آخر تنگ آ کر ہم نے اسے مسہری سے باندھ ہی دیا۔"

"اچھا کیا۔ یہ چھپکلی کی اولاد۔ ہمیشہ شکار اور فرار کے لئے گم صم رہتی ہے۔ لیکن جب اسے شکار یا فرار کا موقعہ ملتا ہے۔ تو دیر نہیں لگاتی۔"

قاضی معد بولا۔ "توبہ توبہ، اس یہودی عورت نے تو ہمارا ناک میں دم کر دیا ہے۔ اچھا ہوا۔ جو میں اس کے پھندے سے بچ نکلا۔ اگر اس کی سازش کا شکار

ہو جاتا تو....."

"نہ آپ بچتے۔ اور نہ ہی ہم دونوں۔" عمرو نے جھٹ سے قاضی کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

قاضی معد ہنستے ہوئے بولا۔

"بھائی عمرو، سچ پوچھو تو ایسی مصیبتوں کو قابو میں کرنا۔ تمہارا ہی کام ہے۔ ہم ایسی بلاؤں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اب آپ مجھے اجازت دیں۔ تاکہ میں اپنے کام نپٹاؤں۔"

عمرو نے قاضی معد کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ جا سکتے ہیں۔ اب ہم خود ہی اس مکار عورت سے نپٹ لیں گے۔"

وہ پھر قاضی ہنستا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ قاضی کے باہر جاتے ہی شلہ نے عمرو سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ "عمرو، تو مجھے چھوڑ دے۔ اسی میں تیری بہتری ہے۔"

عمرو نے شلہ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ "طوطی چشم، خوبصورت بلا، میری بہتری تو تیری کئی باتوں میں ہے۔ تو پھر کیوں ڈر رہی ہے؟ فکر نہ کر۔ میں تیرے ساتھ ایسا سلوک کروں گا۔ جو ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کے ساتھ کرتا ہے۔"

اتنا کہنے کے بعد عمرو نے شلہ کے اردگرد گھوم کر دیکھا۔ کہ آیا وہ مضبوطی سے بندھی بھی ہوئی ہے یا نہیں۔ جب اسے پوری طرح تسلی ہو گئی۔ تو اس نے فضل کو ساتھ لیا۔ اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ شلہ دونوں کو گھورتی ہی رہ گئی۔

باہر آ کر عمرو نے جیب سے وہ پیغام نکالا۔ جو اس نے سفیان نامی یہودی کی جیب سے اڑایا تھا۔ وہ عبرانی زبان میں تھا۔ چونکہ فضل عبرانی زبان جانتا اور

سمجھتا تھا۔ اس لئے اُس نے وہ رقعہ فضل کو دیتے ہوئے کہا۔

"وہ بدبخت میرے ہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ تعداد میں تین ہیں۔ مسلمانوں کے بھیس میں ہیں۔ اور نام بھی مسلمانوں کے اختیار کئے ہوئے ہیں۔ تم جلدی سے بتاؤ کہ اس میں کیا لکھا ہے کیا نہیں۔"

فضل بڑی سنجیدگی کے ساتھ وہ رقعہ پڑھ رہا تھا جب اس نے پڑھ لیا۔ تو ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے بولا "بدبختوں نے بہت دُور تک اپنی سازش کا جال پھیلا رکھا ہے۔ تمہارے گھر میں جو یہودی ٹھہرے ہیں۔ وہ ضلّہ کو لینے آئے ہیں۔ وہ ضلّہ کو ابی یا نزدبی کے پاس لے جائیں گے۔ جو اُسے جلد ہی وادیٔ تیہ روانہ کردے گا۔ وادیٔ تیہ میں جو یہودی ہیں۔ وہ غاروں کا خزانہ جلد ہی نکالنے والے ہیں۔ ضلّہ ان میں جا شامل ہوگی۔ اور خزانہ کو حاصل کرنے کے بعد وہ واپس ابی تاتر کے ہاں چلے آئیں گے۔"

اتنی بات بتانے کے بعد فضل چپ ہوا۔ تو عمرو نے لمبی ہوں کے ساتھ کہا۔

"یہ بات ہے۔ کوئی بات نہیں فضل، میں جلد ہی ضلّہ کو اُن کے ہاں پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس کے بعد ہم دونوں وادیٔ تیہ میں پہنچ کر یہودیوں کا پتا پالیں گے۔"

اتنا کہنے کے بعد عمرو عیار نے فضل کے کان میں کوئی بات سمجھائی۔ اس کے بعد وہ خود بازار چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ کھانا اور کچھ چیزیں خرید کر واپس آیا۔ تو فضل نے اُسے ایک خوبصورت سا مقفل صندوق دیتے ہوئے کہا۔

"لو بھائی، تحفہ تیار ہے۔"

"خوب،" عمرو نے صندوق کی طرف دیکھ کر کہا: "اچھا تحفہ ہے۔ میں تمہارے انتخاب کی داد دیتا ہوں۔ میں اس تحفے کو اُسی بزرگ کے لئے روانہ کرنا چاہتا ہوں۔ جس نے ضلّہ کے لئے پیغام روانہ کیا ہے۔"

اس کے بعد فضل اور عمرو دونوں ہی صندوق اور دوسری چیزیں لے کر مہمانوں کے سامنے جا پہنچے۔ انہیں بڑی عزت اور احترام کے ساتھ کھانا کھلایا جب وہ کھانا کھانے اور قہوہ پینے سے فارغ ہوگئے۔ تو عمرو نے تینوں کو بصرہ کے خوبصورت تحفے دیئے۔ اور آخر میں صندوق کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہ تحفہ خاص کر میری بیوی کے اُس مہربان کے لئے ہے۔ جو اس کے والد کا دوست ہے۔ اور جس نے آپ کو ہمارے پاس بھیجا ہے۔ انشاءاللہ جب آپ دو ماہ کے بعد میرے ہاں دوبارہ آئیں گے۔ تو میری بیوی استقبال کے لئے دروازے پر کھڑی ملے گی۔"

اس پر تینوں نے عمرو عیار اور فضل کا شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد وہ باری باری عمرو اور فضل کے گلے ملے۔ الوداعی سلام کیا۔ اور عمرو کے گھر سے باہر نکل کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر بصرہ کی حدود سے باہر نکل گئے۔

خزانہ کی باتیں

دوسرے دن فضل نے عمرو کے گھر جا کر کہا۔ کہ اب وہ کسی اور شخص کے

ہاتھوں شہزادی بلقیس کو پیغام بھیج دے۔ کہ اُسے تو مودہ کی خوش خبری کی اطلاع مل گئی ہے۔ اور وہ جلد ہی یمن پہنچنے والا ہے۔

عمرو نے ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے کہا: "میرے بس میں ہوتا۔ تو میں اُڑ کر یمن پہنچ جاتا۔ شاید تم جانتے نہیں فضل۔ کہ میں کتنے عرصہ سے ایک بیٹے کی ولادت کے لئے ترس رہا تھا۔ خدا کا کرم ہے کہ اس نے مجھے ایک بیٹا عطا کر دیا۔ خدا کرے۔ وہ میری ہی طرح...... نہ نہ میری طرح کا نہیں، کسی اور نیک انسان کی طرح نیک اور پاکباز ہو۔"

"واہ یہ بھی خوب رہی، بھلا تم میں کیا برائی ہے۔ صاحب جائداد اور صاحب عزت ہو۔ اس سے بڑھ کر تمہیں اور کیا چاہیئے۔ اگر تمہارا بیٹا بھی تمہاری طرح صاحب جائداد اور صاحب عزت ہوگا۔ تو کیا یہ اچھا نہیں ہوگا؟"

"ایک تو تم موٹی عقل کے آدمی ہو۔ بات جلد نہیں سمجھتے۔ بھائی میرے نام کے ساتھ عیار کا جو دم چھلا لگا ہوا ہے۔ میں نہیں چاہتا، کہ وہ دم چھلا میرے بیٹے کے نام کے ساتھ بھی چپک جائے۔ اگر وہ مجھ پر چلا گیا۔ تو لوگ اسے بھی عیار ہی کے نام سے پکاریں گے۔"

اتنے میں بو عمر قہوہ لئے ہوئے فضل کے سامنے حاضر ہوا۔ تو فضل نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا: "ارے بو عمر تم! تعجب ہے بو عمر بصرہ واپس لوٹا تھا۔ فضل اس سے کبھی نہیں ملا تھا۔ اس لئے اُسے دیکھ کر اس نے حیرت کا اظہار کیا تھا۔

"جی ہاں" عمرو نے فضل کو جواب دیتے ہوئے کہا: "اب یہ ذات شریف

میرے ہاں رہ رہی ہے۔ جب سے فتنہ بیگم اپنے انجام کو پہنچی ہیں۔ اسی دن سے یہ میرے گھر آ گئے تھے۔"

"خدا کا شکر ہے۔ کہ بھٹکے ہوئے لوگ اپنی منزل پر واپس آ گئے۔"

عمرو عیار بولا: "اب مجھے گھر کی کوئی فکر نہیں۔ بو عمر سچا مسلمان ہے۔ وفادار اور جانثار ہے۔ میرے پہلے غلام فیروز کی طرح بے لوث اور خدمت گزار ہے۔ میں نے گھر کی ساری ذمہ داریاں اسے سونپ دی ہیں۔ اور میں آپ کی اطلاع کے لئے یہ بھی عرض کر دوں۔ کہ ہم نے آج صبح ہی پورے حالات سے آگاہ کر کے اپنے ایک معتبر کو یمن روانہ کر دیا ہے۔ اور خیر سے وہ کافی فاصلہ بھی طے کر چکا ہوگا۔ اور آپ اب مجھے کوئی آدمی یمن روانہ کرنے کو کہہ رہے ہیں۔ اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ تم ذرا موٹی عقل کے آدمی ہو۔"

اس پر فضل نے قہوہ کی چسکی لیتے ہوئے کہا: "چلو کیا ہوا۔ اگر یمن آدمی بھیج دیا ہے۔ تو مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا۔ اچھا اب یہ تو بتاؤ۔ کہ تمہیں تمہاری وہ مشہور زمانہ زنبیل بھی ملی ہے یا نہیں۔"

"ارے پھر وہی بے عقلی کی بات، تم زنبیل کی بات کر رہے ہو۔ خدا کی قسم! مجھے میری ساری دولت بھی مل گئی ہے۔ متاع غنیمت۔"

"متاع غنیمت؟"

"ہاں متاع غنیمت! جو کچھ فتنہ نے میرے ہاں آنے سے پہلے ہی نکلوا رکھا تھا۔ وہ بھی تو میرا ہے۔ یہ متاع نہ ہوا۔ تو کیا ہوا؟"

"خوب، تمہارے تو وارے نیارے ہو گئے۔ فتنہ کیا گئی۔ تم تو بصرہ کے

سلطان ہی بن گئے۔"

فضل کی اس بات پر عمرو خوب اترایا۔ پھر فضل نے اس سے کہا۔

"یار اس قارون کے خزانے کا کیا بنے گا۔ جیسے یہودی جلد ہی وادئ تیہ سے نکال لے جانے والے ہیں"

"کہاں لے جاؤ گے بیٹا" عمرو نے چھوٹے پن سے کہا۔

"اپنے علاقہ میں اور کہاں لے جائیں گے"

"وہ قارون کا خزانہ ہے۔ کسی بھٹیارے کا خزانہ نہیں۔ جیسے وہ آتی جلدی وادی تیہ سے نکال کر لے جائیں گے"

فضل بولا "کیوں نہ ہم دونوں یہودیوں کے خزانہ نکالنے سے پہلے ہی وادی تیہ جا پہنچیں۔

"تمہاری رال ٹپکنے لگی ہے، آ گئے نا خزانے والے موضوع پر"

"فضل نے کہا" یار عمرو، تم تو ہر بات کو مذاق میں اڑا دیتے ہو۔ ذرا سنجیدگی سے بھی کوئی بات سوچا کرو۔ اگر یہودی خزانہ لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ تو وہ مسلمانوں کے لئے عذاب بن جائیں گے"

"کوئی فکر نہ کرو فضل۔ خدا کی قسم! ہم ان کے لئے عذاب بن جائیں گے۔ انشاءاللہ ہم کل صبح سویرے ہی یہاں سے وادی تیہ کے لئے روانہ ہو جائیں گے۔ تم تیار رہنا"

"میں تو تیار ہوں بس تمہارے حکم کی دیر ہے"

"ساتھ ہی مکھن لگانا شروع کر دیا۔ اتنے مؤدب بننے کی ضرورت نہیں۔"

عمرو کے اتنا کہنے پر فضل نے قہقہہ مارا۔ اور اس کے ساتھ ہی عمرو بھی کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

ابی یاتر کے لئے عمرو کا تحفہ

رقی ابی یاتر کے سامنے صندوق دھرا تھا۔ اور وہ بڑے غور سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ تینوں یہودی جو عمرو سے ملے تھے۔ ابی یاتر کے سامنے کھڑے تھے۔ اور کن انکھیوں سے ابی یاتر کے چہرے کی جانب دیکھ رہے تھے۔ جس پر ناگواری اور تشویش کے آثار نمایاں تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد ابی یاتر نے صندوق کا قفل توڑنے کو کہا۔ جس پر ایک یہودی نے آگے بڑھ کر ایک ایسی ضرب لگائی۔ کہ قفل لٹک کر رہ گیا۔ پھر اس نے رقی کے اشارے پر صندوق کا ڈھکنا اٹھایا۔ سب سے اوپر مخمل کا کپڑا پڑا تھا۔ نہ جانے ایسی کونسی بات تھی۔ کہ یہودی اس کپڑے کو ہٹانے کی جرأت نہیں کر رہا تھا۔ ابی یاتر چلایا۔

"کپڑا اٹھا کر دیکھو۔ اس میں کیا ہے؟"

یہودی نے ایک دم کپڑا اٹھایا۔ تو لرز کر رہ گیا۔ ضلہ کی لاش صندوق میں پڑی تھی۔ فضل نے عمرو کے کہنے پر ضلہ کو قتل کیا تھا۔ اور اس کے سر بریدہ گردن اور سر پر ایسی دوائیں مل دی تھیں۔ کہ جن کی وجہ سے خون کا ایک قطرہ بھی

نہیں بہا تھا۔ اس لئے صندوق میں خون جمع نہیں تھا۔ حنظلہ کا سر تن سے جدا تھا۔

ابی یاسر کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس نے تینوں یہودیوں کی جانب خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا:

"یقیناً تم لوگوں کی جہالت اور غلطی سے حنظلہ کا قتل ہوا ہے۔ ورنہ وہ اتنی آسانی سے قتل ہونے والی نہیں تھی ——— تم لوگوں نے عظیم اسرائیل کی عظیم بیٹی کو مروا ڈالا ہے۔ میں تم لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اس پر ایک یہودی ڈرتے ڈرتے بولا۔

"ربی! ہم سے کوئی بھول اور غلطی نہیں ہوئی۔ عمرو عیار نے پہلی ملاقات میں ہی ہمیں بتا دیا تھا۔ کہ حنظلہ حج کو گئی ہوئی ہے۔ وہ یہاں نہیں ہے۔ اسے ہمارے پہنچنے سے قبل ہی جان سے مار ڈالا گیا تھا۔"

"یہ غلط ہے۔" ابی یاسر چلایا۔ "تم بکواس کرتے ہو۔ حنظلہ اتنی کچی گولیاں کھیلنے والی عورت نہیں تھی۔ کہ کوئی آسانی سے اس پر ہاتھ ڈالتا۔" پھر ابی یاسر کو اس خط کا خیال آیا۔ جو اس نے حنظلہ کو دینے کے لئے کہا تھا۔ وہ بولا: "وہ خط کہاں ہے۔ جو میں نے حنظلہ کو دینے کے لئے دیا تھا۔"

اس پر وہ یہودی جس کے پاس خط تھا کہنے لگا: "وہ راستے میں کہیں گر گیا۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تم جھوٹ بولتے ہو۔ عمرو عیار نے یقیناً وہ خط تم لوگوں سے دھوکے اور فریب سے حاصل کر لیا ہوگا۔ وہ عبرانی زبان میں تھا۔ لیکن عمرو کے لئے وہ خط پڑھوا لینا مشکل امر نہیں تھا۔ اسی خط نے عمرو پر سارے

راز فاش کر دیئے۔ اور وہ حنظلہ کو جان سے مارنے کے لئے مجبور ہو گیا۔ میں تم لوگوں کو اس لاپرواہی کی کڑی سزا دوں گا۔"

"نہیں ربی! یہ غلط ہے۔ آپ ہمیں سزا دینے والی بات نہ کریں۔ ہم نے کوئی لاپرواہی نہیں برتی ——— نہ ہی عمرو کے گھر اپنے کپڑے اتارے۔ اور نہ ہی اس نے ہمارے ساتھ سفر کیا۔ خط راستے میں کہیں گر گیا ہے۔ وہ بھی بیرہ شہر میں نہیں صحرا میں گرا ہے۔ کیونکہ سخت گرمی کی وجہ سے ہم نے دو تین مرتبہ کپڑے اتارے اور پہنے تھے۔"

"بھلا صحرا میں کوئی کپڑے اتارتا ہے۔" ربی بولا۔

"ہم نے جس نخلستان میں آرام کیا تھا۔ وہاں کپڑے اتارے تھے۔" دوسرا یہودی بولا۔

مگر ابی یاسر کا غصہ ان باتوں سے ٹھنڈا نہ ہوا۔ وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"کیا عمرو عیار تم لوگوں کے گلے ملا تھا؟"

ابی یاسر کی اس بات پر تینوں یہودیوں نے کن انکھیوں سے ایک دوسرے کی جانب تکنا شروع کر دیا۔ ان کے چہرے سے اس حقیقت کا اظہار ہو رہا تھا۔ کہ عمرو واقعی ان سے گلے ملا تھا۔

ابی یاسر نے چلا کر جب دوبارہ پوچھا۔ تو تینوں نے ڈرتے ڈرتے اثبات میں اپنا سر ہلا دیا۔ اب وہ تینوں بھی اس بات کو سمجھ چکے تھے۔ کہ خط کہیں گرا نہیں تھا۔ بلکہ عمرو نے ان سے گلے ملنے کے دوران ہی ان کی جیب سے اڑا لیا تھا۔ ورنہ اس سے قبل ان کے ذہن میں یہی تھا۔ کہ ابی یاسر کا دیا ہوا خط راستے

میں کہیں گر گیا ہے۔

اس پر ابی یاتر کا غصہ پہلے سے بھی دوچند ہو گیا۔ اس نے اسی وقت اپنے چند حواریوں کو بلایا۔ جب وہ آ گئے۔ تو تینوں یہودیوں کو گرفتار کرنے کا حکم دیتے ہوئے کہا۔

"بے وقوفو! عمرو عیار نے گلے ملنے کے دوران ہی وہ خط اڑا لیا تھا۔ اور تم لوگوں کو پتہ تک نہ چلا۔ عمرو پر اسی خط کا راز فاش ہو جانے کی وجہ سے خضہ موت کی بھینٹ چڑھ گئی۔ میں تم لوگوں کو اس کی کڑی سزا دوں گا۔ ہمیں ایسے ساتھی نہیں چاہئیں۔ جو جہالت اور لاپرواہی سے اپنے ہی جانثاروں کو مروانے کا سبب بن جائیں۔"

دوسرے دن ابی یاتر نے علی الصبح ہی تینوں یہودیوں کے سر قلم کروا دیئے۔ اس کے بعد اس نے عمی ایل کو سارے واقعات لکھ بھیجے تھے۔ ساتھ ہی اسے تاکید بھی کر دی۔ کہ خزانہ کے گرد و نواح میں یہودیوں کا پہرہ مضبوط کر دو۔ کیونکہ عمرو عیار وادی تیہ میں داخل ہونے کی ضرور کوشش کرے گا۔

آخر میں اس نے یہ بھی لکھا۔ کہ ایک دن میں جتنا بھی خزانہ نکال سکو۔ اسے فوراً میرے پاس روانہ کر دینا۔ اگر اس سلسلہ میں کنتی اور سعید کو مزاحمت کریں۔ تو دھوکے اور فریب سے ان دونوں کو مروا دینا۔

عمرو عیار کا سدباب

ابی یاتر کا پیغام جب عمی ایل کو ملا۔ تو اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ وہ مسلمانوں کو کوسنے اور گالیاں دینے لگا۔ کافی دیر تک وہ مسلمانوں کو برا بھلا کہہ کر اپنے دل کی بھڑاس نکالتا رہا۔ اب عمی ایل کنتی کے ہاں نہیں رہتا تھا۔ اور نہ ہی اُن کے گھر کھانا وغیرہ کھاتا تھا۔ وہ اب اپنے یہودی ساتھیوں کے ساتھ رہتا تھا۔ ابی یاتر کے کہنے پر بے شمار یہودی گھرانے وادی تیہ میں آ کر آباد ہو چکے تھے۔ وادی تیہ کے قرب میں جو یہودیوں کا دیہات تھا وہ بھی اپنے گھر اور زمینیں چھوڑ کر وادی تیہ میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ یہ اُن کے ربی کا حکم تھا۔ وہ کسی حال میں بھی اپنے ربی کا حکم ٹال نہیں سکتے تھے۔ اس لئے انہیں اپنے گھر زمینیں چھوڑنے کا کوئی دکھ نہیں ہوا تھا۔

جب یہ لوگ وادی تیہ میں آ کر آباد ہو گئے۔ تو انہیں کسی بات کا کوئی علم نہیں تھا۔ عمی ایل نے خود بھی کسی کو اس بات سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ کہ وہ یہاں قارون کا خزانہ نکال رہے ہیں۔ اب خزانے کے ارد گرد کئی گھرانے آباد تھے۔ دور سے نہ کسی کو گڑھا دکھائی دیتا تھا۔ اور نہ ہی گڑھا کھودنے والے دکھائی دیتے تھے۔ عمی ایل نے چند گھرانوں کو اعتماد میں لے کر زمین کھودنے کا کام تیز کر دیا تھا۔ عمی ایل، راحل اور کنتی تینوں ہی کھدائی کے کام کی نگرانی کر رہے تھے۔

جب ابی یاترا کا پیغام پہنچا۔ تو کھدائی کا کام ختم ہو چکا تھا۔ اور عمی ایل اپنے چند یہودی ساتھیوں کے ہمراہ گڑھے کے نزدیک کھڑا تھا۔ راخل بھی موجود تھا۔ جب پیغام پڑھنے کے بعد راخل نے عمی ایل کے چہرے پر غصے کے آثار دیکھے۔ تو اس نے پوچھا۔

"ربی، کیا بات ہے؟ کیا یہ کسی دشمن کا پیغام ہے؟"

"نہیں، ابی یاترنے بڑے دکھ کی بات لکھ کر روانہ کی ہے"

"وہ کیا؟" راخل کے پوچھنے پر عمی ایل نے جواب دیا۔

"اس نے لکھا ہے۔ کہ عمرو عیار نے ضلہ کو جان سے مار ڈالا ہے"

"کیا۔۔۔۔؟" راخل ہکا بکا ہو کر عمی ایل کی جانب دیکھتا رہ گیا۔

"ہاں راخل، یہ بات سچ ہے۔ عمرو نے اسرائیل کی بیٹی کو مار ڈالا ہے" اتنا کہنے کے بعد عمی ایل کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ راخل بھی بے اختیار رو پڑا۔

پھر عمی ایل نے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے راخل سے کہا۔ "راخل ہمیں صبر اور سکون سے کام لینا ہوگا۔ دشمن ہماری جانب بڑھ رہا ہے۔ اس لئے ہمیں تمام باتیں چھوڑ کر اپنے دشمن کی جانب توجہ دینی ہوگی"

راخل نے عمی ایل کی اس بات پر اپنے آنسو خشک کرتے ہوئے پوچھا۔

"دشمن؟ کس دشمن کی آپ بات کر رہے ہیں"

"عظیم تر اسرائیل کا سب سے بڑا دشمن عمرو عیار۔ اسے ہمارے اور

ہماری کارروائی کے بارے میں خبر مل چکی ہے۔ ابی یاترنے اطلاع دی ہے کہ وہ اپنی عیاریوں سمیت وادی تیہ پہنچنے کی کوشش ضرور کرے گا۔ لہذا اس کا تدارک کرنا ہوگا۔ تم اپنے تمام آدمیوں کو ہشیار کردو۔ اور خود بھی وادی تیہ کے گرد و نواح میں گھومتے رہو۔ جہاں کہیں تمہیں مشکوک آدمی دکھائی دے فوراً سمجھ جانا۔ کہ وہی عمرو عیار ہے۔ اسے کسی بات کی بھی مہلت نہ دینا۔ فوراً اس پر حملہ کر کے اسے گرفتار کر لینا"

راخل نے اپنے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"ربی، آپ فکر نہ کریں۔ میں عمرو عیار کو ختم کرنے کے بعد ہی دم لوں گا۔ میں اسے کسی قیمت پر نہیں چھوڑوں گا۔ اگر وہ ہماری حدود میں داخل ہوا۔ تو زندہ بچ کر نہیں جائے گا"

"صرف تمہارا ہی نہیں، تمہارے دوسرے بھائی بندوں کا بھی یہی ارادہ ہونا چاہئیے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ عمرو عیار کتنا چالاک اور ہشیار آدمی ہے۔ ہمیں یمن میں ناکام کرنے اور شکست دلانے والا یہی شخص ہے۔ ایسا چالاک آدمی ایک دو آدمیوں کے ہتھے چڑھنے والا نہیں۔ اس پر قابو پانے کے لئے تمہیں بہت سے ساتھیوں کو اپنے ہمراہ رکھنا ہوگا"

عمی ایل کی اس بات پر راخل نے جواب دیا۔

"آپ درست کہتے ہیں ربی۔ آپ کی بات میرے ذہن میں آگئی ہے۔ آپ فکر نہ کریں۔ میں بہت سے ساتھی اپنے ہمراہ رکھوں گا۔ تنہا نہیں ہوں گا"

"شاباش راخل، یہی میں چاہتا ہوں۔ کھدائی کافی ہو چکی ہے۔ خزانہ

ایک دو روز میں نمایاں ہونے والا ہے۔ گنتی نے بتایا ہے۔ کہ اب خزانہ زیادہ دنوں تک ہماری نظروں سے مخفی نہیں رہ سکتا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ خزانہ پانے اور چھپانے تک عمرو کو ہم سے دور رہنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ ادھر ہم خزانہ نکال رہے ہوں۔ اور دوسری طرف سے عمرو نمودار ہو کر ہمارے کئے کرائے پر پانی پھیر دے۔"

داخل نے اپنا خنجر ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ "عمرو کی کیا مجال؟ کہ ہماری حدود میں قدم بھی رکھے۔ وہ لاکھ ہشیار اور چالاک سہی۔ ہمارے حصار کو توڑ نہیں سکتا۔ اگر اس نے آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ تو ہم اس کے پاؤں کاٹ کر رکھ دیں گے۔"

عمی ایل بولا۔ "داخل زیادہ جذباتی بننے کی بجائے سنجیدگی اختیار کرو اور سنجیدگی سے عمرو کے بارے میں سوچو۔ وہ بڑا خطرناک انسان ہے، عیار ہے۔ تمہیں اُس سے مقابلہ سوچ سمجھ کر کرنا ہوگا۔"

"آپ بے فکر رہیں ربی رتی۔ میں اپنے ساتھیوں سمیت عمرو کے مقابلہ میں ضرور کامیاب ہوں گا۔"

"جاؤ۔ اپنے جیالے ساتھیوں کا انتخاب کرو۔ خداوند خدا تمہیں کامیاب کرے۔" اتنا کہنے کے بعد عمی ایل گنتی کی جانب چل پڑا۔ وہ عمرو کے بارے میں گنتی کو بھی آگاہ کرنا چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا۔ کہ گنتی جادو ٹونے میں ماہر ہے۔ اگر اُسے عمرو کے بارے میں ساری بات سمجھائی گئی۔ تو وہ عمرو کے بارے میں ضرور اپنا کوئی جادو آزمائے گی۔ اور اُسے آگے بڑھنے سے روک دے گی۔"

اتنی بات سوچنے کے بعد وہ گنتی کے ہاں پہنچا۔ اُسے عمرو کے بارے میں ساری باتوں سے آگاہ کیا۔ اُسے یہ بھی بتایا۔ کہ یمن میں انہیں شکست دینے والا یہ وہی عمرو ہے۔ جو ہماری جانب بڑھ رہا ہے۔

گنتی بڑی سنجیدگی کے ساتھ عمی ایل کی باتیں سنتی رہی۔ جب وہ اپنی بات ختم کر چکا۔ تو گنتی نے ہلکا سا قہقہہ مارتے ہوئے کہا۔

"عمی ایل، تم تو اپنے آپ کو ایک بہت ہی عظیم اور طاقتور قوم کا فرد کہتے اور سمجھتے ہو۔ مگر تم تو بالکل بودے ہی ثابت ہوئے ہو۔ صرف ایک آدمی سے خوفزدہ ہو — غور سے دیکھو اور سنو۔ ہمارے اردگرد تمہاری قوم کے کتنے ہی افراد پھیلے ہوئے ہیں۔ ان میں سے بیشتر ایسے ہیں۔ جو ہمیں نفرت بھری نظروں سے دیکھتے ہیں۔ اُن کا بس چلے۔ تو ہمیں کچا ہی چبا جائیں۔ مگر ہم کسی ایک سے بھی خوفزدہ نہیں ہیں۔ ہم ڈٹے ہوئے ہیں۔ خزانہ میں سے حصہ لینے کے لئے اتنے ہی بے چین ہیں جتنے کہ تم لوگ۔ لیکن افسوس ہے تمہاری ہمت پر۔ کہ تم محض ایک آدمی سے خوفزدہ ہو۔"

عمی ایل نے جواب میں کہا۔ "گنتی بہن، تم نے ایک بات کے بدلے میں کتنی باتیں کہہ دی ہیں۔ لیکن تمہیں اس بات کا خیال ہونا چاہیئے۔ کہ ہم اپنے وعدے پر قائم ہیں۔ اور تمہارے ساتھ وہی سلوک کریں گے۔ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ رہی بات عمرو کی۔ شاید میری باتوں سے تم اُس کے قد کاٹھ کا اندازہ نہیں لگا سکی۔ وہ بڑا مکار انسان ہے۔"

اس پر گنتی سنجیدہ ہو گئی۔ اور دیوار کی جانب منہ کرتے ہوئے بولی۔

"ممی ایل، تم کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر عمرو ادھر آ بھی گیا۔ تو میں اسے آگے بڑھنے سے روک دوں گی۔ اس کے وجود پر ایسی نحوست ڈالوں گی۔ کہ وہ جہاں کہیں کھڑا ہو گا، وہیں کھڑا رہ جائے گا۔ اگر چل رہا ہو گا۔ تو بے جان لاش کی مانند گر پڑے گا۔"

"بس بس، گنتی بہن۔ خداوند خدا تمہیں خوش رکھے۔ میں صرف اتنی ہی بات چاہتا تھا۔ مجھے یقین ہے۔ کہ تم نے جو کچھ کہا ہے۔ اس پر عمل بھی کرو گی — اب میں اطمینان سے اپنے گھر جا کر سکون سے آرام کر سکوں گا۔"

"کیا آج کھدائی نہیں ہو گی۔"

"کھدائی کا کام شروع ہونے والا ہے۔"

"بس تو پھر تمہیں گھر جانے کی ضرورت نہیں۔ گڑھے پر پہنچو۔ مجھے امید ہے آج یا کل میں خزانہ نمایاں ہونے والا ہے۔"

"اگر یہ بات ہے۔ تو پھر مجھے گھر جا کر آرام کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ تمہارے ساتھ ہی گڑھے پر چلتا ہوں۔"

گنتی نے اثبات میں سر ہلایا — اس کے بعد گنتی سمھد لیو اور ممی ایل گڑھے کی جانب چل دیئے۔

خازم سے ملاقات

عمرو عیار اور فضل برق رفتار گھوڑوں پر سوار وادی تیہ کی جانب بڑھ رہے تھے۔ عمرو عیار کو اس سے قبل وادی تیہ جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اور نہ ہی وہ اس راستے سے آگاہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس نے متعدد روایات اس وادی کے بارے میں سن رکھی تھیں۔ مگر ان روایات میں یہ بات نہیں تھی۔ کہ قارون کا خزانہ اسی وادی میں غرق ہوا تھا۔ یہ وادی مصر اور بیت المقدس کے درمیان واقع ہے۔ بنی اسرائیل چالیس سال تک اسی وادی میں سرگرداں رہے۔ جو لوگ سرگرداں رہے۔ ان کی تعداد چھ لاکھ تھی۔ لیکن عمرو سے بڑھ کر روایات کا علم فضل کو تھا۔ وہ اس وادی کے راستہ کو بھی جانتا تھا۔ اور اسے اس کا علم تھا۔ کہ بنی اسرائیل پر من و سلویٰ اسی وادی میں نازل ہوا تھا۔ چونکہ قارون بھی اسی وادی میں ہوا تھا۔ اس لئے اسے شبہ تھا۔ کہ اس کا خزانہ اور وہ خود بھی اسی وادی میں غرق ہوا تھا۔ مگر بعض دوسری اہم روایات کی وجہ سے فضل کو اس بات پر یقین نہیں تھا۔ مگر اب جو اس وادی کے حالات عمرو کی بدولت اس کے سامنے آئے۔ تو اسے یقین کرنا پڑا۔ کہ واقعی قارون اور اس کا خزانہ اسی وادی میں غرق ہوا تھا۔

دونوں دوست اپنے اپنے خیالوں میں گم گھوڑے اڑاتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ صحرا کی خشر سامانیاں ان کے سامنے تھیں۔ سورج نصف النہار پر خراماں خراماں آگ برسا رہا تھا۔ گھوڑوں کے لئے قدم جما کر چلنا محال ہو

رہا تھا۔ صبح سے وہ ایک ہی رفتار سے چلتے جا رہے تھے۔ ابھی تک انہوں نے کسی نخلستان یا پڑاؤ پر آرام نہیں کیا تھا۔ مگر گھوڑوں کی تھکن کے مدِ نظر دونوں چاہتے تھے۔ کہ کچھ دیر کے لئے کہیں رک جائیں تو اچھا ہے۔

چلتے چلتے معاً عمرو کی نظر آسمان پر پھیلی اور غوطہ لگاتی ہوئی گدھوں پر جا پڑی۔ عمرو نے پوری قوت سے گھوڑا روکا۔ تو فضل کو بھی گھوڑا روکنا پڑا۔ حالانکہ وہ کافی دور نکل چکا تھا۔ مگر اس کی نظر گدھوں کے غول پر نہیں پڑی تھی۔ جب فضل عمرو کے نزدیک آ کر رکا۔ تو عمرو نے اس کی توجہ گدھوں کی جانب دلاتے ہوئے کہا۔

"میرے خیال میں وہاں کوئی قافلہ ٹھہرا ہوا ہے۔ اگر کوئی قافلہ نہیں تو یقیناً کوئی زخمی یا مردہ ہے۔"

"لیکن ہمیں کسی زخمی یا مردہ سے کیا کام؟ تم تو خواہ مخواہ منزل سے دور رہنے والی بات کر رہے ہو۔ جانتے بھی ہو ابھی وادی تیہ کتنی دور ہے؟"

فضل کی اس بات پر عمرو نے کہا۔

"کچھ بھی سہی۔ ہمیں سب سے پہلے اس جگہ چلنا ہو گا۔ جہاں گدھ منڈلا رہے ہیں۔ اگر وہاں کوئی قافلہ ہوا تو ہم بھی تھوڑی دیر کے آرام کر لیں گے۔ اگر قافلہ نہ ہوا۔ کوئی مردہ وغیرہ ہوا تو آگے بڑھ چلیں گے۔"

"تم تو خواہ مخواہ سیدھے راستے کو چھوڑ کر الٹے راستے پر ہو رہے ہو۔ بھلا اس شہر کی گرمی اور چیت صحرا پر بھی کوئی قافلہ رک سکتا ہے۔ یہاں تو کوئی پانی کا تصور تک نہیں کر سکتا۔ عمرو یقین جانو، وہاں کوئی مردار ہے۔ جسے گدھ نوچ

رہے ہیں۔"

عمرو نے فضل کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ "یار برا کیوں مناتے ہو۔ میری خاطر ادھر چلے چلو۔ ذرا میرے دل کو تسلی ہو جائے گی۔ شاید کوئی بے زبان زخمی پڑا ہو اور گدھ اسے اذیت پہنچا رہے ہوں۔ اگر ہم کسی زخمی کی مدد کریں گے۔ تو خدا ہمیں اس کا اجر دے گا۔"

"پہلے تم نے میری کونسی بات مانی ہے۔ جو اب مانو گے۔"

اتنا کہہ کر فضل نے اپنا گھوڑا اس سمت موڑ لیا۔ جہاں گدھ منڈلا رہے تھے۔ عمرو عیار نے بھی اپنا گھوڑا اس کے پیچھے لگا دیا۔

کچھ ہی دیر میں وہ دونوں اس جگہ جا پہنچے۔ جہاں گدھ تھے۔ اب عمرو عیار آگے تھا۔ اس نے پہلی ہی نظر میں دیکھ لیا۔ کہ کوئی انسان نیم مردہ حالت میں ریت پر پڑا ہے۔ اور گدھ اس کے آس پاس بیٹھے ہیں۔ جب کوئی گدھ اسے ٹھونگا مار کر گوشت نوچنے کی خاطر آگے بڑھتا ہے۔ تو وہ انسان بڑی مشکل سے ہاتھ ہلا کر اسے اپنے سے دور کر دیتا ہے۔ اس میں جان تو ضرور تھی۔ مگر ہمت نہیں تھی۔ اس کی آنکھیں کھلی تھیں۔ اور وہ بڑی حسرت سے اپنے ارد گرد دیکھ رہا تھا۔

عمرو عیار نے یہ حال دیکھا۔ تو فوراً اپنے گھوڑے سے نیچے اترا۔ اور اس نیم مردہ جان کی جانب بڑھا۔ گدھ عمرو کو آتا دیکھ کر فوراً اڑ گئے۔

فضل بھی عمرو کی پیروی میں چل پڑا تھا۔ عمرو نے نزدیک پہنچ کر اس آدمی کو غور سے دیکھا۔ تو وہ حیران رہ گیا۔ وہ ایک یہودی تھا۔ اس کی قمیض پر

یہودیوں کا نشان چھ کونہ ستارہ نمایاں تھا۔

عمرو عیار فضل کے نزدیک ہو کر بولا "یہ تو کم بخت یہودی ہے۔"

"پھر اس کی مدد کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آؤ چلیں۔ اسے گدھوں کے رحم و کرم پر رہنے دو۔"

"ٹھیک کہتے ہو" اتنا کہنے کے بعد جب عمرو فضل کے ہمراہ اپنے گھوڑے کی جانب بڑھا۔ تو چلتے چلتے ایک دم رک گیا۔ اس کی طبیعت پر رحم غالب آگیا تھا۔ ہمدردی کے جذبات نے اسے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ فضل نے اسے رکتے ہوئے دیکھا۔ تو بولا۔

"اب کیا ہوا۔ رک کیوں گئے؟"

"بھائی فضل، میرا دل نہیں چاہتا۔ کہ یوں کسی انسان کو بے بسی کی حالت میں چھوڑ دیا جائے۔ اگر یہ یہودی ہے۔ تو کیا ہوا، انسان تو ہے۔ اسی خدا کی مخلوق ہے۔ جس کی ہم ہیں۔ ہمیں رحم اور ہمدردی سے کام لینا ہوگا۔ کیونکہ ہمارا مذہب شقاوت قلبی سے کام لینا نہیں سکھاتا۔"

فضل کے دل کو بھی عمرو کی بات بھلی معلوم ہوئی۔ اس نے عمرو کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا "تم نے یہ بات کر کے اپنے آپ کو اور مجھے ایک بہت بڑے گناہ سے بچا لیا ہے۔ یہ اگر ہمارے دشمنوں میں سے ہے تو کیا ہوا؟ ہمیں اس حال میں اس کی امداد ضرور کرنی چاہیئے۔ تم اسے چل کر سنبھالا دو۔ میں پانی اور شہد لے کر آتا ہوں۔"

اس پر عمرو اس نیم مردہ انسان کی جانب بڑھا۔ زمین پر بیٹھ کر اس کا سر

اپنی گود میں لے لیا۔ اپنی قبا کے دامن سے اس کا منہ صاف کیا۔ اتنے میں فضل پانی اور شہد لے کر آگیا۔ عمرو نے پہلے اسے تھوڑا سا شہد چٹایا۔ اس کے بعد اس کے حلق میں چند قطرے پانی ٹپکایا۔ اس سے اس کی نیم وا آنکھیں پوری طرح سے کھل گئیں۔ اس نے اپنے محسن کی جانب دیکھا۔ ابھی وہ بات کرنے کے قابل نہیں ہوا تھا۔ لیکن اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں عمرو کے احسان کو قبول کرتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا۔

کچھ دیر کے بعد عمرو نے پھر وہی عمل دہرایا۔ اس نے شہد دینے کے بعد پانی پلایا۔ اب کی بار اس شخص نے پہلے سے زیادہ پانی پیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اٹھنے کی کوشش کی۔ مگر عمرو نے اسے اٹھنے نہ دیا۔ بلکہ آرام سے لیٹے رہنے کا اشارہ کیا۔ اب اس شخص کے ہونٹ حرکت کر رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ کچھ کہنے کے لئے بے چین ہے۔ فضل بھی اس کے پاس بیٹھا تھا۔ اس نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"آپ کوئی فکر نہ کریں۔ خدا نے چاہا۔ تو آپ جلد اچھے ہو جائیں گے۔"

فضل کے ان ہمدردانہ الفاظ سے اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ پھر وہ بڑی مشکل سے بولا۔

"میں کس منہ سے آپ کا۔۔۔۔ شکریہ۔۔۔ ادا کروں۔ آپ نے۔۔۔ مجھے بے کسی کی موت مرنے سے بچا لیا۔۔۔۔"

"آپ یہودیوں کے کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں؟" فضل رہ نہ سکا۔ تو اس نے یہ بات پوچھ ہی لی۔

فضل کی اس بات پر وہ شخص ایک دم بھڑک اٹھا۔ اس کے مُردہ جسم میں ایک دم طاقت آگئی تھی۔ اس نے فضل کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں یہودی نہیں ہوں"۔ خدا کے فضل سے مسلمان ہوں۔ خازم میرا نام ہے۔ میں ایک یہودی کو قتل کر کے بھاگا ہوں، بھاگنے سے قبل میں نے اپنے کپڑے اس سے محض اس لئے تبدیل کر لئے تھے۔ کہ میرے کپڑے بہت بوسیدہ تھے۔ اور سفر لمبا تھا۔

عمرو خازم کی اس بات پر بہت خوش ہوا۔ اس نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا۔

"اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ شیطان نے ہم پر غلبہ نہیں پایا۔ اگر شیطان ہم پر غلبہ پالیتا۔ تو ہم اپنے ایک بھائی کی مدد کرنے کی بجائے یہاں سے چلے جاتے۔ اور یہ گناہِ عظیم ہمارے سر ہوتا۔"

کچھ دیر بعد خازم پوری طرح ہوش میں آگیا۔ فضل نے اُسے روٹی کھلائی۔ اس کے بعد اُس نے پیٹ بھر کر پانی پیا۔ اب وہ پوری طرح سے اپنے ہوش و حواس میں تھا۔ عمرو اور فضل کے پوچھنے پر خازم نے وادیٔ تیہ کی پوری بات سناتے ہوئے کہا۔

"میں فرار ہو کر اپنے قبیلہ میں جانا چاہتا تھا مگر راستہ بھول جانے کی وجہ سے اسی صحرا میں بھٹک کر رہ گیا۔ میں عمی ایل اور گنتی کی ساری باتوں سے اپنے بزرگ ربیع کو آگاہ کرنا چاہتا تھا۔ مگر افسوس میں ان تک پہنچ نہ سکا۔ لیکن اللہ کا شکر ہے۔ کہ اس نے مجھے آپ جیسے نیک لوگ ملوا دیئے۔

اور میری جان بچ گئی۔"

خازم کے منہ سے ساری بات سننے کے بعد فضل اور عمرو عیار نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر عمرو نے خازم سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"ہم اللہ کا شکر اس بات پر بھی کرتے ہیں۔ کہ اس نے تمہارے ذریعے ہماری بہت بڑی مشکل کو آسان کر دیا۔ شاید تمہیں ہمارے بارے میں کوئی علم نہیں۔ کہ ہم کون ہیں؟ اور کہاں سے آئے ہیں؟ اور نہ ہی تم نے ہم سے کچھ پوچھا ہے۔"

اتنا کہنے کے بعد عمرو نے خازم کو اپنے اور فضل کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے کہا۔

"سچ پوچھو، تو ہم وادیٔ تیہ میں یہودیوں کی سازش کو ناکام بنانے ہی جا رہے ہیں۔"

خازم بولا۔ "خدا کے لئے آپ وہاں تنہا جائیں۔ بلکہ میرے قبیلہ میں چل کر دوسرے مسلمانوں کو ہمراہ لے کر جائیں۔ گنتی عورت ہی نہیں جادوگرنی بھی ہے۔ اسی کی بدولت یہودیوں کو خزانے کا علم ہوا ہے۔"

"تم کوئی فکر نہ کرو خازم۔ ہم بزدل اور نکمے نہیں ہیں۔ ہم دو ہی یہودیوں کے لئے کافی ہیں۔ البتہ اب تمہیں بھی اپنے ساتھ لے کر چلیں گے۔ وہاں پہنچنے کے بعد تم میرے ہتھکنڈے دیکھنا۔ میں ان یہودیوں کو چھٹی کا دودھ یاد نہ دلا دوں۔ تو عمرو عیار نہ کہنا۔ اور اس گنتی سے بھی نپٹ لوں گا۔ جو جادوگرنی بنی پھرتی ہے۔"

خازم نے کہا۔ "یہ تو تم ٹھیک کہتے ہو عمرو۔ مگر ہنود اور یہود کا اتحاد خطرناک ہوتا ہے۔"

"کوئی بات نہیں،" عمرو عیار نے جواب دیا۔ "دشمن اپنے کسی اتحاد کی بدولت کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو جائے مسلمانوں کو شکست نہیں دے سکتا۔ ہم اللہ کے سپاہی ہیں۔ اور دینِ اسلام کے پیروکار۔ ہمارا دین کامل اور سب سے افضل ہے۔ اس دین کے پیروکار سوائے خدا کے کسی سے خوفزدہ نہیں ہوتے۔ آج اگر ہنود اور یہود نے اتحاد کر لیا ہے۔ تو کیا ہوا۔ ہم بھی اپنے اللہ سے اتحاد کر لیں گے۔ اور اس کے دین کی خاطر سر دھڑ کی بازی لگا دیں گے۔"

فضل اور خازم عمرو کی ان باتوں سے بے حد خوش ہوئے۔ انہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ اس کے بعد تینوں اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ فضل نے خازم کو اپنے ساتھ گھوڑے پر بٹھا لیا تھا۔

قارون کا خزانہ

وادیٔ تیہ کے یہودی خوشی کے مارے پاگل ہوئے جاتے تھے۔ ہر فرد خوش تھا۔ اور عمی ایل کے روکنے کے باوجود ہر کوئی قارون کا خزانہ دیکھنے کا خواہش مند تھا۔ عمی ایل نہیں چاہتا تھا۔ کہ بستی کے ہر چھوٹے بڑے کو قارون کا خزانہ مل جانے کی خبر ہو۔ مگر وہ خود ہی اس بات کو چھپا نہ سکا۔ جب خزانہ کا

ایک حصہ دکھائی دیا۔ تو اس نے زور سے نعرہ مارا۔ اور اس کے ساتھ ہی نرسنگھا بجا کر بستی کے ہر چھوٹے بڑے کو آگاہ کر دیا۔ کہ خزانہ مل گیا ہے۔

ابھی خزانہ کا کچھ حصہ ہی دکھائی دیا تھا۔ لوگ ابھی کھدائی میں مصروف تھے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ خزانہ نمایاں ہو۔ اور اس کے نکالنے میں وقت بھی نہ ہو۔ کھدائی کے دوران معاً ایک یہودی کی کدال کسی ایسی شے پر پڑی۔ کہ کدال اچھل کر اس کے ماتھے پر ایسی لگی۔ کہ اس کا سر پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ عمی ایل نے چلا کر اسی وقت کھدائی روک دی۔ جتنے یہودی گڑھے میں تھے۔ وہ کسی انجانے خوف کو اپنے اپنے دل میں لئے گڑھے سے باہر نکل آئے۔ کنتی اور سہدیو بھی گڑھے کے اوپر کھڑے سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ عمی ایل نے کنتی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"کیا ہمیں اپنے ہاتھ روکنے ہوں گے؟"

کنتی جو بڑے غور سے گڑھے کی اس جگہ کو دیکھ رہی تھی۔ جہاں کدال نے اپنا کام نہیں دکھایا تھا۔ عمی ایل نے جب اس سے بات کی۔ تو وہ چونک پڑی۔ اور عمی ایل کی بات سنی ان سنی کرتے ہوئے بولی۔

"دیوتا اپنی قربانی لئے بغیر کسی کو اپنا خفیہ خزانہ یا رازنہیں دیا کرتے۔"

"میں تمہاری بات نہیں سمجھا۔" عمی ایل نے حیرت سے کنتی کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"وہ دیکھو عمی ایل وہ دیکھو—!" کنتی نے خوفزدہ ہوتے ہوئے عمی ایل کی توجہ گڑھے کی جانب دلاتے ہوئے کہا۔

عمی ایل نے جو گڑھے کی جانب دیکھا۔ تو سر سے پاؤں تک کانپ گیا۔ ایک سیاہ ناگ خزانے پر سے ہوتا ہوا باہر آیا۔ اور اس یہودی کے جسم میں اپنے زہریلے دانت پیوست کر دیئے۔ جو کدال کے لگ جانے سے مر گیا تھا۔ اور ابھی اس کی لاش گڑھے سے باہر نہیں نکالی گئی تھی۔ پھر سب کے دیکھتے ہی دیکھتے ناگ نے مردہ یہودی کے جسم کا سارا خون نچوڑ لیا۔ اور جب اس نے یہودی کے جسم سے اپنے دانت نکالے۔ تو یہودی کا سارا جسم ہڈیوں کے پنجر میں تبدیل ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کے بعد وہ ناگ جہاں سے آیا تھا۔ اسی جانب چل کر نظروں سے غائب ہو گیا۔

یہ منظر ایسا خوفناک اور بڑراؤنا تھا۔ کہ ہر کوئی جہاں کھڑا اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔ اپنے آپ میں کانپ کر رہ گیا۔ کئی تو خوف کے مارے بے ہوش ہوتے ہوئے بچے۔ کئی ایک اس منظر کی تاب نہ لاتے ہوئے بھاگ گئے۔

عمی ایل کا بُرا حال تھا۔ پھر بھی اس نے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے گنتی سے کہا۔

"کیا یہ خزانہ ہمیں نہیں مل سکے گا؟"

"دیوتا کو تازہ خون کی قربانی دینا ہو گی" گنتی نے عمی ایل کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

عمی ایل نے کہا "میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا گنتی بہن"

گنتی نے اپنے قدم گڑھے پر سے ہٹاتے ہوئے کہا "عمی ایل، مجھے اپنے دیوتا کے روبرو حاضر ہو کر اس خزانہ کی حقیقت سے آگاہ ہونا پڑے گا۔"

عمی ایل بولا "پرانے گڑھوں اور مکانوں میں سے سانپ نکل ہی آیا کرتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ بھی عام سانپوں میں سے ایک سانپ ہے۔ کیا ہم اسے مار کر خزانہ نہیں پا سکتے"

گنتی نے عمی ایل کی اس بات کا بُرا مناتے ہوئے کہا "ناگ دیوتا پر ہاتھ اٹھانا کوئی معمولی بات نہیں عمی ایل۔ تم جس سانپ کو معمولی سانپ سمجھ رہے ہو۔ وہ معمولی نہیں ہے۔ وہ اس دیوتا کی جانب سے خزانے کا نگران ہے، جس کا یہ خزانہ ہے"

"مگر یہ کسی دیوتا کا خزانہ نہیں ہے۔ ایک ایسے گنہگار کا خزانہ ہے جس نے خداوند خدا کی شریعت کا مذاق اڑایا تھا"

گنتی بولی "جب روحیں اس دنیا سے روانہ ہو جاتی ہیں۔ تو وہ اپنے اعمال کے بدلے میں اچھے بُرے جسموں میں واپس لوٹ آتی ہیں۔ قارون دیوتا نہیں تھا۔ مگر جب اس کی روح یہاں سے روانہ ہوئی۔ تو وہ ایک بُرے قالب میں داخل ہو کر راکشش کا روپ اختیار کر چکی ہے۔ اب وہ اپنے تمام بُرے اعمال کے ساتھ زندہ ہے۔ اور وہی اس خزانہ کا مالک ہے۔ اور اسی نے ناگ کو خزانہ کا نگران مقرر کیا ہوا ہے"

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ — قارون پر خدا کا عذاب نازل ہوا تھا۔ وہ زندہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کیسے دوسرے قالب میں آسکتا ہے؟"

عمی ایل کی اس بات پر پہلے تو گنتی خاموش رہی۔ پھر اس نے عمی ایل کو سمجھاتے ہوتے کہا۔

"دیوتاؤں کے بعض فیصلے ایسے ہوتے ہیں۔ کہ جن تک ہماری رسائی نہیں ہو سکتی۔ تم آج کے دن اور آج کی رات خاموش رہو۔ گڑھے پر پہرہ دار مقرر کر دو۔ میں آج رات تپسیا (عبادت) کر کے پتہ چلا لوں گی۔ کہ اس خزانہ کو ہم کیوں کر اور کیسے حاصل کر سکتے ہیں۔"

کنتی کی اس بات پر عمی ایل چپ ہو گیا۔ اس نے مزید اس سے کوئی بات نہ کی۔ بلکہ اس کی ہدایت کے مطابق چند یہودیوں کو گڑھے کے چاروں طرف پہرے پر مقرر کر دیا۔ اس کے بعد کنتی اور سمہدلیو اپنے مکان پر چلے گئے۔ اور عمی ایل بھی اپنے ذہن اور دل پر ایک بوجھ لئے اپنے مکان میں چلا آیا۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد اس نے فوراً ایک یہودی کو تمام واقعات سمجھاتے ہوئے ابی یاتر کی جانب روانہ کر دیا۔ اس کے بعد وہ لاخل سے ملنے صحرا کی سرحد کی جانب چل پڑا۔ وہ لاخل کو بھی گڑھے میں ہونے والے واقعات سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔

کنتی کا سحر

لاخل عمرو عیار کو وادیٔ تیہ میں داخل ہونے سے روکنے کی خاطر سرحدی علاقہ پر اپنے ساتھیوں سمیت رہ رہا تھا۔ وہ دن رات عمرو کی آمد کا منتظر تھا۔ کہ وہ کہیں سے نمودار ہو اور اس کی زندگی کا خاتمہ کر کے عمی ایل کو اس سے آگاہ کیا جائے۔ لیکن جب عمی ایل نے اس کے نزدیک پہنچ کر اسے گڑھے والے

واقعہ سے آگاہ کیا۔ تو لاخل بڑا حیران ہوا۔ دونوں کے درمیان کافی دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ اس کے بعد جب عمی ایل اسے تسلی دے کر واپس ہوا — اور ابھی وہ اپنے گھر بھی نہیں پہنچا تھا۔ کہ اس نے ایک یہودی کو اپنی جانب آتے ہوئے دیکھا۔ وہ سخت بدحواس اور خوفزدہ تھا۔ وہ عمی ایل کے نزدیک پہنچ کر بولا۔

"گڑھے میں کوئی موجود ہے۔ کوئی بلا ہے۔ . . . وہاں . . . ."

"گھبراؤ نہیں۔ اطمینان اور سکون سے بات کرو۔ گڑھے میں تم نے کیا دیکھا ہے؟ آرام سے بتاؤ . . . . ؟"

"جی . . . . وہاں کوئی ہے۔ وہ خزانہ ہضم کر رہا ہے۔ وہ خزانہ ایسے کھا رہا ہے۔ جیسے ہم لوگ روٹی کھاتے ہیں۔"

عمی ایل نے جب یہ سنا۔ تو سناٹے میں آگیا۔ اس نے یہودی کو تو کوئی جواب نہ دیا۔ البتہ خود لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا۔ گڑھے کے کنارے جا پہنچا۔ گڑھے کے چاروں طرف دو یا تین یہودی کھڑے تھے۔ باقی خوف سے بھاگ گئے تھے۔

عمی ایل نے جو گڑھے میں جھانک کر دیکھا۔ تو ٹھٹھکا کر رہ گیا۔ وہاں کسی کا قد آور سونے کا بت پڑا تھا۔ اور اردگرد کا خزانہ خود بخود اٹھ کر اس کے منہ تک جا رہا تھا۔ اور وہ اس خزانے کو اپنے حلق سے نیچے اتار رہا تھا۔ عمی ایل کے دیکھتے ہی دیکھتے بے شمار خزانہ از قسم زیورات اشرفیاں وغیرہ اس کے منہ کے ذریعے پیٹ میں جا چکا تھا۔ اس پر بھی نہ تو خزانے میں کوئی فرق پڑا تھا۔ اور نہ ہی اس بت کا پیٹ بھرا تھا۔

ایک یہودی نے ڈرتے ڈرتے عمی ایل سے پوچھا۔

"یہ کون ہے ربی؟۔ کون ہے یہ۔۔۔؟"

"چپ رہو۔ انسان اپنے اعمال کے گھیرے میں رہتا ہے۔ اسی بات کی سزا پاتا ہے۔ جس بات کی وہ خواہش کرے ۔۔۔ یہ قارون ہے۔ خداوند کا معتوب بندہ ۔۔۔ اس نے دولت کا لالچ کیا تھا۔ اور دولت ہی اس کی خوراک بن کر رہ گئی ہے۔ ہم قارون کی اس روح کو ختم کئے بغیر خزانہ حاصل نہیں کر سکتے۔"

جونہی عمی ایل نے اپنی زبان سے یہ فقرہ نکالا۔ اور اُسے آسمان پر کسی کی چیخ سنائی دی۔ وہ چیخ ایسی خوفناک تھی۔ کہ تمام یہودی عمی سمیت کانپ کر رہ گئے۔ عمی ایل کو اسی وقت گنتی کا خیال آیا۔ وہ بے تحاشا اُس کے گھر کی جانب بھاگا۔ جب اس نے دروازے میں قدم رکھا۔ تو گنتی آگ کا الاؤ دہکائے بیٹھی تھی۔ وہ کسی زبان میں پڑھتی جاتی تھی۔ اور آگ بڑھتی چھڑکتی جاتی تھی۔ سمہدیو اس کے دائیں ہاتھ چپ چاپ بیٹھا تھا۔ جب اس نے عمی ایل کو کھڑے دیکھا۔ تو وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور اُسے دروازے سے باہر لے جا کر بولا۔

"آج سے ہزاروں سال پہلے راجہ جنمجے نے سرپ یگیہ رچایا تھا۔ سانپوں کا قلع قمع کی خاطر۔ گنتی نے بھی وہی سرپ یگیہ رچایا ہے۔ محض اس لئے کہ خزانے میں جتنے بھی سانپ ہوں۔ وہ یہاں آ کر آگ میں جل کر راکھ ہو جائیں۔ جب خزانے کے تمام سانپ جل جائیں گے۔ تو پھر خزانہ نکالنے میں ہمیں کوئی دقت نہ ہو گی۔"

سمہدیو کی اس بات پر عمی ایل نے اس سے کہا "مگر خزانے میں سانپوں کے علاوہ کوئی اور بھی ہے۔"

"تم گھبراؤ نہیں عمی ایل۔ گنتی بڑی مہا پُرش اور مہا مان ہے۔ خزانے میں جو کوئی بھی ہو گا۔ اسے یہ تباہ کر دے گی۔ تم خاموشی سے اندر آ کر گنتی کی عبادت دیکھو۔ لیکن منہ سے کوئی بات نہ نکالنا۔ اگر تم نے مُنہ سے کچھ کہا۔ تو سانپوں کی طرح خود بھی جل کر راکھ ہو جاؤ گے۔"

سمہدیو کی اس بات پر عمی ایل اور بھی خوفزدہ ہو گیا۔ وہ چپ چاپ اس کے ساتھ مکان میں داخل ہوا۔ اور سمہدیو نے جہاں اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ آرام سے بیٹھ گیا۔

گنتی کا عمل جاری تھا۔ کچھ کے بعد ایسا ہوا۔ کہ کوئی بھاری بھر کم قدموں کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا ہے۔ پھر یکا یک قدموں کی آواز رک گئی۔ کسی نے گنتی کو پکارتے ہوئے کہا۔

"اے گنتی! تو دیوتاؤں کے علم سے آگاہ ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تو زمین پر ہر ایک مخلوق کو ختم کرنے کے لئے یگیہ رچائے۔ میں شیش ناگ ہوں۔ اور برہما جی نے مجھے یہ شکتی دے رکھی ہے۔ جس سے میں نے زمین کو اپنے پھن پر ٹھہرا رکھا ہے۔ اس زمین کی حرکت کو میں نے ہی بند کر رکھا ہے۔ میری تپسیا اور عبادت کا صلہ برہما جی نے بہت اچھا دیا تھا۔ لیکن تو جو کچھ کر رہی ہے۔ اپنے زمین پر بسنے والے باسیوں کے لئے بُرا کر رہی ہے۔"

اس پر گنتی نے کچھ پڑھ کر گھی کا ایک چمچہ آگ میں ڈالا۔ تو آگ اس بُری طرح سے بھڑکی۔ کہ پورا کمرہ اس کی لپیٹ میں آ کر رہ گیا۔ پھر ایک شعلہ زمین پر گرا۔ تو اس میں سے شیش ناگ جی کو اُبھرتے ہوئے پایا۔

عمی ایل اور سہدیو نے دیکھا۔ کہ ایک بہت بڑا شیش ناگ جس کا پھن چھت کے ساتھ لگ رہا ہے۔ آگ کے الاؤ کے قریب کھڑا ہے۔

شیش ناگ نے کہا۔ "آخر تو رہ نہ سکی۔ مجھے ظاہر کر کے رہی۔"

"یہ داسی آپ کے درشن کی پیاسی تھی۔ آپ نے مجھ پر بڑی کرپا کی۔ جو مجھے اپنے درشن دیئے۔"

"گنتی سنبھل جا۔ اب بھی وقت ہے۔" شیش ناگ نے گنتی کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

گنتی بولی "اے مہادیوا میں تیری داکھ ہوں۔ یہ داسی صرف اتنا چاہتی ہے۔ کہ خزانے کا ہر موذی جانور مر جائے۔ اس یگیہ کی نذر ہو جائے۔"

شیش ناگ جی بولے "ٹھیک ہے۔ اگر اتنی ہی خواہش ہے۔ تو دیکھو" شیش ناگ کی اتنی بات پر گنتی نے دیکھا۔ کہ وہی سیاہ ناگ جو انہیں خزانے کے اوپر دکھائی دیا تھا۔ لہراتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ اور شیش ناگ کے پھن کے نیچے پھن پھیلا کر کھڑا ہو گیا۔

شیش ناگ جی نے اُسے حکم دیا۔ کہ وہ آگ میں کود جائے۔ اس پر وہ ناگ اپنی جگہ سے اُڑا۔ اور آگ میں گر کر راکھ ہو گیا۔

شیش ناگ جی بولے "گنتی تیری اچھیا (خواہش) پوری ہو گئی۔ اب اس

آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرنا۔"

اتنا کہنے کے بعد شیش ناگ اسی وقت نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ گنتی نے بھی اپنے سرپ یگیہ کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد اس نے عمی ایل سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"عمی ایل، اب خزانے میں کوئی سانپ نہیں۔ ہمیں فوراً خزانہ نکالنے کا کام شروع کر دینا چاہیئے۔"

اس پر عمی ایل نے گنتی کو خزانہ کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا۔

"وہاں ایک اور بھی روح ہے۔ جو خزانہ کھا رہی ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو۔" گنتی حیران ہوتے ہوئے بولی۔ "وہ کونسی ایسی روح ہے۔ جو خزانہ کھا رہی ہے۔ چلو میرے ساتھ۔ میں ابھی اس روح کو دیکھتی ہوں۔"

اس پر عمی ایل گنتی کو لے کر خزانہ کی جانب چل پڑا۔

خزانے کی روح

جب دونوں گڑھے پر پہنچے۔ تو گنتی نے خزانے میں جھانک کر وہی کچھ دیکھا۔ جو اس سے قبل عمی ایل اور دوسرے یہودی دیکھ چکے تھے۔ گنتی ایکدم پیچھے ہٹتے ہوئے بولی۔

"یہ تو کوئی راکھشس ہے . . . مجھے اس کے لئے بہت بڑا گیہ رچانا ہوگا"۔ راجہ اندر دیو کو بلوانا پڑے گا"۔

عمی ایل کی سمجھ میں کنتی کی پوری بات نہ آئی۔ اس کے پوچھنے پر کنتی نے جواب دیا۔

"عمی ایل، یہ خزانہ بہت بھاری ہے۔ اسے آسانی سے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ . . ."

"پھر اس کے لئے کیا کرنا ہوگا . . . کیا کرنا ہوگا کنتی بہن، جلد اس کا کوئی حل بتاؤ۔ میرا دل بیٹھا جارہا ہے۔"

کنتی نے جواب دینے سے پہلے ایک بار پھر عمی ایل اور دوسرے یہودیوں کے ساتھ گڑھے میں جھانکا۔ ابھی وہ بت کو خزانہ کھاتے ہوئے دیکھ رہے تھے کہ معاً بت کی گردن اوپر اٹھی۔ اس کے چہرے پر آنکھوں کی بجائے فیروزے لگے ہوئے تھے۔ ہونٹ بھی عقیق کے بنے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ فیروزے کی آنکھوں میں سے سرخ رنگ کی ایک لکیر نکلی۔ جو ایک یہودی کے جسم سے جا ٹکرائی۔ یہودی چیخ مار کر زمین پر گر پڑا۔ کنتی عمی ایل اور دوسرے یہودی ایکدم گڑھے سے پیچھے ہٹ گئے۔ بت نے دوبارہ اپنی گردن جھکا لی۔ اور خزانہ چبانا شروع کر دیا۔

عمی ایل نے آگے بڑھ کر زخمی یہودی کو زمین پر سے اٹھانا چاہا۔ جونہی اس نے ہاتھ آگے بڑھایا۔ یہودی جو اوندھے منہ پڑا تھا۔ پلٹ پڑا۔ عمی ایل ڈر کر پیچھے ہٹ گیا۔ یہودی کا چہرہ اتنا گھناؤنا اور خوفناک ہو چکا تھا کہ ہر

کوئی اسے دیکھ کر ڈر گیا۔ کنتی بھی اسے دیکھ کر خوفزدہ ہو گئی۔ سہدیو تو اسے دیکھتے ہی اپنے مکان کی جانب دوڑ گیا۔ بدہیئت یہودی اپنی جگہ سے اٹھا۔ وہ کسی درندے کی طرح غرا رہا تھا۔ ہر کوئی ڈر کے مارے پیچھے ہٹ رہا تھا

اس یہودی نے ایک وزنی پتھر ایسے اٹھا لیا جیسے اس کے نزدیک اس کا کوئی وزن ہی نہیں تھا۔ اس میں بے انتہا قوت پیدا ہو چکی تھی۔ وہ پتھر اس نے عمی ایل پر دے مارا۔ اگر عمی ایل اپنی جگہ سے پیچھے نہ ہٹتے تو پتھر سے اس کا جسم اور سر چکنا چور ہو کر رہ جاتے۔

کنتی چلائی "بھاگ چلو عمی ایل۔ یہاں ٹھہرنا خطرے سے خالی نہیں"۔

اس پر عمی ایل اور کنتی مکان کی جانب بھاگ گئے۔ دوسرے یہودیوں نے بھی وہاں سے بھاگ کر بستی کے باقی یہودیوں کو اس نئی مصیبت سے آگاہ کر دیا۔ اس پر ہر کوئی اپنے اپنے گھر میں دبک کر بیٹھ گیا۔

بدہیئت یہودی کچھ دیر تک وہیں کھڑا رہا۔ جہاں وہ کھڑا تھا۔ ابھی تک اس کا چہرہ ہی مکروہ اور خوفناک ہوا تھا۔ جسم کے باقی اعضاء پہلے جیسے تھے۔ مگر اب ان میں بھی تبدیلی پیدا ہونی شروع ہو گئی تھی۔ پہلے اس کے بازو بدنما ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی وہ پہلے سے زیادہ لمبے بھی ہو گئے اس کے بعد اس کے پاؤں الٹے ہوئے۔ پھر باقی جسم پر بال ہی بال پیدا ہو گئے۔ وہ انتہائی بدصورت اور خوفناک صورت میں تبدیل ہو چکا تھا۔ اس کے چہرے پر سے آنکھیں یوں ابھر آئی تھیں۔ جیسے کسی ہموار جگہ پر رکھی ہوں۔

اس بدصورت بلا نے ادھر اُدھر دیکھا۔ دُور و نزدیک اُسے کوئی بھی دکھائی نہ دیا۔ اس کے بعد وہ لمبے لمبے اپنے الٹے پاؤں اٹھاتا ہوا ایک سمت چل پڑا۔

گھر میں عمی ایل گنتی کے پاؤں پڑا ہوا تھا۔ اور وہ رو رو کر اسے کہہ رہا تھا۔

"گنتی بہن، اب تو تمہارے سوا کوئی بھی ہمیں ان مصیبتوں سے نجات نہیں دلا سکتا۔ ہم خزانے کے بُت کا رونا رو رہے تھے۔ مگر اب ہمارے لئے ایک نئی مصیبت کھڑی ہو گئی ہے ـــ میرا ساتھی کسی طاقتور درندے کی شکل میں تبدیل ہو چکا ہے۔ اب اس کے نزدیک ہماری کوئی قدر و منزلت نہیں۔ وہ وہی کچھ کرے گا۔ جو اس کی درندگی اور وحشیانہ طاقت چاہے گی۔ گنتی بہن، خدا کے لئے ہماری مدد کرو۔"

گنتی چند قدم پیچھے ہٹتے ہوئے بولی "عمی ایل، یوں دل چھوٹا کرنے سے کچھ نہیں ملے گا۔ ہمیں ہمت اور حوصلے سے کام لینا ہو گا۔ جب دشمن طاقتور دکھائی دے تو اس کے سامنے طاقت کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ سازش اور چالاکی سے کام لینا چاہیئے۔"

عمی ایل اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ گنتی سے بولا "کیا تمہارے علم اور اور تمہاری قوت سے ہم ان مصیبتوں پر قابو نہیں پا سکتے۔"

گنتی نے جواب دیا۔

"بہت کچھ ہو سکتا ہے عمی ایل۔ اگر شیش ناگ دیوجی یہاں آ سکتے ہیں۔ تو اور بھی شکتی بان دیوتا یہاں آ کر ہماری رکھشا کر سکتے ہیں۔ مگر اس کے لئے وقت درکار ہے۔ دیوتاؤں کے علم کو کام میں لانا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔"

عمی ایل نے کہا "گنتی بہن۔ کچھ بھی کرو مگر جلد کرو۔ اگر ہم نے کوئی تدارک نہ کیا۔ تو وہ بدہیئت انسان جو کسی بھوت اور بلا سے کم دکھائی نہیں دیتا تھا۔ ہم سب کو مار ڈالے گا۔ قارون کی طاقت نے اُسے ہمارے مقابلے پر لا کھڑا کیا ہے۔ تم اپنے علم سے قارون کے بُت کو بھی تباہ کر دو۔ اور اس بھوت کو بھی۔ جس نے مجھ پر پتھر پھینکتے ہوئے اپنی بے پناہ قوت کا مظاہرہ کیا تھا۔

گنتی نے عمی ایل کے اس خوف اور اس بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے اپنے خاوند سمہدیو سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"تمام جگہ لیپ کر دو۔ دیوتاؤں کی آمد کی خاطر صفائی کر دو۔ پوتر بنا دو اس جگہ کو۔ میں گرجی مہاراج کو یاد کروں گی۔ اُن کی خاطر تکبیہ کی تمام رسمیں ادا کروں گی۔ وہ آ گئے۔ تو ہماری ساری مصیبتیں اور اذیتیں ختم ہو کر رہ جائیں گی۔"

سمہدیو اثبات میں صرف سر ہلا کر رہ گیا۔ درحقیقت اس نے جو کچھ دیکھا تھا۔ وہ اس سے اتنا خوفزدہ تھا۔ کہ ڈر کے مارے اُس کے منہ سے کوئی بات نہیں نکل رہی تھی۔ پھر گنتی نے عمی ایل سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"ہم اپنی قوم کے سوا ساری قوموں کو ملیچھ (ناپاک) سمجھتے ہیں، اس لئے تم ہمارے نزدیک ایک ملیچھ قوم کے فرد ہو۔ اس لئے میں تمہیں کہے دیتی ہوں۔ کہ

اس عظیم تگمیہ کے دوران یہاں آنے کی جرأت نہ کرنا۔ اگر تم میں سے کوئی بھی یہاں آگیا تو میں پلید ہو کر جل کر راکھ ہو جاؤں گی۔ پھر کوئی بھی تم میں سے بچ نہ سکے گا۔"

عمی ایل کو کمسی کی بات تو بہت بری لگی۔ مگر اپنے آپ میں برداشت کر کے رہ گیا۔ اور چپ چاپ کمرے سے باہر نکل گیا۔

یہودیوں سے مقابلہ

خازم نے فضل اور عمرو کو گھوڑے روکنے کو کہا۔ جب وہ رک گئے۔ تو خازم نے عمرو سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"وہ سامنے وادیٔ تیمہ کا علاقہ ہے۔ کچے پکے جو مکانات دکھائی دے رہے ہیں۔ وہ کسی زمانے میں ہماری بستی ہوا کرتی تھی۔"

خازم کی اس بات پر عمرو گھوڑے کی کاٹھی پر کھڑا ہو گیا۔ اس نے دور دور تک نظر دوڑائی۔ پھر کاٹھی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"خازم میرے خیال میں تمہاری اس بستی پر یہودیوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ وہاں کافی لوگ آباد دکھائی دے رہے ہیں۔"

خازم بولا "آپ درست کہتے ہیں۔ یہودیوں نے ہماری بستی پر ضرور قبضہ کر لیا ہوگا۔ دن رات سازشیں ہوتی رہتی تھیں۔ عمی ایل نے یہودیوں کو لا بسایا ہوگا۔"

عمرو کچھ سوچتے ہوئے بولا "اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ ہمیں بستی میں بہت سوچ سمجھ کر قدم رکھنا ہوگا۔"

"کیا آپ کو مٹی کے ٹیلے بھی دکھائی دیئے یا نہیں؟"

"ہاں۔ بستی کے درمیان میں مٹی کے ٹیلے موجود ہیں۔" عمرو کی اس بات پر خازم نے کہا۔

"اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ یہودی خزانہ پانے کے لئے گڑھا کھود چکے ہیں۔ میرے خیال میں یہودیوں کو خزانہ مل چکا ہے۔ اگر نہیں ملا ہے۔ تو وہ ابھی خزانہ تک جانے کے لئے کھدائی کر رہے ہیں۔"

فضل خزانے کا ذکر سن کر بھڑک اٹھا "خزانہ؟ کہاں ہے خزانہ؟ بھلا یہودی اس خزانے پر قبضہ کیسے جما سکتے ہیں؟ میں نے بھی برسوں قاروں کے خزانے کے بارے میں تحقیقات کی ہے۔ میرا بھی اس خزانے پر حق ہے۔"

عمرو عیار کو فضل کی بات بُری لگی۔ پھر بھی اس نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"فضل، اس وقت دشمن ہمارے سامنے موجود ہے۔ ہمیں خزانے کے بارے میں کوئی بات کرنے سے پہلے دشمن کے بارے میں کچھ سوچنا چاہیئے۔ جب وہ ہمارے راستے سے ہٹ جائے گا۔ تو خزانہ خود بخود ہمارے قبضہ میں آجائے گا۔"

"ہاں فضل بھائی، ابھی ہمیں خزانے کے بارے میں کوئی بات نہیں کرنی چاہیئے۔ یہودیوں کو شکست دینے کے بعد ہم خزانے تک پہنچ پائیں گے۔"

خازم کی اس بات پر فضل نے اپنا سینہ تانتے ہوئے کہا۔

"پھر یہاں کھڑے ہونے سے کیا فائدہ؟ آگے بڑھتے ہیں۔ اور یہودیوں سے دو دو ہاتھ کر لیتے ہیں۔"

فضل نے ابھی بات ختم کی ہی تھی۔ کہ ایک تیر سنسناتا ہوا فضل کے کانوں کے نزدیک سے گزر گیا۔

عمرو فوراً گھوڑے پر سے نیچے کود کر زمین پر لیٹ گیا۔ فضل اور خازم نے بھی اس کی پیروی میں گھوڑے سے چھلانگیں لگائیں — اور زمین پر لیٹ گئے۔

عمرو نے فضل سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"دشمن ہمارے قرب و جوار میں موجود ہے۔ ہمیں فوراً کسی ٹیلے کی پناہ میں چلا جانا چاہیئے۔"

فضل نے کہا "ٹھیک کہتے ہو عمرو، ہمیں اپنے بچاؤ کے لئے کسی پناہ کا سہارا لینا ہی پڑے گا۔"

خازم نے کہا۔ "وہ دائیں ہاتھ والا ٹیلہ زیادہ نزدیک ہے۔ ہمیں فوراً اس ٹیلے کے پیچھے چھپ جانا چاہیئے۔"

اس پر عمرو نے جب سب سے پہلے ٹیلے کی جانب دوڑ لگائی۔ تو اسی وقت ایک تیر بھی سنسناتا ہوا عمرو کے سر سے گزر گیا۔ اس کے بعد فضل دوڑا۔ تو تیر اس کے سر سے بھی گزرا۔ پھر خازم نے قدرے نیچے ہو کر ٹیلے کے پیچھے پہنچا۔ اب کی بار کسی نے کوئی تیر نہ چلایا — عمرو نے فضل اور خازم کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"تم دونوں ٹیلے کے ایک کونے پر ہو جاؤ — اور دشمن پر نگاہ رکھو۔ میں درمیان میں سے اپنی ٹوپی ٹیلے کے اوپر کرتا ہوں۔ جونہی کوئی تیر میری ٹوپی

پر چلائے۔ تم فوراً آگے ہو کر دشمن کی نشست گاہ کا پتہ چلا لینا۔ پھر میں خود ہی ان سے نپٹ لوں گا۔"

خازم بولا "افسوس ہے۔ کہ ہمارے پاس تیر کمان نہیں۔ تلواریں ہیں۔ اگر ہمارے پاس تیر کمان ہوتے۔ تو ہم دشمن کے ابھرتے ہی اسے نشانہ بنا لیتے۔"

"تم اس بات کو چھوڑو خازم۔ جو کچھ میں نے کہا ہے۔ اس پر عمل کرو۔"

عمرو کی اس بات پر خازم اور فضل ٹیلے کے ایک ایک کونے پر ہو گئے۔ اور اس کے ساتھ ہی یہودیوں کی نشست کا پتہ چلانے کی خاطر وہ لیٹ گئے۔

عمرو نے تلوار نکالی۔ اور اس کی نوک پر اپنی ٹوپی رکھ کر ٹیلے کے اوپر کر دی۔ چونکہ ٹیلہ زیادہ بلند نہیں تھا۔ اس لئے عمرو کو ٹیلے پر چڑھنے کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ دوسری طرف فضل اور خازم دونوں اپنی اپنی جگہ ہوشیار لیٹے ہوئے تھے۔ ٹوپی کے بلند ہوتے ہی ایک تیر آیا۔ مگر وہ ٹوپی پر لگنے کی بجائے اس کے پاس سے گزر گیا۔ فضل اور خازم نے اسی وقت یہودیوں کے ٹھکانے کا پتہ چلا لیا۔ عمرو نے فوراً اپنی ٹوپی نیچے کر لی تھی۔

خازم نے عمرو سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"ہمارے بالمقابل جو ٹیلہ ہے۔ اس کی پشت پر یہودی موجود ہیں۔"

ابھی خازم نے بات کی ہی تھی۔ کہ چار یہودی اپنے ٹیلے سے باہر نکلے، اور ان کے گھوڑے ہنکا کر لے جاتے ہوئے دکھائی دیئے۔ عمرو چلا کر بولا —

"تلواریں سونت کر ان پر حملہ کر دو۔"

فضل اور خازم نے ایک لمحہ کی بھی دیر نہ کی۔ وہ دونوں ان چاروں یہودیوں

پر ٹوٹ پڑے۔ عمرو اُسی وقت اپنے ٹیلے سے باہر نکل کر اس ٹیلے کی جانب بڑھا۔ جس کے پیچھے یہودی چھپے ہوئے تھے۔ مگر وہاں اب راخل کے سوا اور کوئی نہ تھا۔

راخل نے عمرو کو اپنے سر پر دیکھا۔ تو فوراً چھلانگ لگا کر پیچھے ہٹ گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے بھی اپنی تلوار نکال لی۔

اب عمرو اور راخل کے درمیان مقابلہ شروع ہو گیا تھا۔ چاروں یہودی کھلے میدان میں فضل اور خازم سے نبرد آزما تھے۔ خازم پینترا بدل کر تلوار کا جو وار کیا۔ تو ایک یہودی کی گردن کٹ کر دُور جا گری۔

اب تین یہودی ان دونوں سے مقابلہ کے لئے رہ گئے تھے۔ تینوں بڑے جچے تلے وار کر رہے تھے۔ مگر فضل اور خازم بھی شمشیر زنی میں کسی سے کم نہیں تھے۔ وہ بھی ان تینوں کا خوب ڈٹ کر مقابلہ کر رہے تھے۔

راخل عمرو پر وار کر رہا تھا۔ عمرو اتنا پھرتیلا اور ہشیار تھا۔ کہ وہ راخل کے ہر وار کو خالی جانے دیتا تھا۔

عمرو نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بچو۔ صحرا کے بچو۔ تم عمرو عیار کو شکست نہیں دے سکتے۔ انشاء اللہ میری تلوار ہی تیری گردن کی پیاس بجھائے گی۔"

راخل عمرو کی اس بات پر ایک دم پیچھے ہٹ گیا۔ اور غور سے عمرو کی جانب دیکھتے ہوئے بولا۔ "اچھا تو تو ہی عمرو ہے۔ جس کا مجھے شدت سے انتظار تھا۔ عیار مکار میں تیری ہڈی پسلی ایک نہ کر دوں۔ تو میرا نام راخل نہ لینا۔"

اتنا کہنے کے ساتھ ہی راخل نے ایک بھرپور ہاتھ عمرو عیار کی جانب چلایا۔ اگر عمرو اچھل کر پیچھے نہ ہٹتا۔ تو شاید راخل کا یہ وار خالی بھی نہ جاتا۔

عمرو نے فوراً اپنے آپ کو سنبھالا۔ مگر اسی اثنا میں راخل نے دوسرا وار بھی کر دیا۔ مگر عمرو نے فوراً پینترا بدل لیا۔ لیکن اس کے باوجود راخل کی تلوار کی نوک اُس کے بازو سے چھو ہی گئی۔

اب عمرو نے راخل کو مزید موقعہ فراہم کرنے نہ دیا۔ اُس نے اچھل کر تلوار راخل پر چلائی۔ مگر راخل نے تلوار کے اس وار کو اپنی تلوار پر روک لیا۔ اور اس کے ساتھ ہی پوری قوت سے اُس نے عمرو کو دھکیل کر گرا دینا چاہا۔ لیکن عمرو نہ تو پیچھے ہٹا۔ اور نہ ہی راخل اُسے گرا سکا۔

اتنے میں کسی کی خوفناک آواز سنائی دی۔ یہ آواز اُسی بدہیئت یہودی کی تھی۔ جو شیت کی بدولت ایک بلا میں تبدیل ہو چکا تھا۔ عمرو عیار اس آواز کے سنتے ہی پیچھے ہٹ گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا۔ کہ ضرور کوئی دو ترہ ہے۔ جو راخل کی پشت پر ہے۔ مگر راخل کو کسی کی کیا پرواہ تھی۔ وہ تو عمرو کو جان سے مارنے کے درپے تھا۔ اس لئے عمرو کے پیچھے ہٹتے ہی وہ تلوار سنبھال کر اس کی جانب لپکا۔ اسی لمحہ وہ بلا راخل کی پشت پر سے نمودار ہوئی۔ اور اس نے راخل کو گردن سے پکڑ کر اوپر اٹھایا۔ پھر اُسے اس زور سے زمین پر پٹخا۔ کہ راخل کا جسم چکنا چور ہو کر رہ گیا۔ جسم کی ایک ایک ہڈی ٹوٹ کر رہ گئی۔ راخل نے نیم مُردہ آنکھوں سے اس بلا کی جانب دیکھا۔ اس نے ایک بار پھر راخل کو زمین پر سے اٹھایا۔ اب کی بار اس نے راخل کو اتنی دور پھینکا۔ کہ اس کا پتہ بھی نہ چل سکا۔ کہ وہ کہاں گرا ہے کہاں نہیں۔

اسی اثنا میں فضل نے بھی ایک یہودی کی گردن اڑا دی تھی۔ عمرو بھاگ

کو ٹیلے کے پیچھے چلا گیا۔ اس نے فضل اور خازم کو پکارتے ہوئے کہا۔

"ادھر ٹیلے کے پیچھے چلے آؤ۔ ایک آدم خور درندہ ہم سب کی زندگیوں کے درپے ہے۔"

خازم نے عمرو کو پکارتے ہوئے جواب دیا۔

"یہ وقت اب پیچھے ہٹنے کا نہیں ہے۔ دشمن ہم پر حاوی ہے۔"

خازم کی اس بات پر عمرو بھی میدان میں نکل آیا۔ اور اس نے بھی انجام کی پرواہ کیے بغیر تلوار چلانا شروع کر دی۔ جب یہودیوں نے دیکھا۔ کہ دو کی بجائے تین مسلمان ہو گئے ہیں۔ تو انہوں نے راخیل کو پکارا۔ انہیں کے انجام کا علم نہیں تھا۔ اس لئے وہ مسلسل اسے پکارتے رہے۔ عمرو نے چلا کر ان سے کہا۔ "ارے جاہلو! کس کو پکار رہے ہو۔ اپنے ساتھی راخیل کو۔ وہ تو کب کا موت کی گہری نیند سو رہا ہے۔"

جب یہودیوں نے عمرو کی زبانی یہ سنا۔ تو وہ اسی وقت اٹھ دوڑے۔ خازم نے پیچھا کرنا چاہا۔ مگر عمرو نے اسے روکتے ہوئے کہا۔

"اب آگے بڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ موت پہلے ہی ان کے آگے کھڑی ہے۔"

واقعی موت یہودیوں کے سامنے کھڑی تھی۔ بدہیت یہودی نے یہودیوں کو دوڑتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ ایک ہی جست میں ان دونوں کے سروں پر جا پہنچا۔ پھر ایک ایک ہاتھ سے ان کی گردنیں پکڑ کر آپس میں اس زور سے ٹکرائیں۔ کہ دونوں ہی چت ہو کر رہ گئے۔ اتنے میں عمرو نے اپنے ساتھیوں کو پکارتے ہوئے کہا۔ "جلدی سے گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ۔ ایسا نہ ہو۔ کہ یہ

آدم خور بلا ہمارے اوپر حملہ کر دے۔"

اس پر فضل اور خازم فوراً اپنے گھوڑے پر بیٹھ گئے۔ عمرو بھی چھلانگ لگا کر اپنے گھوڑے پر جا بیٹھا۔ ابھی ان کے گھوڑوں نے چال بھی نہیں پکڑی تھی۔ کہ خوفناک یہودی بری طرح سے گرجا۔ اس گرج سے فضل کا گھوڑا ڈر کر گر پڑا۔ اور عمرو کا گھوڑا بدک اٹھا۔ خوفناک یہودی تیزی کے ساتھ آگے بڑھا۔ اس نے سب سے پہلے خازم پر ہاتھ ڈالنا چاہا۔ مگر خازم اس کے ہاتھ سے کھسک گیا۔ البتہ گھوڑے کی ٹانگ اس کے ہاتھ میں آ گئی۔ اس نے پوری قوت سے گھوڑے کی ٹانگ کھینچی۔ تو ٹانگ ٹوٹ گئی۔ پھر اس نے اچھل کر گھوڑے کے پیٹ پر چھلانگ لگائی۔ جس سے گھوڑے کا پیٹ چاک ہو گیا۔ اور اس کی انتڑیاں باہر نکل آئیں۔

اتنے میں فضل اور خازم کافی دور نکل چکے تھے۔ عمرو نے کافی آگے نکل کر اپنے گھوڑے کو قابو میں کر لیا تھا۔ جب گھوڑا قابو میں آ گیا۔ تو اس نے اسے اسی وقت موڑا۔ اتنے میں خوفناک یہودی لمبے لمبے ڈگ بھرتا فضل اور خازم کے سروں پر جا پہنچا تھا۔ عمرو نے دیکھ لیا تھا۔ کہ اگر اب کی بار ذرا بھی دیر کی۔ تو یہ خوفناک آدمی فضل اور خازم کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔ اس لئے اس نے فوراً اپنی زنبیل نکالی۔ اور اس کا منہ کھولتے ہوئے بولا۔

"اے خوفناک انسان میری زنبیل میں بند ہو جاؤ۔"

خوفناک یہودی کے دونوں ہاتھ فضل اور خازم پر پڑنے ہی والے تھے۔ مگر عمرو کی کارروائی پر اس کے دونوں ہاتھ رک گئے۔ اور وہ اچھل کر زنبیل

میں جا پڑا۔ عمرو نے فوراً نبیل کا منہ بند کر کے اُسے اپنی پشت پر ڈال لیا۔
فضل اور خازم نے عمرو کی اس کاروائی پر اس کا شکریہ ادا کیا، عمرو بولا۔ "میرا شکریہ ادا نہ کرو۔ اُس خدا کا شکر ادا کرو۔ جس نے ہم تینوں کی جانیں دشمنوں اور اس موذی دوڑمدے سے بچائی ہیں۔"
اس پر تینوں نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔

ابی یاتر کی آمد

ساتجے ابی یاترا اپنے جلو میں یہودیوں کا جلوس لئے جب وادیٔ تیر میں داخل ہوا۔ تو پوری بستی کے یہودیوں کو پتہ چل گیا۔ کہ ان کا عظیم ترین رہنما اور ربّی ان کی بستی میں اُن سے ملنے آیا ہے۔ عمی ایل کو اطلاع ملی۔ تو وہ دوڑا ہوا ابی یاتر کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ عمی ایل کو دیکھ کر ابی یاترا اور اس کے ساتھی گھوڑوں سے اُتر پڑے۔ خیر و عافیت کے بعد دونوں ربّی باتیں کرتے ہوئے گھر کی جانب چل پڑے۔ عمی ایل خوفزدہ اور سہما ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ ابی یاتر نے اُس سے پوچھا۔ "کیا بات ہے عمی ایل، تم سہمے ہوئے کیوں دکھائی دے رہے ہو؟"
عمی ایل نے جواب دیا۔ "اے مقدس ربّی ۔ ہمارے سروں پر مصائب کے بادل اور زمین پر نحوست کے سپنولئے پیدا ہو چکے ہیں۔ ہمارے قدموں کے

نیچے سے زمین سرکتی جا رہی ہے۔ ہم نے بڑی محنت اور جانفشانی کے ساتھ کھدائی کر کے قارون کا خزانہ پایا تھا۔ مگر اس خزانے کی نحوستوں نے ہمیں خزانے سے اتنی دُور کر دیا ہے۔ کہ اگر ہم اس کو پانا بھی چاہیں تو نہیں پا سکتے۔"
"اے عظیم ربّی! خداوند خدا کی خاطر ہمارے اور ہمارے عیال کی جانوں کو ان مصیبتوں اور نحوستوں سے بچائیں۔ تاکہ ہم آسانی سے خزانہ پر ہاتھ ڈال سکیں۔"
ابی یاتر نے بڑے غور سے عمی ایل کی ساری بات سنی۔ جب وہ چپ ہوا۔ تو ابی یاتر نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔
"ایک یہودی اور وہ بھی ربّی! تم سے زیادہ خوفزدہ نہیں دیکھا۔ میں یہاں کے سب حالات سے آگاہ ہو چکا ہوں۔ پل پل کی خبریں مجھے ملتی رہی ہیں۔ یہ جو کچھ ہوا ہے یا ہو رہا ہے؟ وہ محض کنتی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔"
عمی ایل نے کنتی کی وکالت کرتے ہوئے کہا "نہیں، یہ بات غلط ہے کنتی ہمارے حق میں ہے۔ اس نے جو کچھ بھی کیا ہے۔ ہمیشہ ہماری بہتری اور بھلائی کے لئے کیا ہے۔ ہنود کا یہود سے اتحاد ہو سکتا ہے۔ کسی اور سے نہیں۔ آپ یقین کریں۔ کنتی اور اس کا شوہر سہدیو بھی مسلمانوں کا اتنا ہی دشمن ہے جتنے کہ ہم لوگ ہیں۔"
عمی ایل کی اس بات پر ابی یاتر مسکرایا۔ پھر اُس نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔
"تمہیں تاریخ عالم سے کوئی آگاہی نہیں۔ شاید تم اس حقیقت سے آگاہ

نہیں۔ کہ جہاں کہیں دولت کی تقسیم اور دولت کے حصول کا مسئلہ پیدا ہوگا۔ ہندو کبھی کسی کا ساتھ نہیں دے گا۔ وہ دولت کی خاطر اپنے محسن کے گلے پر بھی چھری پھیرنے سے باز نہیں آئے گا۔ اس وقت وہ صرف اپنے مفاد اور لالچ کی خاطر لڑے گا۔ ایسی ہی صورتِ حال یہاں بھی پیدا ہو چکی ہے۔ گنتی نہیں چاہتی۔ کہ اس خزانے میں سے ہم بھی حصہ دار بنیں۔ اس لئے اس نے ہمارے لئے کئی مسائل اور کئی مصیبتیں پیدا کر دی ہیں۔ اس نے محض ہمیں جھانسہ دینے اور بھگانے کی خاطر خزانہ پر اپنے علم سے ایک مصیبت کھڑی کر دی ہے۔ تاکہ ہم اس سے خوفزدہ ہو کر یہاں سے بھاگ جائیں۔ اور وہ تنہا اس خزانے پر قبضہ جمالے۔"

عمی ایل کا ذہن پھر بھی نہ مانا۔ اس نے اپنے ربّی کی مخالفت کرتے ہوئے کہا۔

"یہ بات نہیں، وہ جنت جو خزانے پر قابض ہے۔ اور ہمیں نئی نئی مصیبتوں سے دوچار کر رہا ہے۔ قارون کا جنت ہے۔ وہ اپنی سزا بھگت رہا ہے۔ اور سزا کا انتقام ہم سے لے رہا ہے۔ اس میں گنتی کا کوئی دوش نہیں۔"

گھر نزدیک آ چکا تھا۔ اس لئے عمی ایل نے بات ختم کرتے ہی آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ مگر ابی یاتر نے گھر کے اندر داخل ہونے سے انکار کرتے ہوئے کہا۔

"عمی ایل، ابھی نہیں، ابھی میں تمہارے گھر میں داخل ہونے کے لئے تیار نہیں ہوں۔"

"وہ کیوں؟"

ابی یاتر بولا۔

"میں گنتی سے ملے بغیر نہ تو آرام کرنا چاہتا ہوں۔ اور نہ ہی کچھ کھانا چاہتا ہوں۔ تم مجھے گنتی سے ملواؤ۔"

"حضور، اس سے ملنا درست نہیں۔ وہ اس وقت چلّہ میں مصروف ہے۔ اگر ہم لوگ اس کے چلّہ میں مخل ہوئے، تو وہ ہم سب کو برباد کر دے گی۔ اور خود بھی برباد ہو جائے گی۔"

ابی یاتر نے غور سے عمی ایل کی جانب دیکھا۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد بولا۔ "عمی ایل تم ایک یہودی ہو۔ اور یہودی ماسوا اپنی قوم کے افراد کے کسی اور کی تعریف نہیں کرتا۔ اور نہ ہی کسی غیر کی حمایت کرتا ہے۔ یہ بات ہمارے منشور میں داخل نہیں، کہ ہم غیر قوموں اور غیر لوگوں کی حمایت و امداد کریں۔ گنتی کے پاس علم کیا ہوگا۔ علم میرے پاس ہے۔ میرے پاس مصیبتوں کو ختم کرنے والا وہ توڑ ہے۔ ویسا توڑ گنتی کے پورے علم میں بھی نہیں ہو سکتا۔"

"یہ بات آپ نے پہلے کیوں نہیں بتائی۔ جو بات آپ نے کی ہے۔ اگر وہ درست ہے۔ تو پھر مجھے گنتی کی حمایت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"وقت سے پہلے خاص بات کا اظہار کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ عمی ایل، میرے پاس سامری کی ایک ایسی لوح (تختی) ہے۔ جس کو اگر سورج کے سامنے بھی کر دیا جائے۔ تو وہ بھی پگھل کر زمین پر آ جائے۔"

ابی یاتر کی اس بات پر عمی ایل سوچ میں پڑ گیا۔ ابی یاتر نے اسے بتانے

سے ہلاتے ہوئے کہا "کس سوچ میں ہو عمی ایل ؟"

"میں یہ سوچ رہا ہوں، کہ سامری تو خداوند کا وہ معتوب بندہ تھا جس نے خداوند موسیٰ کی عدم موجودگی میں سونے کا ایک بچھڑا بنا کر بنی اسرائیل کو اس کی پوجا کرنے اور اس پر قربانی دینے کو کہا تھا۔ اور کئی ایک نے اس کی پیروی بھی کی تھی۔ مگر اس پر اُسے بنو اسرائیل سے خارج کر دیا گیا تھا۔ اور وہ خداوند خدا کے قہر کا حقدار ٹھہرا تھا ——— کیا اس کی لوح ہمارے لئے مفید ہو سکتی ہے ؟"

ابی یاتر نے جواب دیا "عمی ایل، ہم خداوند خدا کی معزز قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ جب ہمارے مقابل آکر کوئی کھڑا ہو جاتا ہے۔ تو ہم خدا کے معتوب بندوں کی طاقت سے بھی فائدہ اٹھایا کرتے ہیں۔ تم اس بات کی کوئی فکر نہ کرو۔ سامری کی لوح ہمارے لئے کارآمد ثابت ہو گی۔ اس نے لوح پر جس قوت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس کے مقابل کوئی طاقت بھی ٹھہر نہیں سکتی۔"

عمی ایل نے ابی یاتر کی اس بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ دونوں چپ چاپ چلتے رہے۔ حتیٰ کہ دونوں کنیتی کے مکان کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ سہدیو دروازہ پر بیٹھا تھا۔ جب اس نے دونوں کو دیکھا۔ تو اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور عمی ایل سے مخاطب ہو کر بولا۔

"عمی ایل، کنیتی نے تم سے واشگاف لفظوں میں کہا تھا، کہ تم تکیہ کے دوران یہاں آنے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

مگر عمی ایل کے جواب دینے سے پہلے ہی ابی یاتر بول پڑا۔ اس نے سہدیو کو

اپنے سے پرے دھکیلتے ہوئے کہا۔

"ہم کسی کی بات کے پابند نہیں ہیں سہدیو۔ ہم جہاں کہیں جاتے ہیں۔ اپنا مفاد دیکھتے ہیں۔" ابی یاتر کی اس بات پر سہدیو سمجھ گیا۔ کہ ان دونوں یہودیوں کے ارادے نیک نہیں ہیں۔ اگر یہ دونوں تکیہ (چلّہ) کے دوران اندر کمرے میں چلے گئے تو کنیتی کو زندگی سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ اس پر سہدیو نے ابی یاتر اور عمی ایل کو روکتے ہوئے کہا۔

"رک جاؤ۔ اسی میں تمہاری اور ہماری بہتری ہے۔"

سہدیو کی اس بات پر ابی یاتر نے سہدیو کو اپنے بازوؤں کے گھیرے میں لے لیا۔ اس کے بعد زہر سے بجھا ہوا خنجر نکال کر سہدیو کے دل کے آر پار کر دیا۔ سہدیو نے ایک ہلکی سی چیخ ماری اور اس کے ساتھ ہی زمین پر گرا۔ اور کچھ دیر تک تڑپنے کے بعد ٹھنڈا پڑ گیا۔

ابی یاتر نے عمی ایل کو پتہ ہی نہیں چلنے دیا۔ کہ اس نے سہدیو کو خنجر مار دیا ہے۔ جب وہ زمین پر گرا۔ تو اس وقت عمی ایل کو پتہ چلا۔ کہ ابی یاتر نے سہدیو کو جان سے مار ڈالا ہے۔ اس نے خوفزدہ نظروں سے ابی یاتر کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"اے ربّی، یہ تم نے کیا کیا۔ ہمیں سہدیو کو مارنا نہیں چاہیے تھا۔"

ابی یاتر نے عمی ایل کی جانب غضبیلی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں راستے کی ہر دیوار کو گرا دینا چاہتا ہوں۔ اب میں مزید کسی بات کا منتظر نہیں رہ سکتا۔"

یہ کہہ کر ابی یاتر نے اپنے جبّہ کی اندرونی جیب سے ایک لوح (تختی) نکالی۔ اور اُسے عمی ایل کو دکھاتے ہوئے بولا۔

"یہی سامری کی لوح ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ یہ سامری کی وہ قوت ہے۔ جس سے اس نے ہمارے خداوند موسیٰ کے مقابلہ کیا تھا ـــ آؤ میرے ساتھ گنتی کے مکان کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ آج میں اسی لوح سے گنتی اور اُس کے سحر کا خاتمہ کر دینا چاہتا ہوں۔"

عمی ایل نے چلنے سے پہلے ایک بار پھر ابی یاتر کو روکتے ہوئے کہا۔

"اے ربّی! خداوند خدا کے عذاب کو دعوت نہ دو۔ ہم اس وقت مصائب کے بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ایسا نہ ہو ڈوب کر رہ جائیں۔"

اس پر ابی یاتر نے عمی ایل کو جھڑکتے ہوئے کہا۔ "عمی ایل! وقت کو ہاتھ سے کھو دینے والے تمہاری طرح بزدلوں جیسی باتیں ہی کیا کرتے ہیں۔ چلو آگے بڑھو یہ تمہارے مقدس ربّی کا حکم ہے۔ اگر تم نے انکار کیا۔ تو تمہیں ایسی دردناک سزا دوں گا۔ کہ ہمیشہ تمہاری نسل اس سزا کو یاد رکھے گی۔"

ابی یاتر کی اس بات پر عمی ایل نے اپنے سر کو جھکا لیا۔ اور اس نے چپ چاپ آگے بڑھ کر گنتی کے مکان کا دروازہ کھول دیا ـــ

جونہی دونوں اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے عجیب ہی منظر دیکھا۔ گنتی نیم عریاں جسم کے ساتھ آگ کے الاؤ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اور کچھ پڑھنے میں مصروف تھی۔ اس نے جب دونوں کو دیکھا۔ تو ایک خوفناک چیخ ماری۔ جس پر آگ کے شعلوں نے اسے چھت پر اٹھا لیا۔ اور پھر اسے اس زور سے آگ میں پٹخا۔ کہ

وہ چیختی چلاتی ہوئی آگ میں گری۔ اور تڑپ تڑپ کر رہ گئی۔ اِن دونوں کی آمد سے اُس کا چلّہ ناکام ہو کر رہ گیا تھا۔ پورہ کمرہ دھوئیں سے اٹ گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی دھوئیں میں سے آگ کے شعلوں نے نکل کر ابی یاتر اور عمی ایل کو گھیرے میں لے لیا۔ ابی یاتر نے اُسی وقت سامری کی لوح کو سیدھا کیا۔ اور جونہی آگ کے شعلوں کی جانب اس کا رُخ ہوا۔ دونوں کو بے شمار لوگوں کی چیخ و پکار سنائی دی۔ اور اُس کے ساتھ ہی شعلے بجھ گئے۔

ابی یاتر اُسی وقت عمی ایل کو لے کر کمرے سے باہر آ گیا۔ عمی ایل کو ابی یاتر کی اس کاروائی سے قطعاً خوشی نہ ہوئی تھی۔ مگر ابی یاتر نے اتراتے ہوئے کہا۔

"تم نے لوح کی طاقت دیکھی۔ کس قوت کے ساتھ اُس نے بے شمار دشمنوں کو ختم کیا ہے۔ اگر یہ لوح ہمارے پاس نہ ہوتی۔ تو آگ کی بد روحیں ہمیں فنا کر دیتیں ـــ چلو اب گڑھے کی جانب چلتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں۔ وہاں ایسی کونسی قوت ہے۔ جو ہمیں خزانہ حاصل کرنے سے روک رہی ہے۔"

ابی یاتر کی اس بات پر عمی ایل نے جواب دیا۔

"ربّی! خزانے کے نزدیک پہنچنے سے پہلے خوب سوچ لو۔ کہ وہاں جو بلا ہے اُسے تمہاری یہ لوح شکست نہیں دے سکتی۔"

عمی ایل نے اتنی سی بات کی تھی۔ کہ ایک دم آگ کے شعلے گنتی کے مکان میں بھڑک اُٹھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے آگ کے شعلوں نے پورے مکان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ابی یاتر نے اُسی وقت عمی ایل کا ہاتھ پکڑا۔ اور اسے گھسیٹتا ہوا گڑھے کی جانب چل پڑا ـــ گڑھے سے کچھ فاصلے پر عمی ایل نے رکتے ہوئے کہا۔

"اسے رقی! میں نے خزانے کے پاس جو کچھ دیکھا ہے۔ تم اس کی تاب نہ لا سکو گے۔ تم نے گفتی کو مار کر اچھا نہیں کیا۔ میں چاہتا تھا۔ کہ گفتی خود اس بلا کو ختم کر دے۔ جو خزانے پر موجود ہے۔ یا وہ بلا گفتی کو ختم کر دے۔ دونوں صورتوں میں ہمارا بھلا تھا۔ چونکہ ہمیں دونوں میں سے کسی ایک کی طاقت کا علم ہو جاتا تھا۔ مگر اس کے بعد جو بچ جاتا۔ ہم اس کی قوت کا اندازہ کرتے ہوئے اسے شکست دینے کے کچھ بہتر طریقے سوچتے۔"

"بے وقوف" ابی یاتر چلّا کر بولا۔ "کیسی بے ہودہ اور بزدلوں جیسی باتیں کر رہے ہو۔ کیا تم نے میری قوت کا اندازہ نہیں لگایا۔ میں دونوں کو شکست دینے کی قوت رکھتا ہوں۔ تمہیں ڈرنے اور خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"اگر تم اپنی بات پر بضد ہو۔ تو اپنے ساتھ بستی کے دوسرے یہودیوں کو بھی لے لو۔ تاکہ وہ بھی تمہاری قوت کا مظاہرہ دیکھ لیں۔ اور مطمئن ہو جائیں۔" اس پر ابی یاتر نے کہا۔

"چلو ٹھیک ہے۔ میں تمہاری یہ بات مانے لیتا ہوں۔ آؤ ہم چل کر یہودیوں کو اپنے ہمراہ لاتے ہیں۔ تاکہ وہ بھی دیکھ لیں۔ کہ میں کیسی قوت اور شان و شوکت کا رکھی ہوں۔ میں ان سب کے سامنے خزانے کی اس بلا کو شکست دوں گا۔ جس سے تم سخت خوفزدہ ہو۔"

اتنا کہنے کے بعد دونوں بستی سے یہودیوں کو لانے کے لئے چل پڑے۔

عبرتناک انجام

بستی کے تمام یہودی مرد عورتیں اور بچے عمی ایل اور ابی یاتر کی پیروی میں گڑھے کے قرب و جوار میں پہنچ کر کھڑے ہو گئے۔ کوئی بھی یہودی گڑھے کے کنارے پہنچ کر خزانہ میں جھانکنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ کیوں کہ ہر کوئی جان چکا تھا۔ کہ خزانہ کی بلا نے اُن کے ایک ساتھی کو کس طریقہ سے ایک وحشی اور خوفناک انسان میں تبدیل کر دیا تھا۔

عمی ایل بھی اُن لوگوں کے خوف میں برابر کا شریک تھا۔ مگر ابی یاتر کو کوئی خوف اور ڈر نہیں تھا۔ اس نے کسی کی پرواہ کئے بغیر گڑھے کے کنارے پہنچ کر خزانہ میں جھانکا۔ تو اُسے بھی وہی بُت دکھائی دیا۔ جو خزانہ چبا رہا تھا۔ خزانہ خود بخود اس کے منہ تک پہنچ رہا تھا۔ اور وہ اسے بڑی رغبت سے چباتا اور ہضم کرتا جاتا تھا۔

بے پناہ خزانہ دیکھ کر ابی یاتر خوشی سے پاگل ہوا جاتا تھا۔ اسے اس بات کا خیال ہی نہ رہا۔ کہ جس بُت کو وہ خزانہ کھاتے ہوئے دیکھ رہا ہے۔ وہ کتنا خوفناک اور سفاک ہے۔ نہ ہی وہ اس بات کا اندازہ کر سکا۔ کہ وہ بُت قارون کا ہے۔ حالانکہ عمی ایل اُسے دیکھتے ہی سمجھ گیا تھا۔ کہ یہ قارون کا بُت ہے۔ جو خداوند خدا کی جانب سے عذاب میں مبتلا ہے۔ ابی یاتر خوشی سے چلّا کر بولا۔

"یہ خزانہ ہمارا ہے۔ ہمارے خداوند خدا کا ہے۔ جو غلط ہاتھوں میں چلے جانے کی وجہ سے ہماری نظروں سے اوجھل ہو کر رہ گیا تھا۔ اب ہم اسے حاصل کر کے رہیں گے۔"

ابی یاتر کی اس بات پر بُت نے اُسی وقت اپنی گردن کو اونچا کیا۔ مگر ابی یاتر فوراً سمجھ گیا۔ کہ جو کچھ اُس نے بُت کے بارے میں سُنا تھا۔ اس کے مطابق وہ کوئی کارروائی کرنے والا ہے۔ اس پر اُس نے فوراً لوح نکالی۔ اور اس کا رُخ بُت کی جانب کر دیا۔ جونہی اس نے لوح کا رُخ بُت کی جانب کیا۔ گردو نواح کی پوری زمین بُری طرح سے ہلنے لگی۔ یہودیوں نے چیخنا چلّانا شروع کر دیا۔ ابھی کسی کو بھاگنے کا موقعہ بھی نہیں ملا تھا۔ کہ جگہ جگہ سے زمین پھٹنا شروع ہو گئی۔ اور یہودی معہ اپنے بال بچوں سمیت زمین میں دبنے شروع ہو گئے۔ عمی ایل چلّا کر بولا۔ "ارے ابی یاتر! بھاگ چلو۔ خداوند خدا کا عذاب ہمارے پیروں میں بیڑیاں ڈالنے والا ہے۔"

ابی یاتر چلّایا۔ "بزدل اب بھاگ کر کیا کرو گے۔ خزانے کا بُت تباہ ہونے والا ہے۔ یہ خزانہ ہمارا ہے اور ہمیں مل کر رہے گا۔"

ابی یاتر نے بات ختم ہی کی تھی کہ اُس کے اپنے قدموں کے نیچے سے بھی زمین ہلنی شروع ہو گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی خزانے کی تمام مٹی جو نکالی گئی تھی۔ آہستہ آہستہ خزانے کے اوپر گرنے لگی۔ عمی ایل نے اسی وقت آگے بڑھ کر ابی یاتر کا ہاتھ تھام کر اُسے کھینچنا چاہا۔ لیکن زمین میں گرج پیدا ہوئی۔ اور اس کے ساتھ ہی اس زور سے پھٹی۔ کہ تمام یہودی ابی یاتر اور عمی ایل سمیت زمین میں دب کر ختم ہو گئے۔

عمرو عیّار خزانے سے کچھ دور ہی تھا۔ اُس نے بھی زمین کی گرج کو سُن لیا تھا اس نے اپنے ساتھیوں کو روکتے ہوئے "میرے خیال میں بستی والوں پر عذاب نازل ہو رہا ہے۔ ہمیں سنبھل کر آگے بڑھنا ہو گا۔" اس پر تینوں اپنے اپنے گھوڑے پر سے اتر پڑے۔ اور آہستہ آہستہ خزانے کی جانب بڑھنے لگے۔ زمین کی جنبش بند ہو چکی تھی۔ گڑھے کی تمام مٹی آہستہ آہستہ

خزانہ پر گر کر ایکبار پھر اُسے دنیا کی نظروں سے روپوش کر رہی تھی۔ بُت پہلے کی طرح خزانے میں دھنس چکا تھا جب وہ تینوں خزانے کے اوپر پہنچے۔ تو فضل خزانے کو دیکھ کر پاگل ہو گیا۔ وہ چلّا کر بولا۔ "عمرو، یہی قارون کا خزانہ ہے۔ ہمیں ہر حال میں اسے حاصل کرنا چاہیئے۔"

عمرو نے فضل کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ "فضل پاگل نہ بنو۔ یہ خزانہ پہلے کی طرح زمین میں دفن ہو رہا ہے۔ اگر ہم نے اسے حاصل کرنے کی کوشش کی تو ہم بھی اس کے ساتھ دفن ہو کر رہ جائیں گے۔"

"نہیں عمرو، تم غلط کہتے ہو۔ میں یہ خزانہ ضرور لوں گا۔" اتنا کہہ کر فضل نے عمرو کے روکنے کے باوجود خزانے میں چھلانگ لگا دی۔ اور اپنی جھولی اور جیبوں میں اشرفیاں اور زیورات ٹھونسنے شروع کر دیئے۔ جب اس نے خوب خزانہ سمیٹ لیا۔ تو اس نے اوپر آنے کی کوشش کی۔ مگر وہ اوپر نہ چڑھ سکا۔ مٹی کے بڑے بڑے ڈھیلے گرے اور فضل چیختا چلّاتا مٹی کے اُن ڈھیلوں میں دب کر رہ گیا۔ آخری بار عمرو اور رخازم کو فضل کی ایک ایسی دردناک چیخ سنائی دی کہ عمرو تڑپ کر رہ گیا۔

عمرو اور رخازم اب کافی پیچھے ہٹ کر کھڑے تھے۔ پھر اُن کے دیکھتے ہی دیکھتے تمام مٹی خزانے پر جا پڑی۔ اور زمین پہلے کی طرح ہموار ہو گئی۔ عمرو نے فضل کی عبرتناک موت پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "افسوس! ایک اچھا دوست، اپنے لالچ کی وجہ سے موت کے منہ میں جا پڑا۔"

اس کے بعد عمرو نے زنبیل کو کاندھے سے اتارا۔ اور یہ کہہ کر اس کا منہ کھول دیا۔ کہ اب زنبیل کی اس بلا کو بھی اپنے اصل مقام پر جا پہنچنا چاہیئے۔ یعنی اسے بھی ختم ہو جانا چاہیئے۔ اتنا کہہ کر جب اس نے زنبیل کو الٹا کیا۔ تو اس میں سے سوائے راکھ کے اور کچھ بھی نہ نکلا۔ عمرو نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا۔ "اچھا ہوا۔ خداوند تعالیٰ

نے ہمیں اس کی منحوس صورت دکھانے سے پہلے ہی اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔"
اس کے بعد عمروعیار اپنے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے خازم سے بولا۔
"خازم، اب ہم دونوں کے راستے جدا جدا ہوں گے۔ میں یہاں سے یمن جاؤں گا۔ جہاں میرا نومولود بیٹا میری راہ تک رہا ہے۔ تم یہاں سے اپنے قبیلہ میں واپس جاؤ۔ اور ایک بار پھر ان سب کو یہاں لا کر آباد کرو۔ انہیں بتا دو۔ کہ اب وادئ تیہ میں نہ تو کوئی کٹنی جیسی چالاک عورت آکر آباد ہو گی۔ اور نہ ہی یہودیوں کو اس سرزمین پر قدم رکھنے کی جرأت ہو گی۔"
خازم عمرو کی بات سن کر بولا۔ "عمرو بھائی! میں نہیں چاہتا۔ کہ تم مجھ سے اسی جگہ جدا ہو جاؤ۔ تم میرے ساتھ میرے قبیلہ میں چلو۔ تاکہ میں تمہارے احسان کا بدلہ اتار سکوں۔"
عمرو ہنستے ہوئے بولا۔ "کوئی فکر نہ کرو۔ انشاء اللہ میں تم سے دوبارہ ملوں گا۔ اور پھر تم جی بھر کر اپنے احسان کا بدلہ اتار لینا۔"
اس کے بعد عمرو نے خازم کو "خدا حافظ" کہہ کر اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ خازم اس وقت تک کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ جب تک عمروعیار اس کی نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا۔
اس کے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی خازم بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے قبیلے کی جانب چل پڑا۔

ختم شد

نصیر الدین حیدر
49۔ واسا کالونی۔ گلشن راوی سکیم لاہور۔